اللّٰہ

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

اللہ عزّوجلّ کی پہچان

تالیف:
ابو حمزہ عبد الخالق صدیقی

تخریج وافادہ:
حافظ حامد محمود الخضری قاری نذیر احمد سجانی

تقدیم:
ڈاکٹر عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

فہرست مضامین

تقریظ

إنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ، وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّاتِ أعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝﴾ (آل عمران: ١٠٢)

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝﴾ (النساء: ١)

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝﴾ (الاحزاب: ٧٠-٧١)

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، أَلضَّلَالَةُ فِي النَّارِ."

انسانی زندگی کی شدید ترین ضرورت صحیح فلسفۂ حیات کا جاننا ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاريات: ٥٦)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

ہر ذی شعور انسان کو اس رازِ حیات کا متلاشی رہنا چاہیے۔ اور اس بات کے جاننے کا خیال کہ رب تعالیٰ کیا ہے؟ اور کہاں ہے؟ تہذیب وتمدن کی تمام نیرنگیاں اور فلسفہ وحکمت کی جملہ طرازیاں اس اساسی مسئلہ کی توضیح وتشریح کی مرہونِ منت ہیں۔

دین اسلام روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کے درمیان اتفاق، ملاپ اور خالق کائنات کی طرف اشارہ کرنے والی ایک بہت بڑی شے ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا ۠ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝﴾ (آل عمران : ۱۰۳)

''اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو، اور اختلاف نہ کرو، اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو، کہ تم لوگ آپس میں دشمن تھے، تو اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑا اور اس کے فضل وکرم سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم لوگ جہنم کی کھائی کے کنارے پہنچ چکے تھے، تو اللہ نے تمہیں اس سے بچا لیا، اللہ اپنی آیتوں کو اسی طرح تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔''

مذہب اسلام کی تعلیم روئے زمین کے تمام انسانوں میں وحدت کے اُصولوں پر مبنی ہے۔ دین اسلام نسل انسانی کو ایک وحدت میں منسلک کرتا ہے، اور اس چشمہ حیات کی طرف رہنمائی کرتا ہے، جو انسان کی رگ رگ میں رُوح کائنات بن کر سما رہا ہے۔

دین اسلام معرفت الٰہی کا نام ہے۔ دنیا کے ہر گوشے میں جہاں نسل انسانی آباد ہوئی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا رسول آیا، اور آ کر لوگوں کو معرفت الٰہی اور عبادت الٰہی کا درس دیا:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ ﴾ (الانبیاء: ۲۵)

''اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا، اس پر یہی وحی نازل کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لیے تم سب میری ہی عبادت کرو۔''

تمام کارخانہ ہستی کا خالق و مالک ایک ہی ہے، اور اس کی عالم گیر فطرت کا اُصول وادیٔ کائنات میں یکساں طور پر کام کر رہا ہے، تو پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ اس کی آسمانی سچائی اور قلبی روشنی کا قانون بھی ایک نہ ہو۔ اور وہ تمام بنی نوع انسان کو ایک ہی طریق پر نہ دیا گیا ہو۔

دنیا میں علوم وفنون کا کوئی شمار نہیں۔ لیکن دلوں کے سکون اور اطمینان کے لیے معرفت الٰہی کے بغیر اور کوئی تعلیم نہیں۔

اَلْعِلْمُ مَا قَالَ اللّٰهُ وَمَا قَالَ رَسُوْلُهٗ
وَمَا سِوَى ذَالِكَ ، وَسْوَاسُ الشَّيَاطِيْنِ

بیرونی و مادی نیچر کا مطالعہ ایک عارضی تسکین کا ذریعہ تو ضرور ہے لیکن روحانی اور پائیدار خوشی صرف خود شناسی، خود ضبطی، خود آگاہی اور خود ایثاری سے ہی حاصل ہوسکتی ہے:

﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾ (الحشر: ۹)

معرفت الٰہی، وحدتِ کاملہ تک رسائی پائے بغیر کوئی دین اور کوئی فلسفہ مکمل نہیں ہوسکتا۔ وحدت کا مفہوم پوری طرح ذہن نشین ہونے پر زندگی کے سب سوالات اور شکوک ختم ہو جاتے ہیں۔ توحید کا راز اور مظاہر فطرت کی ماہیت سمجھ آ جانے پر مرکز وجود سے محبت اور راحت کے چشمے بہنے لگتے ہیں۔ کائنات اور خالق کائنات کے درمیان ایک حسین امتزاج پیدا ہو کر نظامِ زندگی فطرت کے ہموار اور مستقیم خطوط پر استوار معلوم ہونے لگتا ہے۔ اور زندگی مسرت اور خوبصورتی کا ایک دلفریب منظر دکھائی دینے لگتی ہے۔

فلسفۂ وحدت کوئی مذہبی عقیدہ ہی نہیں بلکہ زندگی کی وہ روشنی ہے جو کلی زبانوں اور سب انسانوں کے لیے ہے۔ اور یہی وہ غیر متعصّبانہ تحقیق ہے جو کل افراد اور کل اقوام انسانی کو متحد کرنے کی استعداد رکھتی ہے، اگر انسانی دنیا نور وحدت سے منور ہو جائے تو معرفت الٰہی، حیاتِ کائنات کی اصل واساس ہے۔ وہ ذات ازل سے اور ابدی ہے:

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ﴾ (الحدید: ۳)

''وہی اوّل ہے، اور آخر ہے۔''

وہی ذات مطلق کائنات کی ہر شے پر محیط ہے:

﴿وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿٢٠﴾﴾ (البروج: ۲۰)

''اور اللہ نے انہیں (چہار جانب سے) گھیر رکھا ہے۔''

وہی اپنے بندوں کو عدم سے وجود میں لایا، اس نے نعمتیں عطا فرمائیں، اس نے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا، آسمان سے بارش نازل کرتا ہے، پھر اس مینہ کے پانی سے طرح طرح کے پھل پھول پیدا کرتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٢١﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٢﴾﴾ (البقرہ: ۲۱، ۲۲)

''اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا، اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے گذر گئے، تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ، جس نے زمین کو تمہارے لیے فرش اور آسمان کو چھت بنایا، اور آسمان سے پانی اُتارا جس کے ذریعے اس نے مختلف قسم کے پھل نکالے، تمہارے لیے روزی کے طور پر۔ پس تم اللہ کا شریک اور مدمقابل نہ ٹھہراؤ، حالانکہ تم جانتے ہو (کہ اس کا کوئی مقابل نہیں۔)''

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ''امام رازی رحمہ اللہ وغیرہ نے اللہ تعالیٰ کے وجود پر بھی اس آیت سے استدلال کیا ہے، اور فی الواقع یہ آیت اللہ تعالیٰ کے وجود پر بہت بڑی دلیل ہے۔ زمین اور آسمان کی مختلف شکل وصورت، مختلف رنگ، مختلف مزاج اور مختلف نفع کی موجودات، ان میں سے ہر ایک کا نفع بخش ہونا اور خاص حکمت کا حامل ہونا، ان کے خالق کے وجود اور اس کی عظیم الشان قدرت، حکمت، زبردست سطوط اور سلطنت ثبوت ہے۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''توت کے پتے ایک ہی ہیں، ایک ہی ذائقہ کے ہیں، کیڑے اور شہد کی مکھی اور گائیں بکریاں ہرن وغیرہ سب اس کو چباتے، کھاتے اور چرتے چگتے ہیں، اس کو کھا کر ریشم کا کیڑا ریشم تیار کرتا ہے، مکھی شہد بناتی ہے، ہرن میں مشک پیدا ہوتا ہے اور گائیں بکریاں مینگنیاں دیتی ہیں۔ کیا یہ اس امر کی صاف دلیل نہیں کہ ایک پتے میں یہ مختلف خواص پیدا کرنے والا کوئی ہے؟ اور اس کو ہم اللہ تبارک وتعالیٰ مانتے ہیں، وہی موجد اور صانع ہے۔''

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''انڈے کو دیکھو! چاروں طرف سے بند ہے۔ پھر اس میں پروردگار خالق یکتا جاندار بچہ پیدا کر دیتا ہے۔ یہی دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے وجود پر اور اس کی توحید پر۔'' (تفسیر ابن کثیر: ۱/۱۱۰، ۱۱۱)

﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ﴾ (الروم: ۱۹)

کتاب ''اللہ تعالیٰ کی پہچان'' زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔ یہ عظیم اور مبارک عمل ہمارے قابل احترام بھائی ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی حفظہ اللہ اور حافظ حامد محمود الخضری حفظہ اللہ کی کاوش ہے۔ ہم اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ فجزاهم الله فی الدنيا والآخرة.

اس کیف انگیز چھوٹے سے مجموعہ کا مقصد قارئین کرام کو اس چشمہ روشنی کی طرف

راہنمائی کرنا ہے جو ہر فرد و بشر کے اندر اس کی توجہ کی منتظر ہے۔

﴿وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ (الذاریات : ۲۱)

زیرِ نظر کتاب میں معرفت الٰہی کا علم ایک دلچسپ پیرائے اور فکر و بصیرت کی نظر افروز روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ ہر زندگی جو عام طور پر دُکھوں اور پریشانیوں سے گھری ہوئی ہے، فطرت کے حسن و جمال کا ایک دلفریب مرقع دکھائی دینے لگے گی۔ اگر طبیعت کو سکون اور دل کو اطمینان نہیں تو امارت و دولت، دنیا کو انسانیت کے لیے امن و امان اور خوش حالی کا گہوارہ بنانے کے تمام سامان ہیچ ہیں۔ ایسے مضطرب قلوب کے لیے ان اوراق کا مطالعہ تسکین احساسات کا ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ!

اس اُمید کے ساتھ یہ کتاب معرفتِ الٰہی کے رموز و اسرار کی طرف روشنی بہم پہنچانے اور زندگی کے اُن مستقیم خطوط پر جو افراد و اقوام کی تربیت سے متعلق ہیں، راہنمائی کے لیے ایک غمگسار رفیق ثابت ہوگی۔ اسے قدر شناس نگاہوں اور پرخلوص قلوب کے آگے پیش کیا جاتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمْ.

وکتبہ

عبداللہ ناصر رحمانی

سرپرست: انصار السنہ پبلی کیشنز۔ لاہور

باب نمبر 1

ہر قسم کی تعریف کا مستحق صرف اللہ رب العالمین ہے

آج اسلوبِ محبت میں اکیلے نہیں ہم
شہر کا شہر ہے اس طرزِ نگارش میں شریک

اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ لَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۷﴾

(لقمان: ۲۷)

”اور زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں، اور سمندر روشنائی بن جائیں، اور اس کے بعد مزید سات سمندر اس کی مدد کریں تو بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ بے شک اللہ زبردست، بڑا صاحب حکمت ہے۔“

مذکورہ بالا آیت میں اللہ رب العالمین اپنی عزت، کبریائی، بزرگی، اور جلالت شان بیان فرما رہا ہے۔ اپنی پاک صفات، اپنا بلند ترین مقام اور اپنے بے شمار کلمات کا ذکر فرما رہا ہے، جنہیں نہ کوئی گن سکے، نہ شمار کر سکے، نہ ان کا کوئی احاطہ کر سکے، اور نہ ہی ان کی حقیقت کو کوئی پا سکے۔ سیّد البشر، خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ دُعا کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

((لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ .))

”اے اللہ! میں تیری تعریف اُس طرح نہیں کر سکتا جیسا کہ تو نے اپنی تعریف آپ بیان فرمائی ہے۔“

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقال فى الركوع والسجود، رقم: ٤٨٦.

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کما حقہ کوئی بھی نہیں کر سکتا، جیسا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں ارشاد فرمایا ہے۔

امام ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں یوں رقم طراز ہیں:

''اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ سات سمندر سے زیادہ سمندر ہوں تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات لکھنے کے لیے کافی ہو جائیں گے، نہیں یہ گنتی تو زیادہ دکھانے کے لیے ہے۔'' (ابن کثیر)

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۭ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ①﴾ (الانعام: ۱)

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور جس نے تاریکیاں اور روشنی بنائی۔ پھر بھی اہل کفر دوسروں کو اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتداء '' اَلْحَمْدُ '' سے کی ہے تاکہ ہر کافر و مسلم سامع کو یہ معلوم ہو جائے کہ تمام قسم کی تعریفیں صرف اللہ کے لیے ہیں، اور ان لوگوں پر حجت قائم ہو جائے جو اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کا تنہا وہی پیدا کرنے والا ہے، اس لیے صرف وہی تمام تعریفوں کا مستحق ہے اس لیے کہ جس ذات نے زمین و آسمان جیسی چیزوں کو پیدا کیا ہے درحقیقت صرف وہی حمد و ثنا کا سزاوار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف بیان کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ اسی نے ہی تاریکی اور نور کو بنایا ہے تو جس ذات نے ظلمت و نور جیسی چیزیں پیدا کی ہیں یقیناً وہی تمام تعریفوں کا حق دار ہے۔ (تیسیر الرحمٰن)

نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾

(الاعراف : ٤٣)

''اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے، ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں اس راہ پر ڈالا، اگر اللہ ہماری رہنمائی نہ کرتا تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے۔ یقیناً ہمارے رب کے انبیاء حق بات لے کر آئے تھے، اور انہیں پکار کر بتایا جائے گا کہ تمہیں تمہارے اعمال کی وجہ سے اس جنت کا وارث بنا دیا گیا ہے۔''

جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں کے دلوں سے کینہ و حسد اور بغض و عداوت کو یکسر نکال دے گا، اس لیے کہ اگر وہاں بھی دنیا کی طرح ان کے دل آپس میں صاف نہیں ہوں گے تو اس طرح جنت کی نعمتیں کامل نہیں ہوں گی۔ اور جنتی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے: اے اللہ! تو نے ہم پر احسان کیا کہ ہمیں ایمان و عمل صالح کی توفیق دی، جس کے سبب آج ہم جنت کی بہاروں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝﴾

(بنی اسرائیل : ١١١)

''اور آپ کہہ دیجیے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنی کوئی اولاد نہیں بنائی، اور نہ (آسمان و زمین کی) بادشاہت میں کوئی اس کا شریک ہے، اور نہ عاجزی کی بنیاد پر کوئی اس کا دوست ہے، اور آپ اس کی خوب بڑائی بیان کرتے

رہیے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے کہیں کہ وہی ذات واحد ہر حمد وثنا کی مستحق ہے جس کی نہ کوئی اولاد ہے، جیسا کہ بعض عربوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا، اور یہود نے سیّدنا عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا، حالانکہ نہ تو دو جہانوں کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے، جیسا کہ مشرکین عرب حج میں تلبیہ پکارتے ہوئے کہتے تھے کہ:

((لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ إِلَّا شَرِیْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ .))[1]

''اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ جو تیرا شریک ہے۔''

اور نہ ہی اس میں ذلت اور عاجزی پائے جانے کی وجہ سے اس کا کوئی ولی، اور دوست ہے جیسا کہ بے دین اور مجوسی کہا کرتا تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے اولیا نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کو ذلت لاحق ہوتی (العیاذ باللہ)۔

مذکورہ بالا مضمون کی مزید تاکید کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ یہ بیان کر دیں کہ میرا رب اس سے بلند و بالا تر ہے کہ اسے کوئی نقص، عیب، محتاجی یا کوئی عاجزی لاحق ہو۔

﴿فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنتَ وَمَن مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٨﴾﴾ (المؤمنون: ٢٨)

''پس جب آپ اور آپ کے ساتھی کشتی میں سوار ہو جائیں تو کہیے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی۔''

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیغمبر سیّدنا نوح علیہ السلام سے فرمایا ہے کہ جب آپ، اور دیگر اہل ایمان کشتی پر سوار ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں کہ اس نے آپ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم: ١١٨٥.

لوگوں کو ظالموں سے نجات دی۔ نیز فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾﴾ (النمل: ۱۵)

''اور ہم نے داؤد وسلیمان کو علم دیا، اور ان دونوں نے کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں فرمایا کہ ہم نے داؤد و سلیمان علیہما السلام کو علم کثیر سے نوازا تھا۔ علم شریعت اور علم قضا کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا داؤد علیہ السلام کو زبور عطا کی، زرہ سازی کا علم دیا، لوہا ان کے ہاتھ میں پگھل جاتا تھا، دونوں باپ بیٹا پرندوں کی بولی بھی سمجھتے تھے، اور سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے جن وانس، پرندے، ہوا اور جانور وغیرہ مسخر کر دیے گئے تھے، اور دونوں کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہی سے بھی نوازا تھا۔

ان گوناگوں نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے دونوں نے کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس نے اپنے بہت سے مومن بندوں پر ہمیں فضیلت دی ہے یعنی یہ علم ونبوت اور یہ بادشاہی سب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسی کا عطیہ ہے، اس نے محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان نعمتوں سے نوازا ہے، ہم تو اس کے ناچیز بندے ہیں، ہم ان نعمتوں کو حاصل کرنے کی اپنے اندر کب قدرت رکھتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی حمد وثنا کی مستحق تو فقط اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہے، چنانچہ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱﴾﴾ (سبا: ۱)

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے اور آخرت میں بھی تمام تعریفیں اسی کے لیے ہوں گی اور وہ بڑی حکمت والا ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔''

"اَلْحَمْدُ" سے مراد وہ تمام تعریفیں ہیں جو آسمانوں اور زمین کے درمیان ہوسکتی ہیں، اوران سب تعریفوں کا حق دار صرف اللہ تعالیٰ ہے جو آسمانوں اور زمین اور ان میں پائی جانے والی ہر چیز کا مالک ہے۔ وہ ان میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اور وہ تمام نعمتیں جو رب العالمین نے بندوں کو دی ہیں سب اسی کی پیدا کردہ ہیں۔ اس لیے آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی مخلوقات کے وجود پر اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنا گویا اس کی ان نعمتوں پر تعریف بیان کرنا ہے جو اس نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں۔

جس طرح دنیا کی زندگی میں صرف وہ مالک کل تمام تعریفوں کا حق دار ہے اِسی طرح آخرت کی زندگی میں بھی وہی تمام تعریفوں کا حق دار ہوگا اہل جنت جب اپنے رب کے فضل و کرم سے جنت میں بھیج دیے جائیں گے تو اس کا گن گائیں گے، اوراس کی حمد وثنا بیان کرتے کہیں گے: ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔'' (الزمر: ۷٤)

اور کہیں گے: ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اس راہ پر ڈالا۔''

(الاعراف: ٤٣)

اور کہیں گے: ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم والم کو دُور کر دیا۔''

(فاطر: ٣٤)

اور جس نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس جنت میں داخل کر دیا ہے۔'' (فاطر: ٣٥)

معلوم ہوا کہ رب العالمین جس طرح دنیا میں تمام تعریفوں کا مستحق ہے اسی طرح وہ آخرت میں بھی تمام تعریفوں کا مستحق ہے، اور جس طرح وہ دنیا کا مالک کل ہے اسی طرح وہ تنہا آخرت کا بھی مالک ہے۔ اور وہ اپنے تمام اُمور میں حکمت والا ہے اور اپنی مخلوقات کے اعمال واسرار سے خوب واقف ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ ﴾ (فاطر: ٣٤)

''اور وہ لوگ کہیں گے کہ ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس نے ہم سے

غم دُور کر دیا۔ بے شک ہمارا رب بڑا معاف کرنے والا، (طاعت و بندگی کا) اور اچھا بدلہ دینے والا ہے۔''

قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ نیک لوگوں پر اپنا فضل و کرم فرمائے گا اور سب کو اس جنت میں داخل کر دے گا، جس میں انہیں پہننے کے لیے سونے اور موتی کے زیورات اور ریشمی لباس ملیں گے، اور تب سب مل کر وہ اپنے رب کی ان کرم فرمائیوں پر اس کا شکر ادا کریں گے، جس نے ان کے دل سے ہمیشہ کے لیے حزن و ملال کو دُور کر دیا۔ اور کہیں گے کہ ہمارا رب بڑا معاف کرنے والا اور نیک اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دینے والا ہے۔ نیز کہیں گے: ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں ہمیشہ باقی رہنے والی جنت میں داخل کیا جہاں ہمیں کبھی بھی تھکن، اور پریشانی لاحق نہیں ہوگی۔

معلوم ہوا کہ ہر قسم کی توفیق رب العالمین کے لیے ہے، مزید وضاحت کے لیے ذیل میں ہم چند احادیث پیش کرتے ہیں:

ایک یہودی غلام نبی کریم ﷺ کی خدمت کرتا تھا، وہ بیمار ہو گیا تو نبی کریم ﷺ عیادت کی غرض سے اس کے پاس آئے، اور اس سے کہا ''مسلمان ہو جا۔'' تو اس نے اپنے قریب ہی موجود اپنے والد کی طرف دیکھا، اس کے والد نے کہا: ابوالقاسم کی اطاعت کرو، تو وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر نبی کریم ﷺ وہاں سے نکلے اور آپ کہہ رہے تھے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی انْقَذَهُ مِنَ النَّارِ .)) [1]

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اسے آگ سے بچا لیا۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی کپڑے پہنے اور یہ دُعا کرے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی كَسَانِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّي وَلَا قُوَّةٍ .)) [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۵۶.

[2] سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۲۳، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ (کپڑا) پہنایا اور مجھے یہ عطا کیا میری کسی بھی ذاتی قوت اور طاقت کے بغیر۔''

تو اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔

معراج کی رات رسول اللہ ﷺ کے سامنے شراب اور دودھ پیش کیا گیا، تو آپ نے دودھ کو پسند فرمایا۔ اس پر سیّدنا جرائیل علیہ السلام نے فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ ، لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ .)) [1]

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کی فطرت کی جانب رہنمائی فرمائی (کیونکہ) اگر آپ شراب پکڑ لیتے تو آپ کی اُمت گمراہ ہو جاتی۔''

نبی اکرم ﷺ جب نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَحْیَانَا بَعْدَ مَا أَمَا تَنَا وَإِلَیْهِ النُّشُوْرِ .)) [2]

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور ہم کو اسی کی طرف اُٹھ کر جانا ہے۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب سب سے ادنیٰ جنتی کو جنت میں داخل کیا جائے گا، اور وہ اپنے گھر میں داخل ہو گا تو جنت کی حوروں میں سے اس کی دو بیویاں اس کے پاس آئیں گی اور کہیں گی:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَاكَ لَنَا ، وَاَحْیَانَا لَكَ .)) [3]

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے تجھے ہمارے لیے اور ہمیں تمہارے لیے زندہ کیا۔''

---

[1] صحیح بخاری ، کتاب الاشربة ، رقم: ٥٥٧٦.

[2] صحیح بخاری ، کتاب الدعوات ، رقم: ٦٣٢٤.

[3] صحیح مسلم ، کتاب الایمان، رقم: ٤٦٤.

مذکورہ بالا تمام قرآنی آیات اور احادیث میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ ہر قسم کی تعریف کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر حال میں یاد کرنا چاہیے جب بھی کوئی نعمت ملے تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنی چاہیے، نیز ان قرآنی آیات اور احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ کی پہچان کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔

باب نمبر 2

فرشتے ہر وقت
اللہ تعالیٰ کی حمد، بڑائی اور پاکی بیان کرتے ہیں

اللہ جل جلالہ اپنے مقدس کلام میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ۩ ﴾ (الاعراف : ٢٠٦)

''بے شک جو (فرشتے) آپ کے رب کے پاس ہیں، وہ اس کی عبادت سے تکبر کی وجہ سے انکار نہیں کرتے۔ اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، اور اس کے لیے سجدہ کرتے رہتے ہیں۔''

یہی وہ ذکر الٰہی ہے جس میں فرشتے دن رات خشوع وخضوع کے ساتھ مشغول رہتے ہیں، اور کبھی بھی نہیں تھکتے، اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور اس کے حضور سجدہ کرتے رہتے ہیں، اور اس سے مقصود مومنوں کو ترغیب دلانا ہے کہ وہ بھی فرشتوں کی طرح کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کریں، تسبیح وتہلیل میں مشغول رہیں، نماز پڑھیں اور سجدہ کرتے رہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

((أَ لَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَآئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا ، فَقُلْنَا: يَارَسُولَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَآئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ: يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الْأُولىٰ وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ .)) [1]

[1] صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب الأمر بالسكون فى الصلاة، رقم : ٤٣٠.

''تم اسی طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جیسا کہ فرشتے اپنے رب کے پاس صفیں بناتے ہیں؟ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں) ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! فرشتے اپنے رب کے پاس کیسے صفیں بناتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ پہلے اوّل صف کو پورا کرتے ہیں، اور صفوں میں ذرا سی بھی گنجائش اور جگہ باقی نہیں چھوڑتے۔''

افضل ترین کلام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کون سا کلام افضل ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا اصْطَفَى اللّٰهُ لِمَلَآئِكَتِهٖ اَوْ لِعِبَادِهٖ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ)) [1]

''جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں یا اپنے بندوں کے لیے چنا ہے (اور وہ ہے) ''اللہ تعالیٰ پاک ہے اپنی حمد وتعریف کے ساتھ۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٥﴾﴾

(الزمر: ۷۵)

''اور آپ فرشتوں کو عرش کے چاروں طرف گھیرا ڈالے دیکھیں گے، اپنے رب کی حمد وثنا اور پاکی بیان کر رہے ہوں گے۔ اور لوگوں کے درمیان حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا، اور ہر طرف یہی کہا جائے گا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے جب یہ بتایا کہ وہ حساب وکتاب کے بعد اہل جنت کو جنت میں

[1] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم: ۲۷۳۱.

اور اہل جہنم کو جہنم میں بھیج دے گا، اور ہر ایک کو اس کے کیے کا بدلہ پورے عدل و انصاف کے ساتھ چکا دے گا، تو اب فرشتوں کے بارے میں خبر دی جارہی ہے کہ وہ عرش کے چاروں طرف سر نیاز جھکائے اپنے رب کی پاکی اور بڑائی بیان کرنے میں لگے ہوں گے۔'' (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

دوسرے مقام پر ارشادِ خدوندی ہے:

﴿فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ﴿٣٨﴾﴾ (حم السجدہ: ۳۸)

''پس اگر یہ لوگ تکبر کی وجہ سے اللہ کی عبادت نہ کریں، تو (نہ کریں) وہ فرشتے جو آپ کے رب کے پاس ہیں وہ رات دن اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، اور تھکتے نہیں۔''

اس سے پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض عظیم نشانیوں کو بیان کیا ہے جو اس کے کمالِ قدرت اور اس کے علم و حکمت پر دلالت کرتی ہیں، اور جو انسان کو دعوتِ ایمان دیتی ہیں کہ لیل و نہار کی گردش، شمس و قمر کا نور اور ان کا ایک محکم نظام کے مطابق اپنے اپنے دائرے میں چلتے رہنا اور اس میں ذرہ برابر کا فرق نہ آنا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں، اور شمس و قمر اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں اس لیے بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ اے لوگو! آفتاب و ماہتاب کی پرستش نہ کرو بلکہ اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے۔ اور عبادت میں اس کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہ بناؤ۔

مذکورہ بالا آیت میں نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ اگر ان تمام نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود مشرکین مکہ کبر و غرور کی راہ اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے بندگی کو خالص نہیں کرتے تو انہیں بتا دیجیے کہ فرشتے رات دن آپ ﷺ کے رب کی تسبیح میں مشغول ہیں، اور کبھی بھی نہیں تھکتے۔

باب نمبر 3

اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے

شر کی طغیانیوں نے ہے گھیرا ہوا
سر تیرے آگے جھک جائیں ہر حال میں

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵۱﴾

(الذاریات : ۵۱)

''اور تم لوگ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ۔ میں بے شک اس کی جانب سے تمہارے لیے صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔''

حافظ ابن کثیر مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ ''ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے، اور وہ وحدہ لاشریک اور یکتا ہے، پس تم اس کی طرف دوڑو، اپنی توجہ کا مرکز صرف اسی کو بناؤ، اپنے تمام تر کاموں میں اسی کی ذات پر اعتماد کرو، میں تو تم سب کو صاف صاف آگاہ کر دینے والا ہوں۔ خبردار! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، میرے کھلم کھلا خوف دلانے کا لحاظ رکھنا۔'' (ابن کثیر)

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۹۱﴾ (المؤمنون : ۹۱)

''اللہ نے اپنی کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ کوئی اس کے ساتھ دوسرا معبود ہے، ورنہ

ہر معبود اپنی مخلوقات کو لے کر الگ ہو جاتا، اور ان میں سے ہر ایک دوسرے پر چڑھ بیٹھتا، اللہ ان تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے جنہیں لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنی نہ کوئی اولاد بنائی ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے، اس لیے کہ اگر اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہوتے تو ہر ایک اپنی مخلوقات میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا اور نتیجہ یہ ہوتا کہ نظامِ عالم کو سنبھالنے میں ان کے درمیان ٹکراؤ پیدا ہوتا۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے پورے عالم کا نظام غایت درجہ منظّم ہے، اور ہر چیز ایک دوسرے سے ایک خاص نظام کے مطابق جڑی ہوئی ہے۔ نیز اگر کئی معبود ہوتے تو ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا، اور اگر دونوں ایک دوسرے کے مقابلے میں عاجز ہوتے تو معبود نہ ہوتے۔ اور اگر ایک غالب ہوتا اور دوسرا مغلوب، تو مغلوب معبود نہ ہوتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''اس کی ذات ظالم مشرکوں کے اس دعویٰ سے پاک ہے'' کہ اس کا کوئی بیٹا ہے یا اس کا کوئی شریک ہے، وہ تو غائب و حاضر سب کا علم رکھتا ہے، اس لیے اس کی ذات اعلیٰ صفات مشرکوں کی افترا پردازی سے بلند و بالا ہے۔'' (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٧٢﴾﴾ (القصص: ۷۱، ۷۲)

''اے میرے نبی! آپ مشرکین سے پوچھیے تمہارا کیا خیال ہے اگر اللہ قیامت تک کے لیے تم پر رات کو مسلط کر دے، تو اللہ کے سوا کون تمہارے لیے روشنی لائے گا کیا تم سنتے نہیں ہو۔ آپ مشرکین سے پوچھیے تمہارا کیا خیال ہے اگر اللہ قیامت تک کے لیے تم پر دن مسلط کر دے تو اللہ کے سوا کون تمہارے لیے رات کو لائے گا جس میں تم آرام کرتے ہو کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔''

سنی اَن سنی نہ کرو:

اللہ تعالیٰ کا احسان دیکھو کہ بغیر تمہاری کوشش اور تدبیر کے دن اور رات برابر آگے پیچھے آ رہے ہیں، اگر رات ہی رات رہے تو تم عاجز آ جاؤ، تمہارے کام رُک جائیں، تمہاری زندگی دوبھر ہو جائے، تم تھک جاؤ، اُکتا جاؤ، کسی کو نہ پاؤ جو تمہارے لیے دن نکال سکے کہ تم اس کی روشنی میں چلو پھرو، دیکھو بھالو، اپنے کام کاج کرو۔ افسوس! تم سن کر بھی اَن سنی کر دیتے ہو۔

اسی طرح گر وہ تم پر دن کو روک دے، رات آئے ہی نہیں تو بھی تمہاری زندگی تلخ ہو جائے، بدن کا انتظام اُلٹ پلٹ ہو جائے، تم تھک جاؤ، تنگ ہو جاؤ۔ کوئی نہیں جسے قدرت ہو کہ وہ رات لا سکے جس میں تم راحت و آرام حاصل کر سکو، لیکن تم آنکھیں رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور مہربانیوں کو دیکھتے ہی نہیں ہو، یہ بھی اسی کا احسان ہے کہ اس نے دن رات دونوں پیدا کر دیے ہیں کہ رات کو تمہیں سکون و آرام حاصل ہو اور دن کو تم کام کاج، تجارت، زراعت، سفر اور دیگر مشاغل کر سکو۔ تمہیں چاہیے کہ تم اس مالک حقیقی، اس قادر مطلق کا شکر ادا کرو، رات کو اس کی عبادتیں کرو، رات کے قصور کی تلافی دن میں اور دن کے قصوروں کی تلافی رات میں کرو یہ مختلف چیزیں قدرت کے نمونے ہیں، اور اس لیے کہ تم نصیحت و عبرت پکڑو اور رب کا شکر کرو۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ⑭﴾

(طٰہ: ۱۴)

”بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔اس لیے آپ میری عبادت کیجیے، اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کیجیے۔“

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

”عبادت احکامِ شرعیہ میں سب سے پہلا اور سب سے اہم حکم ہے جس کا ہر انسان مکلّف ہے۔علاوہ ازیں جب الوہیت کا مستحق بھی وہی ہے تو عبادت بھی صرف اسی کا حق ہے۔عبادت کا ذکر کرنے کے بعد نماز کا خصوصی حکم دیا حالانکہ عبادت میں نماز بھی شامل تھی تاکہ اس کی وہ اہمیت واضح ہو جائے جیسے کہ اس کی ہے:﴿لِذِكْرِي﴾ کا ایک مطلب یہ ہے کہ تو مجھے یاد کرے، اس لیے کہ یاد کرنے کا طریقہ عبادت ہے، اور عبادات میں نماز کو خصوصی اہمیت وفضیلت حاصل ہے۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جب بھی میں تجھے یاد آؤں نماز پڑھ۔یعنی اگر کسی وقت غفلت ، ذہول یا نیند کا غلبہ ہو تو اس کیفیت سے نکلتے ہی اور میری یاد آتے ہی نماز پڑھ۔جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:”جو نماز میں سو جائے یا بھول جائے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب بھی اسے یاد آئے پڑھ لے۔“ [1]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴿٩﴾﴾

(المزمل : ٩)

”وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس آپ اسی کو اپنا کارساز بنا لیجیے۔“

صرف اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا مالک اور متصرف ہے، مشرق ومغرب سب اسی کے قبضہ میں ہے، اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں تو جس طرح صرف اسی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے

[1] صحيح بخاری ، کتاب المواقيت ، باب من نسی صلاة فليصل ، اذ ذكرها [احسن البيان]

اسی طرح صرف اسی پر بھروسہ کرنا ہے۔ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ہے: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ''اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ کر۔'' اس معنی کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جس میں ہے کہ عبادت، اطاعت، توکل اور بھروسہ کے لائق ایک اسی کی پاک ذات ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں، اس بات کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٥٩﴾﴾

(الاعراف: ۵۹)

''ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا تو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! تم لوگ اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں، میں تمہارے بارے میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''

سیّدنا نوح علیہ السلام کے زمانے سے کچھ پہلے تک تمام لوگ اسلام پر قائم چلے آرہے تھے، پھر سب سے پہلے توحید سے انحراف اس طرح آیا کہ جب اس قوم کے صالحین فوت ہوئے تو ان کے عقیدت مندوں نے ان کی قبور پر سجدہ گاہیں (عبادت خانے) قائم کر دیں، اور ان کی تصویریں بھی وہاں لٹکا دیں، مقصد ان کا یہ تھا کہ اس طرح ان کی یاد سے وہ بھی اللہ کا ذکر کریں گے، اور ذکر الٰہی میں ان کی مشابہت اختیار کریں گے۔ جب کچھ وقت گزرا تو انہوں نے ان تصویروں کے مجسمے بنا دیے، اور پھر کچھ اور عرصہ گزرنے کے بعد یہ مجسمے بتوں کی شکل اختیار کر گئے اور ان کی پوجا پاٹ شروع ہوگئی اور قومِ نوح کے یہ صالحین ''ود، سواع، یعوق، یغوث، نسر'' معبود بن گئے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے سیّدنا نوح علیہ السلام کو ان میں نبی بنا کر بھیجا جنہوں نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی، اور اللہ واحد کی عبادت کی تلقین کی، اور کہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں قیامت کے دن تمہیں عذاب نہ ہو۔ لیکن تھوڑے سے لوگوں کے سوا کسی نے آپ کی تبلیغ کا اثر قبول نہیں کیا۔ بالآخر اہل ایمان کے سوا سب کو غرق کر دیا گیا۔

سیّدنا صالح علیہ السلام کو جب ان کی قوم ثمود کی طرف بھیجا گیا تو انہوں نے بھی اپنی قوم کو اس بات کی دعوت دی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَٰلِحًا ۗ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ ۖ ...... ﴾ (الاعراف : ٧٣)

''اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے......''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''قومِ ثمود'' حجاز اور شام کے درمیان ''وادی القریٰ'' میں رہائش پذیر تھی۔ ۹ ہجری میں تبوک جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا ان کے مساکن اور وادی سے گزر ہوا جس پر آپ نے صحابہ سے فرمایا: کہ معذب (جن پر عذاب آیا ہو) قوموں کے علاقے سے گزرتے ہوئے روتے ہوئے یعنی عذابِ الٰہی سے پناہ مانگتے ہوئے گزرو۔'' [1]

ثمود کی طرف سیّدنا صالح نبی بنا کر بھیجے گئے، سیّدنا صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تو انہوں نے اپنے پیغمبر سے مطالبہ کیا کہ تم پتھر کی چٹان سے ایک اونٹنی نکال کر دکھاؤ، جسے نکلتے ہوئے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ سیّدنا صالح علیہ السلام نے ان سے عہد لیا کہ اس کے بعد بھی اگر ایمان نہ لائے تو وہ ہلاک کر دیے جائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مطالبے پر اونٹنی ظاہر فرما دی۔ اس اونٹنی کی بابت انہیں تاکید کر دی گئی کہ اسے بُری نیت سے کوئی شخص ہاتھ نہ لگائے ورنہ عذابِ الٰہی کی گرفت میں آ جاؤ گے لیکن ظالموں نے اس اونٹنی کو بھی قتل کر ڈالا، جس کے تین دن بعد انہیں چنگھاڑ کے عذاب سے ہلاک کر دیا گیا، اور وہ اپنے

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة في مواضع الخسف والعذب، رقم: ٤٣٣.

گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔‘‘[تفسیر احسن البیان]

سیّدنا ہود علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ (الاعراف : ٦٥)

’’اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ثمود کو بھیجا۔ اس نے کہا اے میری قوم! تم لوگ اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے تو کیا تم لوگ پرہیز گار نہیں بنو گے۔‘‘

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾

(البقرہ: ۱۳۳)

’’کیا جب یعقوب کی موت قریب تھی تو تم لوگ وہاں موجود تھے؟ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے اور آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود، ایک اللہ کی عبادت کریں گے، اور ہم اسی (ایک اللہ) کے اطاعت گزار ہیں۔‘‘

مذکورہ بالا آیت میں یہود و نصاریٰ پر حجت تمام کرنے کے لیے سیّدنا یعقوب علیہ السلام کی وصیت بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے بھی اپنے بیٹوں کو مرنے سے پہلے دین اسلام پر چلنے کی وصیت کی تھی۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْاَنْبِیَاءُ اِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ ، اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰی وَدِیْنُهُمْ وَاحِدٌ .)) [1]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۶۵۔ تفسیر طبری: ۵/ ۳۹۶۔ زاد المسیر: ۲/ ۳۷۳.

''انبیاء کرام علیہم السلام آپس میں علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں مختلف ہیں، اور ان کا دین ایک ہے۔''

پروردگارِ عالم اپنی مقدس کتاب قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَھِیْدٌ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ اَئِنَّکُمْ لَتَشْھَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِھَةً اُخْرٰی قُلْ لَّآ اَشْھَدُ قُلْ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ۝۱۹﴾ (الانعام: ۱۹)

''آپ پوچھیے کہ کس چیز کی شہادت سب سے بڑی ہے۔ آپ کہیے کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ اللہ ہے، اور یہ قرآن مجھے بذریعہ وحی دیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ تمہیں اور ہر اس شخص کو ڈراؤں جس تک اس قرآن کا پیغام پہنچے۔ کیا تم لوگ واقعی اس بات کی گواہی دو گے کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہیے کہ میں تو ایسی گواہی نہیں دیتا ہوں۔ آپ کہیے کہ وہ اللہ اکیلا معبود ہے، اور میں بے شک ان معبودوں سے اظہارِ برأت کرتا ہوں جنہیں تم لوگ اللہ کا شریک بناتے ہو۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ کسی ایسے آدمی کو لاؤ جو تمہاری نبوت کی شہادت دے اس کے لیے اہل کتاب نے تو اس کی شہادت دینے سے انکار کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان کافروں کو کہیے کہ اللہ سے بڑھ کر کون گواہ ہوسکتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ کی خبر میں جھوٹ کا احتمال نہیں ہو سکتا، اور یہ قرآن بھی میری نبوت کی تصدیق کرتا ہے جس کے مانند تم لوگ لانے سے عاجز ہو، اور یہ قرآن اس لیے نازل کیا گیا ہے تاکہ اے اہل مکہ! میں تمہیں اور تمام بنی نوع انسان کو ڈراؤں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ مشرکین کے شرک کا انکار کریں، اور کہیں کہ تم لوگ تو اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کے ہونے کی گواہی دیتے ہو لیکن میں انکار کرتا ہوں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ وہ صرف اللہ کی وحدانیت کا اعلان کریں، اور جھوٹے معبودوں سے برأت کا اظہار کریں۔'' (تیسیر الرحمن: ۱/ ۳۹۲)

﴿قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُوا۟ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا ﴿١١٠﴾﴾ (الکھف: ۱۱۰)

''آپ کہیے کہ میں تو تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کا یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا: آپ ان مشرکین سے جو آپ کی رسالت کی تکذیب کرتے ہیں کہہ دیجیے کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں مجھ میں اور تم میں فرق صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر وحی نازل فرماتا ہے۔ قران بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے بذریعہ وحی دیا ہے، یہ میرا کلام نہیں ہے اگر تم میں سے کوئی شخص میری تکذیب کرتا ہے تو وہ قرآن جیسا کلام لا کر دکھائے میں نے تمہیں زمانہ ماضی کے جو واقعات سنائے ہیں وہ بھی مجھے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتائے ہیں مجھے غیب کا علم نہیں ہے میں تمہیں یہ بھی خبر دیتا ہوں کہ میں جس اللہ کی عبادت کی تمہیں دعوت دیتا ہوں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے تو جو کوئی ایمان رکھتا ہے کہ اسے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اسے شریعت محمدیہ کے مطابق عمل کرنا چاہیے، اور اُسے چاہیے کہ وہ کسی بھی حال میں اللہ کی عبادت میں دوسروں کو شریک نہ بنائے۔

نیز اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث میں بھی کثرت سے اس

بات کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ ذیل میں ہم چند احادیث ذکر کرتے ہیں تاکہ یہ بات آفتابِ نیم روز کی طرح عیاں ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے:

سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِي بِیَدِهٖ اَوْ وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَیْرُہٗ......)) ❶

''اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں......''

رسول اللہ ﷺ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد یہ دُعا بھی پڑھا کرتے تھے:

((سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ .)) ❷

''اے اللہ ! میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں تیری حمد کے ساتھ، اور بہت بابرکت ہے تیرا نام، اور تیری شان بلند ہے، اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اس طرح تشہد سکھایا کرتے تھے جیسے قرآن کی کوئی سورت سکھاتے ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے تھے:

((اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ .)) ❸

''اللہ ہی کے لیے ہیں میری تمام قولی، فعلی اور مالی عبادتیں، سلام ہو آپ پر اے

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، رقم: ١٤٦٠

❷ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ٧٧٦، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، رقم: ٦٢٦٥.

نبی، اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں آپ پر، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔‘‘

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَـا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ.)) [1]

’’جو کوئی سچے دل سے یہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔‘‘

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم کراهية أن لا يفقهوا، رقم: ۱۲۸.

باب نمبر 4

ہر ایک مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

خلاق دو عالم اپنی انقلاب آفریں کتاب میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الطَّيۡرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسۡبِيۡحَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَفۡعَلُوۡنَ ۝۴۱﴾ (النور: ٤١)

''اے میرے نبی! آپ دیکھتے نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی تمام مخلوقات اور فضا میں پَر پھیلا کر اُڑتے ہوئے پرندے سبھی اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، ہر مخلوق اپنی نماز اور تسبیح کو جانتی ہے، اور اللہ ان سب کے اعمال سے خوب واقف ہے۔''

مذکورہ بالا آیت میں نبی کریم ﷺ کو بالخصوص اور ہر صاحب عقل ونظر کو بالعموم مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ آسمان اور زمین میں پائی جانے والی تمام مخلوقات، چاہے وہ فرشتے ہوں یا بنی نوع انسان، چاہے وہ جن ہوں یا حیوان حتی کہ جمادات بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ پرندے فضا میں اُڑتے ہوئے اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں، کائنات کی ہر چیز کو معلوم ہے کہ اسے اللہ کی تسبیح کس طرح بیان کرنی ہے۔ یعنی اللہ نے ہر مخلوق کو یہ علم الہام والقاء کیا ہے کہ وہ اللہ کی تسبیح کس طرح کرے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اتفاق کی بات نہیں بلکہ آسمان وزمین کی ہر چیز کا تسبیح کرنا، اور نماز ادا کرنا یہ بھی اللہ ہی کی قدرت کا ایک مظہر ہے۔

نیز احادیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ چیونٹیاں بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ ، أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ أَحْرَقْتَ أُمَّةً مِنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ .)) ❶

''ایک چیونٹی نے کسی نبی کو کاٹ لیا تو اس نے چیونٹیوں کی بستی کے متعلق حکم دیا (کہ اسے جلا دیا جائے) پس اسے جلا دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس نبی کی طرف وحی نازل فرمائی کہ ایک چیونٹی نے تجھے کاٹا، اور تو نے ایک اُمت کو جلا ڈالا جو (اپنے رب کی) پاکی بیان کرتی تھی۔''

سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ .)) ❷

''ہم کھانا کھاتے وقت کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔''

یہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے کانوں سے کھانے میں سے تسبیح کی آواز سن لیتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس کائنات ہست و بود کی ہر شے محوِ تسبیح و تہلیل ہے، لیکن ہمیں اس کا ادراک وشعور نہیں۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ﴾

(بنی اسرائیل: ٤٤)

''ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے، لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں پاتے۔''

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب اذا حرق المشرك المسلم هل يحرق، رقم: ٣٠١٩.

❷ صحیح بخاری، م کتاب المناقب، باب علامات النبوة فى الاسلام: ٣٥٧٩.

ایک دوسرے مقام پر فرمایا کہ ملائکہ بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں:

﴿اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ (المؤمن: ۷)

''جو فرشتے عرش اُٹھائے ہوئے اور جو فرشتے اس کے گرد جمع ہیں، یہ سب اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں۔''

سیّدنا نوح علیہ السلام نے وفات کے وقت اپنے بیٹے کو جن دو کاموں کا حکم دیا ان میں سے ایک یہ تھا:

((وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، فَإِنَّهَا صَلَاةُ كُلِّ شَيْءٍ، وَبِهَا يُرْزَقُ الْخَلْقُ.)) [1]

''اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرنا، کیونکہ یہ ہر چیز کی نماز ہے اور اسی کی وجہ سے مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں داخل ہونے والے پہلے گروہ کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا.)) [2]

''وہ صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کریں گے۔''

نیز متعدد آیاتِ کریمہ بھی اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾﴾ (بنی اسرائیل: ٤٤)

---

[1] مسند احمد: ٢/٢٢٦، رقم: ٧١٠١ شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، رقم: ٣٢٤٦

”ساتوں آسمان اور زمین اور جو مخلوقات ان میں پائی جاتی ہیں سبھی اس کی پاکی بیان کرتی ہیں، اور ہر چیز صرف اسی کی حمد وثنا اور پاکی بیان کرنے میں مشغول ہے لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو، وہ بے شک بڑا بردبار، بڑا معاف کرنے والا ہے۔“

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ ﴿٤٨﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٩﴾ ﴾ (النحل: ٤٨، ٤٩)

”کیا انہوں نے ان چیزوں کو نہیں دیکھا ہے جنہیں اللہ نے پیدا کیا ہے جن کے سائے نہایت انکساری کے ساتھ سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھکے رہتے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین میں جتنے چوپائے ہیں اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے بھی درانحالیکہ وہ تکبر نہیں کرتے ہیں۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

”مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمانوں میں رہنے والے تمام فرشتے اور زمین پر چلنے والے تمام چوپائے سب اس کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں۔ سبھی اس کے منشا اور ارادہ کے پابند ہیں۔ بالخصوص فرشتے اس کی عبادت اور اس کے سامنے سجدہ کرنے سے کبھی انکار نہیں کرتے، اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں جو ہر عظمت وکبریائی والا ہے، اور تمام مخلوق اس کے نیچے ہے۔“

(تیسیر الرحمن)

اس بات کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

﴿ يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ

الْحَمْدُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱﴾ (التغابن: ۱)

’’جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں، اور جتنی چیزیں زمین میں سب اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے، اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘

آسمانوں اور زمین میں جتنے حیوانات، نباتات اور جمادات ہیں سب اللہ کی پاکی اور بڑائی بیان کرتے ہیں، کوئی اپنی زبان سے تسبیح پڑھتا ہے جیسے فرشتے اور جن وانس۔ اور کسی کی ہیئت و حالت سے آشکارا ہوتا ہے کہ اس کا خالق تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے جیسے آسمان اور زمین، درخت، نباتات اور پہاڑ وغیرہ۔ وہ شہنشاہ دو جہان ہے، آسمانوں اور زمین میں اس کے سوا کسی کا حکم نہیں چلتا۔ تمام تعریفوں کا وہ تنہا سزا وار ہے، اور اس کی طاقت و قدرت لامحدود ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

باب نمبر 5

اللہ تعالیٰ ہی ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے

زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

خلاقِ دو عالم اپنے مقدس و متبرک کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ③﴾ (الانعام: ۳)

''اور آسمانوں اور زمین میں صرف وہی اللہ (عبادت کے لائق) ہے، وہ تمہارے پوشیدہ اور ظاہر سبھی احوال کو جانتا ہے، اور تمہارے تمام اعمال کی خبر رکھتا ہے۔''

حافظ صلاح الدین یوسف رقم طراز ہیں:

''اہل سنت یعنی سلف کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود تو عرش پر ہے جس طرح اس کی شان کے لائق ہے لیکن اپنے علم کے لحاظ سے ہر جگہ ہے یعنی اس کے علم و خبر سے کوئی چیز باہر نہیں۔ البتہ بعض گمراہ فرقے اللہ تعالیٰ کو عرش پر نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، اور وہ اس آیت سے اپنے عقیدے کا اثبات کرتے ہیں لیکن یہ عقیدہ جس طرح غلط ہے اُسی طرح یہ استدلال بھی صحیح نہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذات جس کو آسمانوں اور زمین میں اللہ کہہ کر پکارا جاتا ہے، اور آسمانوں اور زمین میں جس کی حکمرانی ہے، اور آسمانوں اور زمین میں جس کو معبودِ برحق سمجھا اور مانا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو سب کو جانتا ہے۔'' (احسن البیان)

اس بات کو اللہ تعالیٰ ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ (التوبہ: ۷۸)

''کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ان کے بھیدوں اور ان کی سرگوشی کو جانتا ہے، اور بے شک اللہ غیب کی باتوں کا بڑا جاننے والا ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴾ (المؤمن: ۱۹)

''اللہ آنکھوں کی خیانت اور ان باتوں کو جانتا ہے جنہیں سینے چھپائے ہوتے ہیں۔''

''مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس کا علم تمام چیزوں کو محیط ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے، وہ آنکھوں کی خیانتوں اور دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے تاکہ لوگ اس کی نافرمانی سے ڈریں، اور تقویٰ اور عمل صالح کی راہ اختیار کریں۔

''خیانت نظر'' کی تشریح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کی ہے کہ آدمی کسی کے گھر میں جائے، وہاں کوئی خوبصورت عورت ہو جسے لوگوں سے نظر بچا کر دیکھنے کی کوشش کرے، اور جب لوگوں کو اپنی طرف متوجہ پائے تو نظر نیچی کر لے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کا حال جان لیا، اس کی خواہش ہوتی ہے کہ کاش وہ اس عورت کی شرمگاہ کو بھی دیکھ لیتا!!''

(تیسیر الرحمن)

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ

الْغُيُوْبِ ﴿١١٦﴾ (المائدہ: ١١٦)

''اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب اللہ نے کہا: اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بناؤ۔ تو انہوں نے کہا: تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ میرے لیے یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ میں وہ بات کہوں جو میرا حق نہیں ہے۔ اگر یہ بات میں نے کہی ہے تو تجھے اس کی پوری خبر ہے، تو میرے دل کی چھپی باتوں کو جانتا ہے، اور میں تیرے دل کی کوئی بات نہیں جانتا ہوں، بے شک تو تمام غیبی اُمور کا جاننے والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام سے خطاب کر کے کہہ رہے ہیں کہ اے عیسیٰ! لوگ مجھے چھوڑ کر تیری اور تیری ماں کی عبادت کرتے رہے ہیں کیا تو نے ان لوگوں کو کہا تھا کہ تم میری اور میری ماں کی عبادت کرنا اور ہمیں معبود سمجھنا۔ تو آگے سے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ اے اللہ! میں نے تو ان کو اس طرح نہیں کہا تھا، اگر میں نے ان کو کہا ہوتا تو تجھے ضرور اس بات کا علم ہوتا کیونکہ تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام مزید فرمائیں گے: اے اللہ! میرے دل میں جو کچھ ہے تو اسے جانتا ہے اس لیے اگر میں نے کوئی بات ایسی کہی ہوگی تو تجھے یقیناً اس کی خبر ہوگی۔

نیز احادیث میں بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ظاہر و باطن کو خوب جاننے والی ہے۔ چند احادیث بطورِ تمثیل مندرجہ ذیل ہیں:

ایک طویل حدیث میں ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرتے ہوئے کہا:

((مَهْمَا يَكْتُمُ النَّاسُ يَعْلَمُهُ اللّٰهُ .)) [1]

---

[1] مسلم، كتاب الجنائز، رقم: ٢٢٥٦.

''جب لوگ کوئی بات چھپاتے ہیں تو اللہ کو اس کا علم ہوتا ہے۔''

مزید برآں ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ:

((لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ ، اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ .)) ❶

''اپنے نفسوں کا تزکیہ (پاکی) مت بیان کرو، اللہ تعالیٰ کو تم میں سے نیک لوگوں کا سب سے زیادہ علم ہے۔''

❶ صحيح الجامع الصغير، رقم: ٧٢٩٧.

باب نمبر 6

صرف اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے

علم غیب کس نمی داند بجز پروردگار

پروردگارِ عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ (التوبة: ۷۸)

''کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ان کے بھیدوں اور ان کی سرگوشی کو جانتا ہے، اور بے شک اللہ غیب کی باتوں کا بڑا جاننے والا ہے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (الانعام: ۵٠)

''آپ کہہ دیجیے میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ تک بھیجی جاتی ہے۔ آپ کہہ دیجیے کہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوسکتا ہے، کیا تم لوگ سوچتے نہیں۔''

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے کہا کہ مشرکین مکہ آپ سے کبھی نشانیاں طلب کرتے ہیں، کبھی کوئی اور سوال کرتے ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اللہ نے روزی کے خزانے میرے حوالے نہیں کیے کہ میں اس میں سے تمہاری خواہش کے مطابق تمہیں

دیتا رہوں، اور نہ میں غیب جانتا ہوں کہ قیامت یا نزولِ عذاب وغیرہ کا وقت بتا دوں اور نہ میں فرشتہ ہوں کہ مافوق الفطرت حرکات کا مظاہرہ کروں ۔ میں تو صرف اس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو اللہ کی طرف سے مجھ پر نازل ہوتی ہے۔

احادیث مبارکہ میں بھی اللہ کے نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے۔ذیل میں ہم چند احادیث ذکر کرتے ہیں:

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو قیام کرتے تو اپنی نماز کی ابتدا کس چیز کے ساتھ کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: جب آپ رات کو قیام کرتے تو (اس دعا کے ساتھ) اپنی نماز کی ابتدا کرتے:

((أَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَإِسْرَافِيْلَ ، فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ، اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ .)) [1]

”اے اللہ! جبرائیل ،میکائیل اور اسرافیل کے پروردگار! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! غیب اور حاضر کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہتے تھے۔ مجھے ہدایت دے حق کی ، ان باتوں کی جن میں اختلاف ہو گیا ہے یقیناً تو ہی جسے چاہے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ بھی عالم الغیب نہ تھے، آپ اپنے سے علم غیب کی نفی بایں الفاظ کرتے ہیں۔ چنانچہ سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ ، وَاِنَّهُ يَاتِيْنِى الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَكُوْنَ

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ ، رقم: ۱۷۶۷ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن“ کہا ہے۔

اَبْلَغُ مِنْ بَعْضٍ ، فَاَحْسِبُ اَنَّهُ صَادِقٌ فَاَقْضِی لَهُ بِذَلِكَ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَاِنَّمَا هِیَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيَاخُذْهَا اَوْ لِيَتْرُكْهَا .)) ❶

''میں ایک بشر ہوں، اور لوگ میرے پاس مقدمے لے کر آتے ہیں، ممکن ہے ایک شخص باتوں میں دوسرے سے زیادہ ماہر ہو، اور اس کی باتوں کی وجہ سے میں اسے سچا سمجھتے ہوئے اس کے حق میں فیصلہ دے دوں تو یہ دوزخ کا ایک ٹکڑا ہوگا، جس کا جی چاہے تو لے لے اور جی چاہے تو چھوڑ دے۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِتَمْرَةٍ مَسْقُوْطَةٍ ، فَقَالَ:"لَوْلَا اَنْ تَكُوْنَ مِنْ صَدَقَةٍ لَا كَلْتُهَا .)) ❷

''نبی کریم ﷺ ایک گری پڑی کھجور کے پاس سے گزرے تو فرمایا اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہوسکتی ہے تو میں اسے کھا لیتا۔''

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں حتی کہ اللہ کے محبوب پیغمبر نبی کریم ﷺ کو بھی غیب کا علم نہیں۔

اور اس پر مستزاد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آپ اعلان فرما دیں:

﴿ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۞ ﴾ (سبا : ٤٨)

''آپ کہہ دیجیے کہ میرا رب جو تمام غیبی اُمور کا جاننے والا ہے حق کو باطل پر دے مارتا ہے۔''

مزید فرمایا:

﴿ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ

❶ صحیح بخاری ، کتاب المظالم، رقم: ٧١٨٢.

❷ صحیح بخاری ، کتاب البیوع، رقم: ٢٠٥٥.

الْحَكِيمُ ﴿٣٢﴾ (البقرہ: ٣٢)

"انہوں نے کہا کہ (اے اللہ!) تیری ذات (ہر عیب سے) پاک ہے ہمارے پاس کوئی علم نہیں سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے تو ہی بے شک علم و حکمت والا ہے۔"

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿٥٩﴾﴾

(الانعام: ٥٩)

"اور غیب کے خزانے اسی کے پاس ہیں اس کے علاوہ انہیں کوئی نہیں جانتا، وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کی خبر رکھتا ہے، اگر ایک پتا بھی گرتا ہے تو وہ اسے جانتا ہے، اور اگر ایک دانہ بھی زمین کی تاریکیوں میں گرتا ہے اور کوئی بھی تازہ اور کوئی بھی خشک چیز ہو، تو وہ اللہ کی روشن کتاب میں موجود ہے۔"

عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"یہ آیت کریمہ قرآنِ مجید کی عظیم ترین آیات میں شمار ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم محیط کی تفصیل بیان کرتی ہے جو تمام غیوب کو شامل ہے، وہ جسے چاہتا ہے اسے ان غیوب میں سے کسی پر مطلع کر دیتا ہے اس نے اپنا بہت سا علم، عام جہان والے تو کجا ملائکہ مقربین اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے بھی پوشیدہ رکھا ہے۔ صحراوں اور بیابانوں میں حیوانات، درخت، ریت کے ذرات، کنکر اور مٹی سب اس کے علم میں ہیں۔ سمندروں کے جانوروں اور ان کی معدنیات، ان کے شکار وغیرہ اور ان تمام اشیاء کو وہ جانتا جو ان کے کناروں کے اندر اور ان کے پانیوں میں شامل ہیں۔

﴿وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ﴾ اور نہیں گرتا کوئی پتا، بحر و بر، آبادیوں، بیابانوں اور دنیا و آخرت کے درختوں پر سے اگر کوئی پتا گرتا ہے تو اسے بھی وہ جانتا ہے۔

﴿وَلَا حَبَّةٍ فِيۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ﴾ اور نہیں کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں یعنی پھل اور کھیتوں کے دانے وہ بیج جو لوگ زمین میں بوتے ہیں اور جنگلی نباتات کے بیج جن سے مختلف اصناف کی نباتات پیدا ہوتی ہے۔

﴿وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ﴾ اور نہ کوئی ہری چیز اور نہ کوئی سوکھی چیز یہ خصوص کے بعد عموم کا ذکر ہے۔ ﴿اِلَّا فِيۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ﴾ مگر وہ سب ''کتاب مبین'' میں ہے یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور لوح محفوظ ان تمام اُمور کو شامل ہے ان میں سے بعض اُمور تو بڑے بڑے عقل مندوں کو حیران اور مبہوت کر دیتے ہیں، اور یہ چیز رب عظیم کی عظمت اور اس کے تمام اوصاف میں اس کی وسعت پر دلالت کرتی ہے اگر تمام مخلوق کے اوّلین و آخرین جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا احاطہ کرنا چاہیں تو وہ اس پر قادر نہیں اور نہ ان میں اس کی طاقت ہی ہے نہایت بابرکت ہے رب عظیم کی ذات جو وسعت والی علم رکھنے والی، قابل تعریف، بزرگی والی، دیکھنے والی اور ہر چیز کا احاطہ کرنے والی ہے۔''

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرۡسٰٮهَا ؕ قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ رَبِّىۡ ۚ لَا يُجَلِّيۡهَا لِوَقۡتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ لَا تَاۡتِيۡكُمۡ اِلَّا بَغۡتَةً ؕ يَسۡـَٔلُوۡنَكَ كَاَنَّكَ حَفِىٌّ عَنۡهَا ؕ قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ اللّٰهِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝۱۸۷ قُلْ لَّاۤ اَمۡلِكُ لِنَفۡسِىۡ نَفۡعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ لَاسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَيۡرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوۡٓءُ ۛۚ اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِيۡرٌ وَّبَشِيۡرٌ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ۝۱۸۸﴾ (الاعراف: ۱۸۷، ۱۸۸)

''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب واقع ہو گی آپ کہہ دیجیے کہ اس کا علم تو صرف میرے رب کو ہے۔ اسے اس کے وقت مقرر پر اللہ کے علاوہ کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین کی ایک بھاری بات ہے وہ تمہارے سامنے اچانک آ جائے گی، لوگ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں کہ جیسے آپ ہر دَم اس کی کرید میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ میں تو اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں سوائے اس کے جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کا علم رکھتا تو بہت ساری بھلائیاں اکٹھی کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو صرف ایمان والوں کو جہنم سے ڈرانے والا اور جنت کی خوش خبری دینے والا ہوں۔''

یہ آیت اس بات میں کتنی واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ عالم الغیب نہیں بلکہ ''عالم الغیب'' صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن ظلم اور جہالت کی انتہا ہے کہ اس کے باوجود اہل بدعت آپ کو ''عالم الغیب'' باور کرواتے ہیں حالانکہ بعض جنگوں میں آپ کے دندانِ مبارک بھی شہید ہوئے، آپ کا چہرہ مبارک بھی زخمی ہوا، اور آپ نے فرمایا کہ یہ قوم کیسے فلاح یاب ہو گی جس نے اپنے نبی کے سر کو زخمی کر دیا۔

کتب احادیث میں یہ واقعات بھی اور ذیل کے واقعات بھی درج ہیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگی تو نبی اکرم ﷺ پورا ایک مہینہ سخت مضطرب اور نہایت پریشان رہے۔

ایک یہودی عورت نے آپ کی دعوت کی اور آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا اس کھانے کو آپ نے بھی تناول فرمایا اور صحابہ نے بھی، حتی کہ بعض صحابہ تو کھانے کی سمّیّت (زہریلے پن) سے شہید بھی ہو گئے، اور خود نبی کریم ﷺ عمر بھر اسی زہر کے اثرات محسوس فرماتے رہے۔

یہ اور اس قسم کے متعدد واقعات احادیث میں ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو عدم علم کی وجہ سے تکلیف پہنچی، نقصان اُٹھانا پڑا اس سے قرآن کی بیان کردہ حقیقت کا اثبات ہوتا ہے کہ ''اگر میں غیب جانتا ہوتا تو مجھے کوئی مضرت نہ پہنچتی۔''

اس حقیقت کو قرآن نے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے:

﴿ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِىٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِىٓ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّىٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ (هود: ۳۱)

''اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ کہتا کہ میں فرشتہ ہوں، اور نہ یہ کہتا ہوں کہ جنہیں تمہاری نظریں حقیر جانتی ہیں انہیں اللہ کوئی خیر عطا نہیں کرے گا، ان کے دِلوں میں جو کچھ ہے اسے اللہ خوب جانتا ہے، اگر میں ایسا کہوں گا تو یقیناً ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔''

یہ خطاب سیّدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم سے کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآنِ مجید کے اندر نقل کر دیا ہے تا کہ آنے والے لوگ اسے پڑھ کر اصل حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے سیّدنا سلیمان علیہ السلام کی موت کا ذکر کیا ہے، اور اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جنات ''عالم الغیب'' نہیں۔ اگر ''عالم الغیب'' ہوتے تو رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝ ﴾ (سبا: ۱٤)

''پس جب ہم نے ان کی موت کا حکم دے دیا تو ان کی موت کی خبر جنوں کو زمین

کے کیڑے کے سوا کسی نے نہیں دی جوان کی لاٹھی کو کھاتے رہے تھے پس جب وہ گر پڑے تب جنوں کو یقین ہو گیا کہ اگر وہ غیب کا علم رکھتے تو رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔''

''سیّدنا ابن جریر اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت بیان کی ہے کہ جب سیّدنا سلیمان علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ اب ان کی موت کا وقت آچکا ہے تو انہوں نے اپنے رب سے دُعا کی کہ اے میرے رب! میری موت کی خبر جنوں سے چھپا دے تاکہ لوگ جان لیں کہ ''جن'' غیب کی کوئی بات نہیں جانتے چنانچہ انہوں نے ایک لاٹھی پر ٹیک لگا کر نماز پڑھنی شروع کر دی، اور اسی حال میں ان کی موت آگئی، اور جن کام کرتے رہے، اور انہیں ایک مدت تک اس کی خبر نہ ہوئی، جب اللہ نے چاہا تو دیمک نے ان کی لاٹھی کو نیچے سے کھا لیا، اور سیّدنا سلیمان علیہ السلام کا جسم زمین پر گر گیا۔ تب جنوں کو ان کی موت کی خبر ہوئی، اور کہنے لگے کہ اگر انہیں غیب کا علم ہوتا تو ایک مدت سے عذاب میں نہ رہتے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں لوگوں کا اعتقاد تھا کہ جن غیب کی باتیں جانتے ہیں، اس آیت سے اسی کی تردید کی گئی ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝١٠٩ ﴾ (المائدہ: ۱۰۹)

''اللہ جب (روزِ قیامت) تمام رسولوں کو جمع کرے گا تو ان سے پوچھے گا کہ تمہیں (تمہاری دعوتِ حق کا قوموں کی طرف سے) کیا جواب ملا تو (خوف و دہشت کے مارے صرف اتنا) کہیں گے کہ ہمیں کوئی خبر نہیں۔ بے شک تو ہی تمام غیبی اُمور کا جاننے والا ہے۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ان کی قوموں نے اچھا یا بُرا جو بھی معاملہ کیا اس کا

علم تو یقیناً انہیں ہوگا لیکن وہ اپنے علم کی نفی یا تو محشر کی ہولنا کیوں اور اللہ جل جلالہ کی ہیبت وعظمت کی وجہ سے کریں گے یا اس کا تعلق ان کی وفات کے بعد کے حالات سے ہوگا۔ علاوہ ازیں باطنی اُمور کا علم تو کلیۃً صرف اللہ ہی کو ہے اسی لیے وہ کہیں گے ''علام الغیوب'' تو تو ہی ہے نہ کہ ہم۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء ورسل علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے، عالم الغیب صرف ایک اللہ کی ذات ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو جتنا کچھ بھی علم ہوتا ہے اولاً تو ان کا تعلق ان اُمور سے ہوتا ہے جو فرائض رسالت کی ادائیگی کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ ثانیاً ان اُمور کے متعلق ان کو بذریعہ وحی ہی آگاہ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ''عالم الغیب'' وہ ہوتا ہے جس کو ہر چیز کا علم ذاتی طور پر ہو، نہ کہ کسی کے بتلانے پر اور جس کو بتلانے پر کسی چیز کا علم حاصل ہوا سے عالم الغیب نہیں کہا جاتا، اور نہ وہ عالم الغیب ہوتا ہی ہے۔''

(احسن البیان)

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ١٠١ ﴾ (التوبہ: ۱۰۱)

''اور آپ کے اردگرد جو دیہاتی لوگ ہیں ان میں منافقین پائے جاتے ہیں، اور اہل مدینہ میں بھی کچھ ایسے لوگ ہیں کہ نفاق جن کی سرشت میں داخل ہو گیا ہے آپ انہیں نہیں جانتے، انہیں ہم جانتے ہیں، انہیں ہم دوبارہ عذاب دیں گے پھر وہ عذاب عظیم کی طرف بھیج دیے جائیں گے۔''

مذکورہ بالا آیت میں منافقین کے بارے میں بتلایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ مدینہ کے گردونواح میں جو بادیہ نشین ہیں ان میں اور اہل مدینہ میں بھی منافقین پائے جاتے ہیں وہ اپنا کفر چھپانے میں اتنے ماہر ہیں کہ آپ اپنی ہزار ذہانت و

بصیرت کے باوجود انہیں نہیں جانتے ہیں صرف اللہ ہی ان کی خبر رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو بعض منافقین کے ناموں کا پتہ تھا، آپ نے سیّدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو اُن منافقین کے نام بتائے تھے۔

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو بھی علم غیب نہ تھا:

﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿٧٠﴾﴾ (هود: ٦٩، ٧٠)

''اور ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر آئے انہوں نے کہا: ''سلامٌ علیکم'' ابراہیم نے کہا سلامٌ علیکم پھر جلد ہی ایک بھنا ہوا بچھڑا لے کر آئے۔ پس جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کی طرف کھانے کے لیے نہیں بڑھ رہے تو انہیں پسند نہیں کیا، اوران سے دل میں ڈرنے لگے۔ انہوں نے کہا: آپ ڈریے نہیں، ہم قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔''

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے دل میں ڈر اس لیے پیدا ہوا کہ کہیں یہ میرے قتل وغیرہ کا ارادہ تو نہیں رکھتے کیونکہ اس زمانے میں دستور تھا کہ مہمان جب کسی برائی کی نیت سے آتا تو میزبان کا کھانا نہیں کھاتا تھا۔ لیکن یہ فرشتے تھے اور فرشتے کھانا نہیں کھاتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر سیّدنا ابراہیم علیہ السلام ''عالم الغیب'' ہوتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ یہ فرشتے ہیں اس لیے کھانا نہیں کھا رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ''عالم الغیب'' صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اس لیے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے دل میں ایسے خیالات آئے، اور انہیں اس پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے علاوہ دوسروں سے ''عالم الغیب'' کی نفی کے متعلق دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝۲۰ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝۲۱ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۲۲﴾ (النحل: ۲۰ تا ۲۲)

''اور جن (معبودوں) کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے ہیں اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ وہ مردے بے جان ہیں، اور کچھ بھی شعور نہیں رکھتے ہیں کہ (دوبارہ) کب اُٹھائے جائیں گے۔ تم سب کا معبود ایک ہے پس جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل انکار کرتے ہیں۔ درانحالیکہ وہ تکبر کرتے ہیں۔''

اس آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ جن کو اللہ کے سوا پکارا جاتا ہے ان کی تو یہ حالت ہے کہ انہیں یہ پتہ نہیں کہ ان کو کب اُٹھایا جائے گا، اور یہ جو اپنے ہی نفع ونقصان کے مالک نہیں تو دوسروں کی کیا مدد کریں گے۔ نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن کو یہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے ہیں انہیں تو اپنے دوبارہ اُٹھنے کا بھی علم نہیں چہ جائیکہ دوسری چیزوں کا علم ہو۔

ایک مقام پر فرمایا:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝۲۷﴾ (الفتح: ۲۷)

''اللہ نے اپنے رسول کا برحق خواب سچا کر دکھایا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم یقیناً مسجد حرام میں داخل ہو گے، درانحالیکہ تم امن میں ہو گے، اپنے سروں کے بال منڈائے یا کٹائے ہوں گے پس اسے وہ معلوم تھا جو تم نہیں جانتے تھے، چنانچہ اس نے اس سے پہلے تمہیں ایک قریب کی فتح عطا کی۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا﴾ کہ ''اللہ وہ کچھ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے ہو'' (یعنی مکہ میں مسلمان مردوں اور عورتوں کا پایا جانا، اور جنگ ہونے کی صورت میں ان کے قتل کیے جانے کا خطرہ) اسی لیے اس نے اس سال تمہیں مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا ہے، اور خواب کے مطابق دخولِ مکہ سے پہلے، صلح حدیبیہ کے وقت حالات ساز گار کیے جو درحقیقت نتائج کے اعتبار سے مسلمانوں کے لیے عظیم فتح کے مترادف تھے۔

نیز فرمایا:

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَ الْآخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ③﴾ (الحدید: ۳)

''وہی اوّل ہے، اور آخر ہے، اور ظاہر ہے، اور باطن ہے، اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''وہ آسمانوں اور زمین کے ہر موجود سے پہلے تھا، اسی نے ہر چیز کو ایجاد کیا ہے، اور جب ہر چیز فنا ہو جائے گی تو صرف اسی کی ذات رہ جائے گی اور ہر چیز کے اوپر ہے کوئی چیز اس کے اوپر نہیں ہے، اور اس کا وجود دلائل و براہین کے ذریعے بالکل ظاہر ہے، اور اس کی ذات و ماہیت انسانوں کی آنکھوں اور عقلوں سے پوشیدہ ہے، کوئی اس کی ذات کے بھید کو نہیں پا سکتا اور وہ ہر چیز کے بھید سے واقف ہے۔

امام احمد، مسلم، ترمذی، ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خادمہ کی ضرورت کا ذکر کیا تو آپ نے انہیں نصیحت کی کہ وہ مندرجہ ذیل دُعا پڑھا کریں:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ...... اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ ، وَاَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَ

اَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدِّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ .))

''اس مبارک دعا میں نبی کریم ﷺ نے اس آیت کی بڑی عمدہ تفسیر فرمائی ہے کہ تو ہی اوّل ہے کوئی تجھ سے پہلے نہیں، اور تو ہی آخر ہے، کوئی تیرے بعد نہیں، اور تو ہی ظاہر ہے کوئی تجھ سے اوپر نہیں، اور تو ہی باطن ہے کوئی تجھ سے زیادہ پوشیدہ نہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

﴿ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ ﴾ (البقرہ: ۳۳)

''(اللہ نے) کہا: اے آدم! تو ان فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا جب آدم نے فرشتوں کو ان کے نام بتائے تو اللہ نے کہا: کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہوں، اور جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔''

تمام غیبی اُمور کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اسی حقیقت کو یہاں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کے تمام غیبی اُمور کو جانتا ہے انہی غیبی اُمور میں سے اللہ کو یہ علم بھی تھا کہ سیّدنا آدم علیہ السلام تمام اشیاء کے نام بتا دیں گے اور فرشتے عاجز رہیں گے۔ اسی ضمن میں یہ بات بھی آ گئی کہ سیّدنا آدم اور اس کی ذریت میں ''خلیفۃ الارض'' بننے کے جن اسباب و مبررات کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے وہ فرشتے نہیں جان سکتے، اور اس کا مشاہدہ بھی ہو گیا کہ سیّدنا آدم علیہ السلام نے تمام چیزوں کے نام بتا دیے جب کہ فرشتے عاجز رہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾ ﴾ (لقمان: ۱۶)

’’اے میرے بیٹے! اگر ایک رائی کے دانے کے برابر کوئی چیز کسی چٹان کے اندر ہے، یا آسمانوں میں ہے یا زمین میں ہے، تو اللہ اسے سامنے لائے گا۔ بے شک اللہ بڑی باریک نظر والا، بڑا باخبر ہے۔‘‘

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝﴾ (القلم: ۷)

’’بے شک آپ کا رب ان کو اچھی طرح جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گئے ہیں، اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو راہِ راست پر ہیں۔‘‘

﴿ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ ۖ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝﴾ (سبا: ۳)

’’اور اہل کفر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی، آپ کہہ دیجیے کہ ہاں میرے رب کی قسم جو غیب کی باتیں جانتا ہے وہ یقیناً تم پر آ کر رہے گی، اس سے ایک ذرّہ کے برابر بھی کوئی چیز آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی نہیں ہے، اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی۔ ہر چیز اور ہر بات ایک روشن کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔‘‘

مشرکین مکہ آخرت کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی ان کے اس باطل عقیدہ کی تردید کی ہے کہ یہ تمہاری خام خیالی ہے اس رب کی قسم! جو تمام غیبی اُمور کا جاننے والا ہے قیامت آ کر رہے گی، اس ’’علام الغیوب‘‘ سے آسمانوں اور زمین کے درمیان ایک ذرّہ کے برابر بھی کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ ہر چیز اور ہر بات اس کے علم میں ہے اور لوحِ محفوظ میں درج ہے، انسانوں

کی ہڈیاں اوران کے جسموں کے ٹکڑے، جہاں بھی ہوں اور جتنے بھی بکھر گئے ہیں، اسے ایک ایک ذرّے کی خبر ہے اور روزِ قیامت ایک لفظ ''کن'' کے ذریعہ ان سب کو آنِ واحد میں جمع کر کے اسی طرح زندہ کر دے گا جس طرح اس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: جس سے پوچھ رہے ہو اس کے متعلق اسے سائل سے زیادہ علم نہیں البتہ میں تمہیں اس کی کچھ نشانیاں بتاتا ہوں (اور وہ یہ ہیں کہ):

((اِذَا وَلَـدَتِ الْمَرْأَةُ رَبَّتَهَا فَذَاكَ مِنْ اَشْرِاطِهَا: فَإِذَا كَانَ الْحُفَاةُ الْـعُـرَاةُ رُءُ وْسُ النَّاسِ ، فَذَاكَ مِنْ اَشْرَاطِهَا ، فِيْ خَمْسٍ لَا يَـعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ﴾ [1]

''جب عورت اپنی مالکہ کو جنے گی تو یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اور جب ننگے قدموں والے، ننگے جسموں والے سردار بن جائیں تو یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے (پھر آپؐ نے فرمایا: قیامت تو ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں'' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی یہ علم رکھتا ہے کہ رحم مادر میں کیا ہے، کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اسے کس جگہ پر موت آئے گی۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ .)) [2]

---

[1] صحیح بخاری ، کتاب التفسیر ، باب قوله : ان اللّٰه عنده علم الساعة، رقم : ٤٧٧٧ .

[2] صحیح بخاری ، کتاب القدر، رقم: ٦٥٩٧ .

’’اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے جو وہ عمل کرنے والے تھے۔‘‘

مذکورہ بالا آیات کریمہ اور احادیث طیبہ سے یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ ’’عالم الغیب‘‘ فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی ’’عالم الغیب‘‘ نہیں حتی کہ جمیع انبیاء ورسل علیہم السلام کو بھی اس وقت تک علم نہیں ہوتا تھا جب تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں بتا نہ دے۔

باب نمبر 7

اللہ تعالیٰ ہی نگہبان اور کارساز ہے

خالق ارض وسما ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴾ (الاحزاب : ٥٢)

''اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾

(المائدہ : ١١٧)

''میں نے تو ان سے وہی بات کہی تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ (اے اللہ کے بندو!) تم لوگ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تم سب کا رب ہے، اور میں جب تک ان کے درمیان رہا ان کے اعمال پر شاہد رہا۔ پس جب تو نے مجھے اُٹھا لیا تو اس کے بعد تو ہی ان کے اعمال سے باخبر رہا، اور تو ہر چیز کا نگہبان ہے۔''

عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''سیّدنا مسیح علیہ السلام نے تصریح فرمائی کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے سامنے وہی چیز بیان کی تھی کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا ﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖ﴾ ''میں نے ان سے کچھ نہیں کہا بجز اسکے جس کا تو نے مجھے حکم دیا۔'' پس میں تو تیرا تابع بندہ ہوں مجھے تیری عظمت کے سامنے دَم مارنے کی جرأت نہیں ﴿اَنِ

اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ﴾ ''یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔'' میں نے تو صرف الٰہ واحد کی عبادت اور اخلاص دین کا حکم دیا تھا جو کہ اس بات کا متضمن ہے کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنانے سے باز رہیں، اور اس بیان کا متضمن ہے کہ میں تو اپنے رب کی ربوبیت کا محتاج ہوں وہ جیسے تمہارا رب ہے ویسے ہی میرا بھی رب ہے۔ ﴿وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ﴾ ''اور میں ان لوگوں پر گواہ رہا جب تک میں ان میں موجود رہا۔'' یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ کون اس بات پر قائم رہا اور کون اس پر قائم نہ رہ سکا۔ ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ﴾ ''پس جب تو نے مجھ کو (آسمان پر) اُٹھا لیا تو تو ہی ان کی خبر رکھنے والا تھا'' یعنی ان کے بھیدوں اور ضمائر کو جاننے والا ہر چیز کو دیکھنے والا ہے اس لیے تو ہر چیز پر شاہد ہے۔ تیرا علم تمام معلومات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ تیری سماعت مسموعات کو سن رہی ہے۔ اور تیری بصر تمام مرئیات کو دیکھ رہی ہے۔ پس تو ہی اپنے بندوں کو اپنے علم کے مطابق خیر و شر کی جزا دے گا۔'' (تفسیر السعدی: ۱/۴۶۷)

قرآنِ کریم میں ''وفاۃ'' کا لفظ تین معنوں میں استعمال ہوا ہے: موت کے معنی میں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا﴾ (الزمر: ۴۲) نیند کے معنی میں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ﴾ (الانعام: ۶۰) اور اُٹھا لینے کے معنی میں، جیسا کہ اس آیت کریمہ میں آیا ہے اور آل عمران کی آیت (۵۵) ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ﴾ میں آیا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام جب اپنی دنیاوی عمر پوری کر کے عالم برزخ کی طرف منتقل ہوتے ہیں تو انہیں اپنی اُمتوں کے احوال و اعمال کا پتہ نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ہی تمام اُمور کا نگہبان ہے، اس بات کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿١٧٣﴾﴾

(آل عمران: ۱۷۳)

''جن سے لوگوں نے کہا کہ کفار تم سے جنگ کے لیے جمع ہو گئے ہیں تم ان سے ڈر کر رہو تو اس خبر نے ان کا ایمان بڑھا دیا، اور انہوں نے کہا کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔''

احادیث میں ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ کے پڑھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

چنانچہ امام بخاری نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جانے لگا تو سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے پڑھا ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ مشرکین قریش اپنی پوری قوت مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے جمع کر رہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی آیت کی تلاوت کی۔ [1]

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كَيْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَاسْتَمَعَ الاِذْنَ مَتٰى يُوْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ فَكَأَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلٰى اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ لَهُمْ: قُوْلُوْا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا.)) [2]

''میں کیسے خوش ہو سکتا ہوں جب کہ صور والا (فرشتہ) صور کو منہ میں لیے ہوئے ہے اور حکم کا منتظر ہے جب اسے پھونکنے کا حکم دیا جائے گا وہ (اس میں) پھونک دے گا (اور قیامت قائم ہو جائے گی) یہ بات گویا آپ کے ساتھیوں پر گراں گزری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کہو ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ اچھا

---

[1] صحيح بخاری، التفسير، رقم: ٤٥٦٣.

[2] سنن ترمذی، كتاب صفة القيامة، رقم: ٢٤٣١، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

کارساز ہے ہم نے اللہ پر ہی بھروسہ کیا۔''

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٦٦﴾﴾ (یوسف: ٦٦)

''یعقوب نے کہا میں اسے تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جانے دوں گا یہاں تک کہ تم مجھ سے اللہ کے نام کا پختہ عہد کرو کہ تم اسے ضرور میرے پاس واپس لاؤ گے، الا یہ کہ تم سب کو گھیر لیا جائے۔ پس جب سب نے ان سے پختہ عہد کر لیا تو کہا کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس کا ضامن اللہ ہے۔''

مذکورہ بالا آیات اور احادیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ کارساز اور تمام اُمور کی نگہبان محض اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہے۔

باب نمبر 8

اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر نگہبان مقرر کر رکھے ہیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ﴿١٧﴾ مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾ ﴾ (ق : ۱۷، ۱۸)

''جب عمل جمع کرنے والے دو فرشتے دائیں اور بائیں بیٹھے تمام اعمال کو جمع کرتے رہتے ہیں، آدمی جب بھی کوئی بات اپنی زبان سے نکالتا ہے تو اس کے پاس ایک نگہبان تیار ہوتا ہے (جو اسے لکھ لیتا ہے۔)''

اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کے تمام احوال سے فرشتوں کے واسطہ کے بغیر غایت درجہ با خبر ہے لیکن اس کے باوجود فرشتوں کے ذریعے انسان کے اعمال کا ریکارڈ میں لایا جانا محض اتمام حجت کے لیے ہے۔ انسان جب بھی اپنی زبان سے کوئی بات نکالتا ہے اس پر متعین فرشتے فوراً اسے اس کے نامۂ اعمال میں لکھ لیتے ہیں، دائیں طرف کا فرشتہ اس کے نیک اعمال کو اور بائیں طرف کا فرشتہ اس کے بُرے اعمال کو درج کر لیتا ہے، اور وہ فرشتے انتہائی مستعد اور ہر آن تیار رہتے ہیں، اور اپنی ذمہ داری سے کبھی غافل نہیں ہوتے ہیں۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿٦١﴾ ﴾

(الانعام : ٦١)

''اور وہ اپنے بندوں پر پوری طرح غالب ہے، اور وہ تم پر نگران فرشتے بھیجتا ہے

یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں، اوراس بارے میں وہ کوئی بھی کوتاہی نہیں کرتے ہیں۔‘‘

’’حَـفَـظَةً‘‘ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو انسان کے آگے پیچھے ہمہ وقت لگے رہتے ہیں، اور ہر قسم کی آفت ومصیبت سے اللہ کے حکم سے بچاتے ہیں، اوران کی تعداد چار ہے دو دن میں رہتے ہیں اور دورات میں۔ اور یہ موت تک انسان کی حفاظت کرتے رہتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ﴾

(الرعد: ۱۱)

’’ہر ایک کے لیے یکے بعد دیگرے آنے والے فرشتے مقرر ہیں جو اس کے آگے اور پیچھے لگے ہوتے ہیں، اور جو اللہ کے حکم کے مطابق اس کی حفاظت کرتے ہیں۔‘‘

ان میں وہ فرشتے بھی داخل ہیں جو بندوں کے اعمال گنتے اور لکھتے ہیں۔ اس طرح اس آیت میں فرشتوں کی تین قسموں کو بیان کیا گیا ہے یہاں تک کہ جب موت کا وقت آ جائے گا تو روح قبض کرنے والا فرشتہ اور دوسرے مدد گار فرشتے آ کر بغیر کسی تاخیر کے اس کی روح قبض کرلیں گے اور اللہ کے حکم کے مطابق اگر نیک روح ہوگی تو ’’علیین‘‘ میں اور اگر فاجر ہو گی تو ’’سجین‘‘ میں محفوظ کر دیں گے۔

باب نمبر 9

اللہ تعالیٰ نہایت ہی سلامتی اور رحمت والا ہے

لے پناہوں میں ہم کو بھی رحمت تیری
تجھ سے ہی مانگتے ہیں محبت تیری

خالق ارض وسما اپنے مقدس کلام میں فرماتا ہے:

﴿ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲ ﴾

(فاطر : ۲)

''اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے جو رحمت کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ روک دے اس کے بعد کوئی جاری کرنے والا نہیں، اور وہ بڑا زبردست بڑی حکمت والا ہے۔''

یعنی ہر چیز کا دینے والا بھی وہی ہے اور واپس لینے یا روکنے والا بھی وہی اس کے سوا نہ کوئی معطی اور منعم ہے اور نہ مانع وقابض۔ اِسی طرح نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ ، وَ لَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ .)) [1]

''اے اللہ! جس کو تو دے اسے روکنے والا کوئی نہیں، اور جس سے تو روک دے اسے دینے والا کوئی نہیں۔''

﴿ وَاللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۵ ﴾ (یونس : ۲۵)

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۱۵۰۵، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''اور اللہ سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف بلاتا ہے، اور جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس جنت کو حاصل کرنے کی ترغیب دلائی ہے جو امن وسلامتی کا گھر ہے جہاں اہل جنت کو کوئی پریشانی اور کوئی مصیبت لاحق نہیں ہوگی۔ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ رحمت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ لَوْ يُؤَاخِذُهُم بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۚ بَل لَّهُم مَّوْعِدٌ لَّن يَجِدُوا مِن دُونِهِ مَوْئِلًا ﴿٥٨﴾ ﴾

(الکہف: ۵۸)

''اور آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا ، رحم کرنے والا ہے، اور اگر ان کی کرتوتوں پر ان کا مواخذہ کرتا تو جلد ان پر عذاب بھیج دیتا، بلکہ ان کے عذاب کا ایک وقت مقرر ہے اس وقت وہ اللہ کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں پائیں گے۔''

نیز سورۃ انعام میں فرمایا:

﴿ قُل لِّمَن مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُل لِّلَّهِ ۚ كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢﴾ ﴾ (الانعام: ۱۲)

''آپ پوچھیے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کا ہے اس نے رحمت کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے وہ بے شک تم سب کو قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے جن لوگوں نے (ایمان وعمل کے اعتبار سے) اپنا خسارہ کرلیا وہ ایمان نہیں لائیں گے۔''

وسعت رحمت کے بارے میں سورۃ الاعراف میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ

شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾ (الاعراف : ١٥٦)

''اور (اے میرے رب!) تو ہمارے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے، اور آخرت میں بھی ہم نے تیری طرف رجوع کرلیا۔ اللہ نے کہا میں اپنے عذاب میں جسے چاہتا ہوں مبتلا کرتا ہوں، اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔ پس میں اسے ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔''

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری رحمت نے تمام چیزوں کو گھیر رکھا ہے، میری رحمت تمام چیزوں پر وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت اور فضیلت بیان فرمائی ہے، ذیل میں ہم ان میں سے چند احادیث مبارکہ ذکر کرتے ہیں:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَمَّا قَضَى اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ كِتَابًا فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ عَرْشِهِ إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي .)) [1]

''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو ایک کتاب لکھی جو اس کے پاس عرش پر ہے (اس میں لکھا ہوا ہے کہ) میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہی بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوبَةِ ، مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهِ أَحَدٌ ، وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهِ أَحَدٌ)) [2]

---

[1] صحيح بخاری ، كتاب بدء الخلق، رقم: ٣١٩٤.

[2] صحيح مسلم، كتاب التوبة ، باب فى سعة رحمة الله ، رقم: ٦٩٧٩.

''اگر مومن کو علم ہو جائے کہ اللہ کے ہاں کس قدر عذاب ہے تو کوئی شخص اس کی جنت کی طمع نہ رکھے، اور اگر کافر ہو معلوم ہو جائے کہ اللہ کی رحمت کتنی وسیع ہے تو اس کی جنت سے کوئی مایوس نہ ہو۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَّاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَّامِ...... .)) [1]

''بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے سو رحمتیں ہیں اس نے ان میں سے ایک رحمت کو جنوں، انسانوں، چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں میں تقسیم فرمایا، چنانچہ وہ اس رحمت کے باعث آپس میں میلان رکھتے ہیں اور اس کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت و شفقت سے پیش آتے ہیں اسی کے باعث وحشی جانور اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں لیکن اللہ نے ننانوے رحمتوں کو روک رکھا ہے وہ قیامت کے دن ان کے ساتھ اپنے بندوں پر رحم کرے گا۔''!

اللہ تعالیٰ نے اپنی وسعت رحمت کے متعلق اپنے مقدس کلام میں مزید ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٥٣﴾﴾ (الزمر: ٥٣)

''اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے اے میرے بندو جنھوں نے اپنے آپ پر (گناہوں کا ارتکاب کر کے) زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا، بے حد مہربان ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اپنی مایہ ناز تفسیر میں رقم طراز ہیں:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة اللّٰه، رقم: ٦٩٧٤.

''تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے شرک، قتل اور نبی کریم ﷺ کی ایذا رسانی جیسے گناہوں کا ارتکاب کیا تھا، اور اسلام لانا چاہتے تھے لیکن ڈرتے تھے کہ شاید ان کے گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ انہیں اور اللہ کے تمام بندوں کو اس کی وسیع رحمت اور عظیم مغفرت کی خوش خبری دے دیں کہ انہیں اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہونا چاہیے۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ۝۴۳﴾ (الاحزاب: ٤٣)

''وہ ذاتِ برحق تم پر اپنی رحمت بھیجتا ہے، اور اس کے فرشتے تمہارے لیے دعا کرتے ہیں تاکہ اللہ تمہیں ظلمتوں سے نکال کر نورِ حق تک پہنچا دے، اور اللہ مومنوں پر بے حد رحم کرنے والا ہے۔''

''اس آیت کریمہ میں ذکر الٰہی پر مداومت کی بہت زیادہ ترغیب دلائی گئی ہے، اور یہاں ''اللہ کی صلاۃ'' سے مراد اس کی رحمت و مہربانی ہے یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں پر رحم کرتے ہوئے انہیں ہر بھلائی کی طرف بلاتا ہے، اور ''فرشتوں کی صلاۃ'' سے مراد یہ ہے کہ وہ مومنوں کے لیے اللہ کے حضور دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

﴿اِذْ اَوَى الْفِتْیَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝۱۰﴾ (الکہف: ١٠)

''جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لے لی تو کہا کہ اے ہمارے رب! تو ہمیں اپنی رحمت عطا کر اور ہمیں ہمارے معاملے میں راہِ راست پر رکھ۔''

اے اللہ! ہمیں اپنی ردائے رحمت میں ڈھانپ لے، اور ہمیں قیامت کی رسوائیوں سے محفوظ رکھنا۔ (آمین)

باب نمبر 10

اللہ تعالیٰ ہی ہدایت کی توفیق بخشتا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ۝٥٦ ﴾ (القصص : ٥٦)

”آپ جسے ہدایت دینا چاہیں اُسے ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور وہ ہدایت قبول کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔“

یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ جو بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

چنانچہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب تھا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے، ابو جہل، عبداللہ بن اُبی اور اُمیہ بن مغیرہ وہاں پہلے ہی سے موجود تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَیْ عَمِّ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ))

”اے چچا! آپ صرف کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ دیجیے تاکہ اس کلمہ کے ذریعے اللہ کی بارگاہ میں میں آپ کی شفاعت کروں۔“

اس پر ابو جہل اور عبداللہ بن ابی اور اُمیہ بولے کیا تم عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جاؤ گے؟ آپ ﷺ بار بار ان سے صرف یہی کہتے رہے اور یہ دونوں بھی ان کے سامنے بار بار اپنی بات دہراتے رہے۔ آخر ابو طالب کی زبان سے جو آخری کلمہ نکلا وہ یہ تھا کہ وہ عبدالمطلب کے مذہب پر ہی قائم ہے۔ اُس نے کلمہ ”لا الٰہ الا اللہ“ پڑھنے سے انکار کر دیا۔

راوی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَالَمْ أُنْهَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ....﴾ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ " ❶

''اللہ کی قسم! میں آپ کے لیے بخشش طلب کرتا رہوں گا حتی کہ مجھے اس سے روک دیا جائے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ''نبی اور اہل ایمان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔'' اور خاص ابو طالب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: '' (اے نبی!) جسے تم چاہو ہدایت نہیں دے سکتے البتہ اللہ اُس کو ہدایت دیتا ہے جس کے لیے وہ ہدایت چاہتا ہے۔''

مزید احادیث بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہدایت اللہ ہی دیتا ہے جسے چاہتا ہے اُن میں سے چند ایک احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

نبی کریم ﷺ جب رات کو قیام کرتے تو جس دعا کے ساتھ نماز کی ابتدا کرتے وہ یہ ہے:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ...... اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ)) ❷

''اے اللہ! جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے پروردگار!...... یقیناً تو جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: '' (اے علی! تم) یوں کہا کرو۔''

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالسَّدَادَ .)) ❸

''اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت اور (قول وعمل میں) استقامت و درستگی کا سوال

❶ صحيح بخاری، کتاب التفسير، رقم: ٤٧٧٢

❷ صحيح مسلم، کتاب صلاة المسافرين و قصرها، رقم: ١٨١١.

❸ مسند احمد: ١٣٨/١ - صحيح ابن حبان، رقم: ٩٩٨ - ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

کرتا ہوں۔‘‘

’’جنگ حنین‘‘ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے انصاری صحابہ کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

((یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَمْ اَجِدْکُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاکُمُ اللّٰهُ بِیْ)) [1]

’’اے انصار کے گروہ! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے ذریعے ہدایت سے نوازا؟‘‘

رسول اللہ ﷺ دورانِ خطبہ یہ کلمات پڑھا کرتے تھے:

((مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلِ فَلَا هَادِیَ لَهُ .)) [2]

’’جسے اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔‘‘

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۲۶ ﴾ (النساء: ۲۶)

’’اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے احکام کو بیان کر دے، اور ان (اچھے) لوگوں کی راہ پر ڈال دے جو تم سے پہلے تھے، اور تمہارے ساتھ بھلائی کرے، اور اللہ بڑا علم والا، بڑی حکمتوں والا ہے۔‘‘

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَ اللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝۸۸ ﴾ (النساء: ۸۸)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۳۳۰.

[2] سنن نسائی، کتاب النکاح، باب ما یستحب من الکلام عند النکاح، رقم: ۳۲۷۷، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

''پس تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقین کے بارے میں دو گروہوں میں بٹ گئے ہو، حالانکہ اللہ نے ان کے کیے کی وجہ سے انھیں اوندھا منہ گمراہی میں دھکیل دیا، کیا تم لوگ اسے ہدایت دینا چاہتے ہو جسے اللہ نے گمراہ کر دیا ہو، اور اللہ جس کو گمراہ کر دے اس کے لیے آپ راہ نہ پائیں گے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''بخاری، مسلم، احمد اور ترمذی نے سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ اُحد کے لیے نکلے تو کچھ لوگ جو آپ کے ساتھ نکلے تھے، راستہ سے واپس ہو گئے ان کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دو رائے ہو گئیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمیں انھیں قتل کر دینا چاہیے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ نہیں وہ مسلمان ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اور ان منافقین کا نفاق ظاہر کیا۔'' (تیسیر الرحمن)

مزید اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَ فَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ ٞ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۸ ﴾ (فاطر: ۸)

''کیا جس شخص کی بداعمالیاں اس کے لیے خوشنما بنادی گئی ہوں، پس وہ انھیں اچھا سمجھتا ہے (اس شخص کے مانند ہوسکتا ہے جس کے اندر یہ صفت نہ ہو) پس بے شک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، پس آپ ان کے حال پر افسوس کر کے اپنی جان نہ دے دیجیے، بے شک اللہ ان کے کارناموں کو خوب جاننے والا ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور ان کی روح کو تقویت پہنچانے کے لیے کہا گیا ہے کہ اگر کافروں اور فاجروں کے برے اعمال کو شیطان اور خود ان کا نفس امارہ ان کی نگاہوں میں

خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے، اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے سارے اعمال درست ہیں تو گویا اللہ انھیں گمراہ کرنا چاہتا ہے کیوں کہ اللہ جسے چاہتا ہے، گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اس لیے آپ کافروں کی گمراہی اور ان کے ایمان نہ لانے پر گھٹ گھٹ کر اپنے آپ کو پریشان نہ کیجیے اللہ تعالیٰ ان کے کرتوتوں سے خوب واقف ہے، اور وہی انھیں ان کے اعمال کا بدلہ چکائے گا۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَمَآ أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾﴾ (یوسف: ۱۰۳)

''اور آپ کی خواہش کے باوجود اکثر و بیشتر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔''

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اے نبی! آپ لاکھ کوشش کرلیں ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ سیّدنا شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اُمّ المؤمنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کے پاس ہوتے تو کون سی دُعا سب سے زیادہ پڑھتے؟ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ زیادہ تر یہ دعا کیا کرتے تھے: ((يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ .)) ...... ''اے دلوں کے پھیرنے والے! میرا دل اپنے دین پر جما دے۔'' میں نے عرض کیا: آپ یہ دُعا اکثر کیوں مانگتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے اُمّ سلمہ! کوئی آدمی ایسا نہیں جس کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان نہ ہو۔ پھر وہ جسے چاہتا ہے (دین حق پر) قائم رکھتا ہے، جسے چاہتا ہے (راہِ راست) سے ہٹا دیتا ہے۔'' [1]

سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جن حدیثوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے روایت کرتے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو، سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں، پس مجھ سے ہدایت مانگو، میں تمھیں ہدایت دوں گا۔'' [2]

اے رب کریم! ہمیں ہدایت عطا فرما دے۔ (آمین)

---

[1] سنن الترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ۳۵۲۲، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحیح مسلم، کتاب البر والصله، رقم: ٦٥٧٢.

باب نمبر 11

اللہ تعالیٰ ہی مصائب و آلام اور مشکلات کو دُور کرنے والا ہے

اللہ مشکل میں خود مشکل کشا ہے! اپنے بندوں کا
کسی بندے کو میں مشکل کشا کہدوں یہ مشکل ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧﴾ ﴾ (الانعام: ١٧)

''اور اگر اللہ تمھیں کسی تکلیف میں مبتلا کر دے تو اللہ کے سوا کوئی اُسے دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تمھیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اس لیے کہ نفع اور نقصان کا مالک صرف وہی ہے وہ اپنی مخلوقات میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے نہ کوئی اس کے فیصلہ کو چیلنج کرسکتا ہے، اور نہ ہی کوئی اُسے ردّ کرسکتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((أَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ .)) [1]

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الاعتصام، رقم: ٧٢٩٢.

"اے اللہ! تو جسے دے اسے کوئی منع نہیں کر سکتا، اور تو جسے منع کر دے اسے کوئی دے نہیں سکتا، اور کسی صاحب حیثیت کو اس کی حیثیت تیرے مقابلہ میں نفع نہیں پہنچا سکتی۔"

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (سواری پر) تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ ، احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ ، احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ ، وَإِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ .)) [1]

"اے لڑکے! میں تمھیں کچھ کلمات سکھاتا ہوں (وہ یہ ہیں کہ) تو اللہ تعالیٰ (کے فرامین) کی حفاظت کر، اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ تو اسے اپنے سامنے پائے گا، جب تو سوال کرنا چاہے تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کر، اور جب مدد مانگنی ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگ۔ اور خوب جان لے کہ اگر ساری اُمت کے لوگ تمھیں نفع پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتے الّا یہ کہ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے، اور اگر سب لوگ تمھیں نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے الا یہ کہ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، (تقدیر لکھنے والے) قلم اُٹھا لیے گئے اور صحیفے (جن میں تقدیر لکھی گئی ہے) خشک ہو چکے ہیں۔"

انسان کو جب مشکل پیش آتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے ہی دُعا کرتا ہے، مشکل کشائی کے لیے

---

[1] سنن ترمذی، کتاب صفة القیامه، رقم: ۲۵۱٦، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

اسی کو پکارتا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢﴾﴾ (یونس: ۱۲)

''اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پہلو کے بل یا بیٹھے یا کھڑے ہر حال میں ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس کی تکلیف کو دُور کر دیتے ہیں تو اس طرح گزر جاتا ہے کہ گویا اس نے اس تکلیف کو دُور کرنے کے لیے جو اسے پہنچی تھی ہمیں پکارا ہی نہیں تھا، حد سے تجاوز کرنے والوں کے لیے ان کے اعمال اسی طرح خوبصورت بنا دیئے جاتے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''ان کافروں کا حال بھی عجیب ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ انھیں اللہ کی طرف بلاتے ہیں تو استکبار میں آ کر عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں، اور اگر اللہ جب انھیں گرفت میں لے لیتا ہے تو اُٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ ان کی تکلیف دُور کر دیتا ہے تو دُعا اور گریہ وزاری کو ایسا بھول جاتے ہیں کہ جیسے کبھی اللہ کو پکارا ہی نہیں تھا۔'' (تیسیر الرحمن)

امام شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ حالت کافروں کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بہت سے مسلمانوں کا حال بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آن پڑتی ہے تو خوب دعائیں کرتے ہیں اور جب وہ مصیبت ٹل جاتی ہے تو دُعا اور گریہ وزاری سے غافل ہو جاتے ہیں اور اللہ کی نعمت اور اس کے احسان کا شکریہ ادا کرنا بھول جاتے ہیں۔''

(فتح القدير)

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ

الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيلًا ﴿٥٦﴾ (بنی اسرائیل : ٥٦)

''آپ کہہ دیجیے کہ تم ان کو پکارو جنہیں اللہ کے سوا تم نے اپنا معبود سمجھ رکھا ہے، وہ نہ تمہاری تکلیف دور کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، اور نہ ہی اسے بدل ڈالنے کی۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی رقم طراز ہیں:

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ ان تمام مشرکین اور اہل کتاب سے کہہ دیجیے جو اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں کہ تم پر جب کوئی مصیبت آئے تو ذرا اپنے ان معبودوں کو پکار کر دیکھو تو سہی، کیا وہ تمہاری تکلیف کو دور کرتے ہیں یا دوسروں کی طرف اسے پھیر دیتے ہیں؟ جواب معلوم ہے کہ وہ اس کی قطعی طور پر قدرت نہیں رکھتے کیونکہ نفع اور نقصان پر قادر تو صرف اللہ ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

نیز فرمایا:

﴿وَإِذَآ أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِىٓ ءَايَاتِنَا ۚ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٢١﴾ هُوَ الَّذِى يُسَيِّرُكُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمْ فِى الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَآءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوٓا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّآ أَنجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِى الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يَآأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُم ۖ مَّتَاعَ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٣﴾ (یونس : ٢١ تا ٢٣)

''اور جب ہم لوگوں کو کسی تکلیف کے بعد اپنے فضل وکرم کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اچانک ہماری آیتوں کے بارے میں مکر وفریب سے کام لینے لگتے ہیں آپ کہہ دیجیے کہ اللہ اپنی چال میں تم سے زیادہ تیز ہے، ہمارے فرشتے تمہاری مکاریوں کو لکھ رہے ہیں وہی ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں موافق ہواؤں کے سہارے انہیں لے کر چل رہی ہوتی ہیں، اور وہ ان کی رفتار سے خوش ہوتے ہیں کہ اچانک ایک تیز ہوا ان کشتیوں کو آ لیتی ہے اور ہر چہار جانب سے موج ان لوگوں کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہے اور انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ مکمل طور پر پھنس گئے ہیں تو وہ اللہ کو اس کے لیے مکمل طور پر بندگی کو خالص کرتے ہوئے پکارتے ہیں کہ اے اللہ! اگر تو نے ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دی تو ہم تیرے شکر گزار بندوں میں سے ہو جائیں گے۔ پھر جب اللہ انہیں نجات دے دیتا ہے تو زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں اے لوگو! بے شک تمہاری سرکشی کا برا انجام تمہیں ہی ملے گا یہ تو دنیاوی زندگی کا عارضی فائدہ ہے پھر تمہیں ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے اس وقت ہم تمہیں تمہارے کرتوتوں کی خبر دیں گے۔''

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے:

جو مشرکین مکہ کفر وعناد کی وجہ سے اپنی من مانی نشانی کا مطالبہ کرتے ہیں ان کے خبث باطن اور اللہ کے ساتھ ان کی بدعہدی کا حال یہ ہے کہ جب قحط سالی اور تنگیٔ رزق کے بعد اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتے ہوئے آسمان سے بارش بھیجتا ہے، اور ان کی روزی میں وسعت دیتا ہے تو اللہ کا شکر ادا کرنے کی بجائے اپنے بتوں کے سامنے سر بسجود ہو جاتے ہیں، اور اللہ کی آیتوں کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بنانے لگتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے کہا آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کا عذاب تمہارے مکر وفریب سے زیادہ تیز ہے، فرشتے تمہاری سازشوں کو لکھ رہے ہیں کوئی چیز ان سے مخفی نہیں ہے، اور جب ان سے مخفی نہیں تو اللہ سے تمہاری

سازشیں کیسے مخفی رہ سکتی ہیں تمہیں ان کی سزا مل کر رہے گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی بدعہدی کی دوسری مثال بیان کی کہ وہ کشتیوں میں سوار ہوکر موافق ہواؤں کے سہارے اپنی منزل کی طرف رواں ہوتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ اچانک طوفان کی زد میں آ جاتے ہیں، اور سمندر کی طوفانی موجیں جب انہیں ہر طرف سے گھیرے میں لے لیتی ہیں تو پورے اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگتے ہیں، اور دل میں اللہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر انہیں موت سے نجات مل گئی تو اللہ کے شکر گزار بندے بن جائیں گے لیکن جب انہیں اس بھنور سے نجات مل جاتی ہے تو پھر سے کبر وعناد کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مخاطب کر کے کہا کہ تمہاری سرکشی تمہارے علاوہ کسی اور کو نقصان نہیں پہنچائے گی، اور یہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے پھر تمہیں اللہ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے جہاں اللہ تمہیں تمہارے کرتوتوں کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ۝۵۳ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝۵۴ ﴾ (النحل : ٥٣،٥٤)

”اور تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں اللہ ہی کی جانب سے ہیں، پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرتے ہو، پھر جب وہ تمہاری تکلیف دور کردیتا ہے تو تم میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ غیروں کو شریک بناتا ہے۔“

جب سب نعمتوں کا دینے والا صرف ایک اللہ ہے تو عبادت کسی اور کی کیوں؟ اور تم لوگ غیروں کے آگے سورو پکار کیوں کرتے ہو؟

سورۃ الانعام میں ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ

أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ۗ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۗ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ﴿٦٦﴾﴾

(الانعام: ٦٥، ٦٦)

''آپ کہہ دیجیے کہ وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے یا مختلف ٹولیاں بنا کر تمہیں آپس میں الجھا دے، اور ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کا مزا چکھا دے، آپ دیکھ لیجیے کہ ہم اپنی نشانیاں کس طرح مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں تاکہ انہیں بات سمجھ میں آ جائے۔ اور آپ کی قوم نے قرآن کو جھٹلا دیا حالانکہ وہ برحق کتاب ہے آپ کہہ دیجیے کہ میں تمہارا نگراں نہیں مقرر کیا گیا۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرما رہا ہے: اے میرے رسول ﷺ! جن مشرکین نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مصیبت سے نجات پانے کے بعد اللہ کے شکر گزار بندے بن جائیں گے لیکن اپنا وعدہ بھول گئے اور پھر شرک کرنے لگے۔ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اللہ کے عذاب سے بے خوف مت ہو اس لیے کہ وہ تو ہر وقت اور ہر حال میں مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا کرنے پر قادر ہے، وہ چاہے گا تو آگ یا پتھروں کی بارش برسا دے گا یا آسمان کو ہی تمہارے سروں پر گرا دے گا، یا چاہے گا تو کوئی طوفان بھیج دے گا، یا زمین میں دھنسا دے گا، یا تمہیں مختلف ٹولیوں میں بانٹ دے گا اور پھر تم آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے رہو گے۔

امام بخاری نے سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت: ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کہا: ((اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ)) اس کے بعد جب آیت کا یہ حصہ ﴿أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ﴾ نازل

ہوا تو آپ نے دوبارہ کہا: ((اعوذ بوجهك)) پھر جب آیت کا یہ حصہ ﴿أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ﴾ نازل ہوا تو آپ نے کہا: یہ زیادہ آسان ہے۔

امام مسلم نے سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک قریشی بستی سے آ رہے تھے تو ''بنی معاویہ'' کی مسجد کے پاس سے گزرے آپ نے مسجد میں داخل ہوکر دو رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے بڑی لمبی دعا کی پھر ہماری طرف مڑ کر فرمایا کہ ''میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کے متعلق دعا کی تھی تو اس نے میری دو دعائیں تو قبول کر لیں اور ایک کو ردّ کر دیا۔ میں نے اپنے رب سے مانگا کہ میری امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کرنا تو اس نے میری یہ دعا قبول کر لی، دوسری دعا یہ کی کہ میری اُمت پر اجتماعی عذاب نازل نہ کرنا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا بھی قبول کر لی، اور تیسری دعا میں نے یہ کی کہ میری امت آپس میں ایک دوسرے کے درپے نہ ہو تو اس دعا کو ردّ کر دیا۔

اگلی آیت میں مشرکین مکہ کے احوال واقعی کو بیان کیا جارہا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جارہا ہے کہ آپ کی قوم نے قرآن کو جھٹلا دیا حالانکہ وہ برحق ہے، اور اس میں بیان شدہ ہر بات سچی ہے۔ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں کہ تم ضرور قرآن پر ایمان لے آؤ، میرا کام تو صرف اللہ کا پیغام پہنچانا ہے۔ (تیسیر الرحمن)

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۚ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٧﴾﴾ (یونس: ۱۰۷)

''اور اگر اللہ آپ کو کسی تکلیف میں مبتلا کر دے تو اس کے علاوہ کوئی اسے دور نہیں کر سکتا ہے، اور اگر وہ آپ کے لیے کوئی بھلائی چاہے تو اس کے فضل و کرم کو کوئی روک نہیں سکتا ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنا فضل عطا کرتا ہے

اور وہ بڑا مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔“

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کی زبانی تمام کفار عرب سے کہا جا رہا ہے کہ اگر مجھے رب کریم کسی تکلیف میں مبتلا کر دے تو اس کے علاوہ کوئی اسے دور نہیں کر سکتا اور اگر وہ مجھے کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

”بحوث العلمیہ والافتاء“ سعودی عرب کی فتویٰ کمیٹی کو یہ سوال موصول ہوا کہ کیا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ مصائب کے وقت کسی کی مدد کر سکتے ہیں؟ انہوں نے سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۰۷ کو ہی دلیل بنا کر جواب دیا کہ ”سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اور وہ اپنے قاتل کی تدبیر کو معلوم نہ کر سکے اور نہ اپنے نفس سے اس مصیبت کو دُور کر سکے تو یہ دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی وفات کے بعد کسی دوسرے کی مشکلات کو دُور کر سکتے ہیں جب کہ وہ اپنی زندگی میں اپنی مشکل کو دُور نہ کر سکے؟ پس جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ یا فوت شدگان میں سے کوئی اور شخصیت نفع پہنچا سکتی ہے یا مدد کر سکتی ہے یا نقصان کو دُور کر سکتی ہے تو وہ مشرک ہے کیونکہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں سے ہیں تو جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ یہ خصوصیات کسی اور میں ہیں یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے مدد طلب کرے تو اس نے گویا اسے اپنا الٰہ بنا لیا۔“

فتاویٰ اسلامیہ : ۱/ ۴۲، ۴۳

اور حدیث شریف میں مشکل کام کی آسانی کے لیے یہ دعا سکھائی گئی ہے۔

((اَللّٰھُمَّ لَا سَھْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَھْلًا ، وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزَنَ اِذَا شِئْتَ سَھْلًا)) [1]

”اے اللہ! کوئی کام آسان نہیں ہے، مگر وہی جسے تو آسان کر دے، اور جب بھی تو چاہتا ہے مشکل کام کو آسان بنا دیتا ہے۔“

---

[1] صحیح ابن حبان، رقم: ۹۷۰، ابن حبان نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

باب نمبر 12

اللہ تعالیٰ ہی فریاد رس ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾ ﴾

(النمل: ٦٢)

''یا وہ ذات بہتر ہے، جسے پریشان حال جب پکارتا ہے تو وہ اس کی پکار کا جواب دیتا ہے، اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے، اور تمہیں زمین میں جانشین بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی یہ کام کرتا ہے۔ لوگو! تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔''

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ فریادی کی فریاد کو سننے والی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، جیسا کہ ''مسند احمد'' میں موجود ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کس چیز کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا، اُس اللہ کی طرف، جو اکیلا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، جو اس وقت تیرے کام آتا ہے جب تو کسی بھنور میں پھنسا ہوا ہوتا ہے، وہی ہے کہ جب تو جنگلوں میں راہ بھول کر اسے پکارتا ہے تو وہ تیری رہنمائی کرتا ہے، تیری کوئی چیز اگر تجھ سے کھو جائے تو تو اس سے التجا کرے تو وہ اسے تجھ کو ملا دیتا ہے، قحط سالی ہوگئی ہو اور تو اس سے دعائیں کرے تو وہ موسلا دھار مینہ تجھ پر برساتا ہے۔ [1]

اور سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ روزانہ رات کے

---

[1] مسند احمد: ٥/٦٥، رقم: ٢٠٦٣٦، شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

آخری تیسرے پہر میں آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال فرماتے ہیں، اور پکارتے ہیں کہ:

((مَنْ يَدْعُوْنِي فَاسْتَجِيْبَ لَهُ؟ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ؟)) ❶

''کون مجھے پکارتا ہے میں اس کی دعا قبول کروں، کون مجھ سے مانگتا ہے میں اسے عطا کردوں۔''

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی فریاد رس نہیں ہے۔ مردوں سے استغاثہ کا عقیدہ باطل ہے، چنانچہ قرآنِ مجید میں نبی کریم ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝﴾ (النمل : ۸۰)

''بے شک آپ مُردوں کو نہیں سنا سکیں گے اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکیں گے، جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں گے۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ آیت کے تحت لکھتے ہیں: ''قرآنِ کریم کی اس آیت سے ثابت ہوا کہ ''سماع موتیٰ'' کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے، فوت شدگان کسی کی بات نہیں سن سکتے۔ البتہ اس سے صرف وہ صورتیں مستثنیٰ ہوں گی جہاں سماعت کی صراحت کسی نص سے ثابت ہو۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ مردے کو لوگ جب دفنا کر واپس جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔'' ❷

جنگ بدر میں کافر مقتولین جب ''قلیب بدر'' میں پھینک دیے گئے تھے، نبی کریم ﷺ نے اُن سے خطاب فرمایا جس پر صحابہ نے کہا: آپ ﷺ بے روح جسموں سے گفتگو فرما رہے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''یہ تم سے زیادہ میری بات سن رہے ہیں۔ (یعنی معجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات مردوں کافروں کو سنوا دی۔)'' ❸ (احسن البیان)

---

❶ بخاری، کتاب الجمعة، باب الدعاء فی الصلاة من آخر اللیل، رقم: ۱۱۴۵.

❷ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، رقم: ۱۲۷۳.

❸ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جھل، رقم: ۳۹۷۶.

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَ مَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَ لَا الْأَمْوَاتُ ۭ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَآ أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝﴾ (فاطر: ٢٢)

''اور زندہ اور مردہ لوگ برابر نہیں، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے، اور جو لوگ قبروں میں مدفون ہیں انہیں آپ نہیں سنا سکتے ہیں۔''

سورۃ احقاف میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ إِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ أَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝﴾

(الاحقاف: ٥، ٦)

''اور اس آدمی سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی بجائے ان معبودوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار نہ سن سکیں گے، اور وہ ان کی فریاد و پکار سے یکسر غافل ہیں۔ اور جب لوگ میدانِ محشر میں لائے جائیں گے تو وہ معبود ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔''

نیز فرمایا:

﴿يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ ۝﴾

(الرحمن: ٢٩)

''آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب اسی سے مانگتے ہیں وہ ہر وقت ایک شان میں ہے۔''

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی جتنی مخلوقات ہیں سب اسی کی محتاج ہیں، اور وہ ذات واحد، غنی اور بے نیاز ہے سب اس کی رحمت کی اُمید لگائے رہتے ہیں اسی کو پکارتے ہیں، اسی کے سامنے دست سوال پھیلاتے ہیں، اور وہی سب

کے دامن مرادوں سے بھرتا ہے، وہ قادر مطلق کائنات میں اپنی مشیت کے مطابق تصرف کرتا ہے۔ زندہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے مارتا ہے، روزی دیتا ہے اور وہی فقیر بناتا ہے، وہی عزت وذلت دیتا ہے، اور وہی ہے جو بیماری اور شفا دیتا ہے، کسی کو دیتا ہے اور کسی کو نہیں دیتا، کسی کو معاف کرتا ہے اور کسی کو سزا دیتا ہے۔ الغرض یہ کہ تمام اختیارات اُسی اللہ وحدہ لا شریک لہ کے پاس ہیں، اور وہ جس طرح چاہتا ہے اپنی مخلوقات میں تصرف کرتا ہے۔

اس آسمان وزمین میں اسی کی بادشاہی ہے، اور اسی کا حکم چلتا ہے، وہی اپنے بندوں کی تمام ضرورتیں پوری کرتا ہے۔

باب نمبر13

اللہ تعالیٰ ہی رزاق اور خزانے بخشنے والا ہے

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ ﴾ (آل عمران: ۳۷)

''تو اس کے رب نے اسے شرفِ قبولیت بخشا اور اس کی اچھی نشو ونما کی اور زکریا کو اس کا کفیل بنایا جب بھی زکریا اس کے پاس محراب میں جاتے اس کے پاس کھانے کی چیزیں پاتے وہ پوچھتے کہ اے مریم! یہ چیزیں کہاں سے تیرے پاس آئی ہیں؟ وہ کہتیں کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔''

عبدالرحمٰن ناصر السعدی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''﴿وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾ ''اور ان کی خیر خبر لینے والا سیدّ نا ذکریا کو بنایا۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی تھی کہ ان کی تربیت کامل ترین حال میں ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے کرتے ان کی عمر بڑھی، اور دوسری عورتوں سے فائق ہوگئیں۔ وہ اپنے رب کی عبادت کے لیے وقف ہوگئیں، اور اپنی محراب یعنی نماز کی جگہ میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے لگیں۔ ﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا﴾ ''جب کبھی زکریا ان کے حجرے میں جاتے تو ان

کے پاس روزی (رزق) رکھی ہوئی پاتے۔‘‘ جس میں ان کی محنت و مشقت شامل نہیں تھی بلکہ یہ رزق انہیں اللہ تعالیٰ نے کرامت کے طور پر عطا فرمایا۔ سیّدنا زکریا علیہ السلام نے فرمایا: ﴿اَنّٰى لَكِ هٰذَا﴾ ’’یہ روزی تمہارے پاس کہاں سے آئی۔‘‘ ﴿قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ ’’وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے۔‘‘ یہ اس کا فضل واحسان ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ’’بے شک اللہ جسے چاہے بے شمار روزی دے۔‘‘ یعنی جہاں سے بندے کو گمان بھی نہیں ہوتا وہاں سے اُس پر رزق کے دروازے کھولتا ہے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ طلاق میں یوں ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (طلاق : ۲،۳)

’’اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے خلاصی کی صورت بنا دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو۔‘‘

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مال و دولت اور خزانے بخشنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ خزانوں کے مالک نہیں ہیں خزانوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ متعدد احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے خرچ کرنے سے اس میں کمی نہیں آتی، رات دن اس کی بخشش جاری ہے۔‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’ذرا غور کرو زمین و آسمان کی تخلیق پر اللہ تعالیٰ نے کتنا خرچ کیا لیکن اس سے اس کے خزانے میں کچھ کمی بھی نہیں ہوئی۔‘‘ [1]

سیّدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا:

[1] صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ لما خلقت بیدی، رقم: ۷۴۱۱.

((لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ ، وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ ، وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اِجْتَمَعُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِنْكُمْ مَا بَلَغَتْ اُمْنِيَّتُهُ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ سَائِلٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَالِكَ مِنْ مُلْكِيْ اِلَّا كَمَا لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَغَمَسَ فِيْهِ اِبْرَةً ثُمَّ رَفَعَهَا ذَالِكَ بِاَنِّيْ جَوَّادٌ مَاجِدٌ اَفْعَلُ مَا اُرِيْدُ .)) ❶

"اگر تمہارے پہلے، پچھلے، زندہ، فوت شدہ، جوان اور بوڑھے (سب) ایک چٹیل میدان میں جمع ہو جائیں، اور تم میں سے ہر شخص اپنی اپنی انتہائی آرزو کا سوال کرے، اور میں تم میں سے ہر سوال کرنے والے کے سوال کو پورا کروں تو اس سے میری بادشاہت میں کچھ کمی نہیں آئے گی البتہ اس قدر کہ تم میں سے ایک شخص سمندر کے قریب سے گزرے، اور اس میں سوئی ڈبوئے پھر اس کو نکال لے، یہ اس لیے کہ میں سخی ہوں، بزرگی والا ہوں اور جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔"

مذکورہ بالا آیات طیبہ اور احادیث مبارکہ سے یہ امر مترشح ہو گیا کہ روزی رساں صرف اللہ کی ذاتِ عالی ہے، اور اِسی کے پاس روزی کے خزانے ہیں۔

❶ سنن ترمذی، كتاب صفة القيامه، رقم: ۲٤۹٥، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

باب نمبر 14

اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ دینے والا (داتا) ہے

اس بات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں جا بجا فرمایا کہ سب کچھ دینے والا فقط میں ہوں، میرے علاوہ کوئی اور دینے والا نہیں، چنانچہ سورۃ الشوریٰ میں ارشاد فرمایا:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾﴾

(الشوری: ٤٩، ٥٠)

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اللہ کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے۔ یا جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے، وہ بے شک بڑا جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے۔''

آسمانوں اور زمین کا بادشاہ صرف اللہ ہے، اس کی بادشاہت میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے، وہ جسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، اور جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، کسی کو بیٹے دیتا ہے، تو کسی کو بیٹیاں اور کسی کو دونوں دیتا ہے، اور کسی کو بانجھ (اولاد کا نہ ہونا) بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو کوئی چیز دینا چاہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا، اور جس کو نہ دینا چاہے اسے کوئی دے نہیں سکتا جیسا کہ حدیث شریف کے اندر موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے:

(لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ...... اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا

اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ......)) ❶

"اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ...... اے اللہ! جو تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں ......"

معلوم ہوا کہ داتا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

❶ سنن أبی داؤد، کتاب الصلاۃ ،باب ما یقول الرجل إذا سلم ،رقم: ۱۵۰۵. علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

باب نمبر 15

اللہ تعالیٰ ہی غریبوں، لاوارثوں اور بے سہارا لوگوں کو نوازتا ہے

خلاقِ دو عالم اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿١٥﴾﴾ (فاطر: ۱۵)

''اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو، اور اللہ تو بڑا بے نیاز اور تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔''

اس آیت کریمہ میں ''النَّاسُ'' کا لفظ عام ہے جس میں عوام وخواص حتی کہ انبیاء و صلحاء سب آ جاتے ہیں، اللہ کے در کے سب ہی محتاج ہیں لیکن اللہ کسی کا محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے کہ سب لوگ اگر اس کے نافرمان ہو جائیں تو اس سے اس کی سلطنت میں کوئی کمی نہ ہو، اور اگر سب اس کے اطاعت گزار بن جائیں تو اس سے اس کی قوت میں زیادتی نہیں ہوگی، بلکہ نافرمانی سے انسانوں کا اپنا ہی نقصان ہے، اور اس کی عبادت واطاعت سے اس کا اپنا ہی فائدہ ہے۔

عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''اللہ تبارک وتعالیٰ تمام لوگوں سے مخاطب ہے، انہیں ان کے احوال واوصاف سے آگاہ فرماتا ہے کہ وہ کئی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں:

ا:...... وہ وجود میں آنے کے لیے اس کے محتاج ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ان کو وجود میں

نہ لائے تو وہ وجود میں نہیں آ سکتے۔

۲:...... وہ اپنے مختلف قویٰ، اعضاء و جوارح کے حصول میں اس کے محتاج ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو یہ قویٰ عطا نہ کرے تو کسی کام کے لیے ان میں کوئی استعداد نہیں۔

۳:...... وہ خوراک، رزق اور دیگر ظاہری و باطنی نعمتوں کے حصول میں اسی کے محتاج ہیں۔ اگر اس کا فضل و کرم نہ ہو اور اگر وہ ان اُمور کے حصول میں آسانی پیدا نہ کرے تو وہ رزق اور دیگر نعمتیں حاصل نہیں کر سکتے۔

۴:...... وہ اپنے مصائب و تکالیف، کرب و غم اور شدائد کو دُور کرنے میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کی مصیبتوں اور کرب و غم کو دُور اور ان کی عسرت کا ازالہ نہ کرے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ مصائب و شدائد میں گھرے رہیں (اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی خاص رحمت سے مصائب و تکالیف سے محفوظ فرمائے۔ آمین)

۵:...... وہ اپنی مختلف انواع کی تربیت و تدبیر میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔

۶:...... وہ اسے الٰہ بنانے، اس سے محبت کرنے، اس کو معبود بنانے اور خالص اسی کی عبادت کرنے میں اس کے محتاج ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ان کو ان اُمور کی توفیق عطا نہ کرے تو یہ ہلاک ہو جائیں، ان کی ارواح، قلوب اور احوال فاسد ہو جائیں۔

۷:...... وہ ان چیزوں کے علم کے حصول میں جنہیں وہ نہیں جانتے اور ان کی اصلاح کرنے والے عمل کے حصول میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ان کو علم عطا نہ کرے تو وہ کبھی علم سے بہرہ ور نہ ہو سکیں اور اگر اللہ تعالیٰ ان کو عمل کی توفیق سے نہ نوازے تو وہ کبھی نیکی نہ کر سکیں ...... وہ ہر لحاظ اور اعتبار سے بالذات اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں خواہ انہیں اپنی کسی حاجت کا شعور ہو یا نہ ہو۔"

مگر لوگوں میں سے توفیق سے بہرہ ور وہی ہے جو دینی اور دنیاوی اُمور سے متعلق اپنے

تمام احوال میں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) اپنے فقر و احتیاج کا مشاہدہ کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرتا ہے، اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا رہتا ہے کہ وہ اسے ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے نفس کے حوالے نہ کرے، اس کے تمام اُمور میں اس کی مدد فرمائے اور وہ اس آیت کے معنی کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھتا ہے، ایسا شخص اپنے اُس معبود کی کامل اعانت کا مستحق ہے جو ماں کے اپنے بچوں پر مہربان ہونے سے کہیں بڑھ کر اس پر مہربان اور رحیم ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے جو ہر لحاظ سے غنائے کامل کی مالک ہے وہ ان چیزوں میں سے کسی چیز کی محتاج نہیں جن کی مخلوق محتاج اور ضرورت مند ہوتی ہے کیونکہ اس کی صفات تمام تر صفات کمال اور جلال ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا غنائے تام ہے کہ اس نے اپنی مخلوق کو دنیا و آخرت میں غنا سے نوازا ہے۔ ﴿اَلْحَمِيْدُ﴾ وہ اپنی ذات اور اپنے ناموں میں قابل حمد وستائش ہے کیونکہ اس کے تمام نام اچھے، اس کے تمام اوصاف عالی شان اور اس کے تمام افعال سراسر فضل و احسان، عدل وحکمت اور رحمت پر مبنی ہیں وہ اپنے اوامر ونواہی میں قابل تعریف ہے کیونکہ وہ اپنی ذات، فضل و اکرام اور جزا وسزا میں عدل و انصاف کی وجہ سے قابل تعریف ہے۔ وہ اپنے غنا میں قابل تعریف ہے اور وہ اپنی حمد وثنا سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔

باب نمبر 16

اللہ تعالیٰ کے لیے ہی پیارے پیارے اسما وصفات ہیں

سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآىِٕهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٨٠ ﴾ (الاعراف : ۱۸۰)

''اور اللہ کے بہت ہی اچھے نام ہیں، پس تم لوگ اسے انہی ناموں کے ساتھ پکارو، اوران لوگوں سے برطرف ہوجاؤ جواس کے ناموں کو بگاڑتے ہیں (اس کے غلط معنی بیان کرتے ہیں) اور انہیں عنقریب ان کے کیے کی سزا دی جائے گی۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''اس آیت میں ذکر ہوا ہے کہ اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں ، اللہ کے ان اچھے ناموں سے مراد اللہ کے وہ نام ہیں جن سے اس کی مختلف صفات، اس کی عظمت وجلالت اور اس کی قدرت وطاقت کا اظہار ہوتا ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ان کی تعداد (۹۹) ننانوے بتائی گئی ہے، حدیث میں آتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو ان کو شمار کرے گا جنت میں داخل ہوگا، اللہ تعالیٰ طاق ہے، طاق کو پسند فرماتا ہے۔'' [1]

[1] صحیح البخاری ، کتاب الدعوات، باب للّٰه مائة اسم غیر واحد، رقم : ٦٤١٠ ـ صحیح مسلم ، کتاب الذکر ، باب فی اسماء اللّٰه تعالیٰ و فضل من احصاها، رقم : ٢٦٧٧.

’’شمار کرنے کا مطلب ہے، ان پر ایمان لانا، یا ان کو گننا اور انہیں ایک ایک کر کے بطورِ تبرک اخلاص کے ساتھ پڑھنا، یا ان کو حفظ کرنا، ان کے معانی جاننا اور ان سے اپنے آپ کو متصف کرنا۔‘‘ [1]

بعض روایات میں ان ۹۹ ناموں کو ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ روایات ضعیف ہیں، اور علماء نے انہیں ’’مدرج‘‘ یعنی راویوں کا اضافہ قرار دیا ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کا حصہ نہیں ہیں، نیز علماء نے وضاحت کی ہے کہ اللہ کے ناموں کی تعداد ۹۹ میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ ہیں۔ (فتح القدیر للشوکانی)

معطلہ، شبہ، معتزلہ اور مفوضہ پر ردّ:

’’اِلْحَاد‘‘ کے معنی ہیں کسی ایک طرف مائل ہونا۔ اسی سے لحد ہے جو اس قبر کو کہا جاتا ہے جو ایک طرف بنائی جاتی ہے۔ دین میں ’’الحاد‘‘ اختیار کرنے کا مطلب کج روی، اور گمراہی اختیار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحاد (کج روی) کی تین صورتیں ہیں:

(۱)...... اللہ تعالیٰ کے ناموں میں تبدیلی کر دی جائے جیسا کہ مشرکین نے کیا، مثلاً اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام سے اپنے ایک بت کا نام لات، اور اس کے صفاتی ناموں ’’عزیز‘‘ سے عزیٰ اور ’’منان‘‘ سے منات بنا لیا۔

(۲)...... یا اس کے ناموں میں اپنی طرف سے اضافے کر لینا جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا۔

(۳)...... یا اس کے ناموں میں کمی کر دی جائے، مثلاً اسے کسی ایک ہی مخصوص نام سے پکارا جائے اور دوسرے صفاتی ناموں سے پکارنے کو بُرا سمجھا جائے۔‘‘ (فتح القدیر)

’’اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ’’الحاد‘‘ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ان میں تاویل یا تعطیل یا تشبیہ سے کام لیا جائے۔‘‘ (ایسر التفاسیر)

جس طرح معتزلہ، معطلہ اور مشبہ وغیرہ گمراہ فرقوں کا طریقہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، کتاب الدعوات، باب اسماء اللّٰہ تعالیٰ

کہ ان سب سے بچ کر رہو۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں تاویل نہ کرو۔ جیسے کہا جائے کہ ''یَدٌ ''(ہاتھ) سے مراد قدرت ہے یا ''استواء علی العرش'' کا مطلب اِستعلا (غلبہ) ہے، وغیرہ وغیرہ۔

بلکہ یہ ایمان رکھا جائے کہ واقعی اللہ کے ہاتھ ہیں جیسا کہ اس کی عظمت و جلالت کے لائق ہیں اس لیے کہ ہاتھ کو اگر قدرت کے معنی میں لیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ میں نے آدم کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے ﴿خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ (سورۂ ص: ۷۵) اس سے تو سیّدنا آدم علیہ السلام کا یہ اختصاص ختم ہو جائے گا کیونکہ قدرتِ الٰہی سے تو ساری مخلوق پیدا ہوئی ہے تو پھر سیّدنا آدم علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہوئی جیسے اِسْتَوٰی کے معنی ہیں صَعِدَ ، عَلَا ، اِرْتَفَعَ ، اِسْتَقَرَّ (سلف سے یہ چاروں الفاظ منقول ہیں) جس کا مطلب عرش پر بلند ہونا اور اس پر استقرار پکڑنا ہے، اللہ تعالیٰ صرف عرش پر موجود ہے، البتہ اس کا علم ہر جگہ ہے اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، یعنی علم کے اعتبار سے وہ ہر جگہ ہے: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ﴾ (الحدید: ٤) ''تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔'' اس میں یہی معیت علمی اور احاطہ علمی مراد ہے نہ کہ معیت ذاتی ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾ (البقرہ: ١١٥) ''پس جس طرف بھی تم پھرو، ادھر ہی اللہ کا چہرہ ہے۔'' کا مطلب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو محیط ہے، انسان جس طرف بھی اپنا رُخ کر لے، اللہ تعالیٰ اس کو گھیر لینے والا ہے، وہ اس کے حیطۂ قدرت سے باہر نہیں۔ اور بعض نے ﴿فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾ سے مراد قبلہ لیا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے عرش پر جلوہ گر ہونے کے دلائل قرآن و حدیث میں بکثرت ہیں اس لیے سلف کا عقیدہ یہی ہے کہ اس پر ایمان رکھا جائے اور اس کی تاویل نہ کی جائے۔

''تعطیل'' کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کو معانی و مطالب سے خالی اور معرا قرار دینا، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اسے سب سے بڑا ''الحاد'' کہا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء جو اس کی صفات کمال پر دلالت کرتے ہیں، وہ اسماء صفات ہی سے مشتق ہیں، اور وہی

اس کے اوصاف ہیں، اور انہی اوصاف کی وجہ سے وہ ''حسنیٰ'' کہلاتے ہیں۔ اگر اسمائے الٰہی صرف الفاظ ہوں، ان کے معانی نہ ہوں تو وہ نہ ''حسنیٰ'' ہو سکتے ہیں، اور نہ مدح و کمال پر دلالت کرنے والے، اسی طرح اسمائے انتقام وغضب کا استعمال، رحمت واحسان کے موقع پر اور اسمائے رحمت واحسان کا استعمال انتقام وغضب کے موقع پر جائز ہوتا۔ لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ کوئی بھی اس طرح نہیں کہتا اور نہ یہ کہنا جائز ہے کہ یا اللہ مجھے بخش دے اس لیے کہ تو منتقم ہے، یا یہ کہنا ''یا اللہ! مجھے عطا کر اس لیے کہ تو مانع ہے بلکہ جس طرح کی دعا کی جاتی ہے اسی صفت کا حوالہ دیا جاتا ہے، مثلاً یہ کہا جاتا ہے ''یا اللہ! مجھے بخش دے بے شک تو غفور ورحیم ہے، اے اللہ! مجھے عطا کر کیوں کہ تو وہاب اور معطی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو قوی کہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ قوت والا ہے، عزیز ہے یعنی عزت والا ہے، وہ علیم وقدیر ہے تو یقیناً وہ علم وقدرت سے موصوف ہے، وہ عظیم ہے تو مطلب ہے عظمت والا ہے۔ سمیع وبصیر ہے تو مطلب ہے سننے اور دیکھنے والا۔ و علی هذا القیاس دوسرے اسماء وصفات ہیں۔

علاوہ ازیں اگر اسمائے الٰہی معانی کے بغیر ہوں تو ''غفور و رحیم'' اور ''شدید العقاب'' کے مابین کوئی فرق نہیں ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے، وہ ''غفور و رحیم'' بھی ہے اور ''شدید العقاب'' بھی۔ غفور ورحیم ہے اہل ایمان وتقویٰ کے لیے اور ''شدید العقاب'' ہے نافرمانوں اور سرکشوں کے لیے۔ بہر حال یہ تعطیل بھی بڑی گمراہی ہے۔

''تشبیہ'' کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات جیسا قرار دینا۔ جیسے کہا جائے اللہ تعالیٰ کے عرش پر ''استواء'' کا مطلب ایسے ہی ہے جیسے مخلوق کا اقتدار وحکومت پر فائز ومتمکن ہونا، یا اس کا ہاتھ فلاں کے ہاتھ کی طرح ہیں، یا ہاتھ سے مراد قدرت ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کی تشبیہ اللہ کے وصف میں کمی کو مستلزم ہے جو اس کی عظمت وشان کے منافی ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات جو قرآن وحدیث میں بیان ہوئے

ہیں، ان پر ایمان رکھا جائے، اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ ان صفات سے یقیناً متصف ہے جیسا کہ اس کی عظمت و جلالت کے لائق ہے تاہم ان کی کیفیت کیا ہے؟ اس کا ہمیں علم نہیں اس لیے ہم اس کے بیان سے قاصر ہیں۔ اس کا کوئی مثیل، نظیر، ہمسر اور مشابہ نہیں۔ تعالیٰ الله عن ذالك علواً كبيراً.

ضروری وضاحت :...... ''بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسئلہ صفات باری تعالیٰ میں سلف کا مسلک تفویض اور وقف کا تھا، اور اسی اعتبار سے انہیں ''واقفہ'' یا ''مفوضہ'' بھی کہا گیا ہے۔ یہ بات ایک اعتبار سے صحیح اور ایک اعتبار سے غلط ہے۔ صحیح اس اعتبار سے کہ وہ صفات الٰہی اور ان کی حقیقت کا تو اثبات کرتے تھے البتہ ان کی کیفیت کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے تھے گویا کیفیت صفات میں ان کا مسلک وقف و تفویض کا تھا نہ کہ صفات الٰہی کی حقیقت اور ان کے معانی و مطالب کی وضاحت میں۔ اس لیے سلف کی بابت یہ باور کروانا کہ وہ صفاتِ الٰہی کے معنی و مطلب پر بھی ایمان نہیں رکھتے تھے، اور اس کا علم اللہ کے سپرد کرتے تھے، یہ ان پر اتہام ہے اور اس اعتبار سے انہیں ''مفوضہ'' قرار دینا بھی غلط ہے۔ سبحانك هذا بهتان عظيم۔'' (احسن البیان)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَ اللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝٣٤ ﴾

(آل عمران : ٣٤)

''جو ایک دوسرے کی نسل سے ہیں اور اللہ خوب سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔''

اثبات صفات الٰہیہ:

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی دو صفات ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور دوسری اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سننا دائمی ہے انسان کا سننا عارضی ہے، انسان نزدیک سے سنتا ہے، دور سے نہیں سن سکتا، جاگتا ہو سنتا ہے، سو جائے یا فوت ہو جائے نہیں سنتا، لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات ہر حال میں سنتی ہے، انسان چاہے لیٹ کر پکارے، آہستہ

پکارے، اونچی پکارے، کھڑے ہو کر پکارے، یا دل میں پکارے، الغرض یہ کہ جیسے بھی اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے اللہ تعالیٰ ہر ایک انسان کی ہر ایک آواز کو سنتا ہے۔

دوسری صفت کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس طرح انسان نہیں جان سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس چیز کو بھی جانتا ہے جو ابھی ظہور پذیر نہیں ہوئی، جب کہ انسان اس واقعہ کو بھی اچھی طرح جان نہیں سکتا جو اس دنیا میں وقوع پذیر ہو چکا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾

(یوسف: ٦)

''اور اسی طرح تمہارا رب تمہیں چن لے گا، اور تمہیں خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا، اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت کو پوری کرے گا جیسا کہ اس سے قبل تمہارے دادا اسحاق اور پردادا ابراہیم پر اپنی نعمت پوری کی تھی، بے شک آپ کا رب بڑا جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی دو صفات کا ذکر ہے: (۱) علیم (بڑا جاننے والا) (۲) دوسری حکیم (بڑی حکمت والا)۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ ﴾ (الحج: ٦١)

''یہ اس لیے کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے، اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔''

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی دو صفات کا بیان ہوا ہے: (۱) سَمِيْعٌ (خوب سننے

والا)، (۲) عَلِیْمٌ (خوب جاننے والا)۔

احادیث میں بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر موجود ہے۔ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، اور جب ہم بلندی پر چڑھتے تو ہم (اونچی آواز سے) تکبیر کہتے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

((اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَاِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا)) [1]

''لوگو! اپنے اوپر رحم کرو یقیناً تم کسی بہرے یا کسی غائب کو نہیں پکار رہے، بلکہ تم ایک بہت سننے والے، دیکھنے والے اور قریب ذات کو پکار رہے ہو۔''

قرآنِ مجید کی متعدد آیات سے بھی اس کی متنوع صفات کا علم ہوتا ہے۔ اب ہم ذیل میں اُن آیات کو ذکر کرتے ہیں:

﴿ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴾ (الحج: ۵۹)

''وہ انہیں یقیناً ایسی رہائش گاہ میں داخل کردے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے۔ اور بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، بڑا بردبار ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴾ (الشوریٰ: ۵۰)

''یا انہیں لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے، وہ بے شک بڑا جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالیٰ: وكان اللّٰه سميعاً بصيرا، رقم: ۷۳۸۶.

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ (الاحزاب : ٣٤)

”اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جن آیتوں اور حکمت کی تلاوت کی جاتی ہے انہیں یاد رکھو۔ بے شک اللہ بڑا باریک بین، بہت ہی باخبر ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَ مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾﴾ (البقرہ: ١٥٨)

”بے شک صفا و مروہ اللہ کے مقرر کردہ نشانات ہیں اس لیے جو کوئی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے، اس کے لیے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ ان دونوں کے درمیان طواف کرے، اور جو شخص (اپنی خوشی سے) کوئی کارِ خیر کرے گا تو اللہ اس کا اچھا بدلہ دینے والا اور بڑا جاننے والا ہے۔“

پھر ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾﴾ (حٰم السجدة: ١٢)

”پھر اس نے آسمان کو دو دنوں میں سات آسمان بنا دیا، اور ہر آسمان میں اس سے متعلق حکم جاری فرما دیا، اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے مزین کر دیا، اور ان کے ذریعہ اس کی حفاظت کی، یہ تدبیر و انتظام اس اللہ کا ہے جو زبردست، دانا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے اسما و صفات کو بالکل اسی طرح تسلیم کرنا چاہیے جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں الحاد کرنے سے ہمیشہ بچنا چاہیے ان میں تاویل، تعطیل اور تشبیہ نہ کی جائے، اگر اس کے ناموں میں ”تاویل“، ”تعطیل“ یا ”تشبیہ“ سے کام لیا

جائے تو اس کو ''الحاذ'' کہتے ہیں۔ احادیث میں بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں، چہرہ وغیرہ کا ذکر موجود ہے۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

((قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَسُبُّ ابْنُ آدَمَ الدَّهْرَ ، وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِي اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ .)) ❶

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدم کا بیٹا زمانے کو گالی دیتا ہے، اور میں زمانہ ہوں، رات اور دن (کا چلنا) میرے ہاتھ میں ہے۔''

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يَطْوِي اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ السَّمَاوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ ، أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرْضَ بِشِمَالِهِ ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟)) ❷

''اللہ تعالیٰ روزِ قیامت آسمانوں کو لپیٹ دے گا، اور انہیں اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ کر کہے گا میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں جو (دنیا میں) بڑے جبار اور متکبر بنے پھرتے تھے؟ پھر اللہ تعالیٰ زمینوں کو لپیٹ کر اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑے گا، اور کہے گا میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں جو (دنیا میں) بڑے بنتے اور تکبر کرتے تھے۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَزَالُ يُلْقَى فِيهَا وَتَقُولُ: هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ، حَتّٰى يَضَعَ فِيهَا رَبُّ الْعَالَمِينَ قَدَمَهُ فَيَنْزَوِي بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ ثُمَّ تَقُولُ: قَدْ قَدْ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ .)) ❸

❶ صحيح مسلم، كتاب الألفاظ من الأدب، باب النهي عن سب الدهر، رقم: ٥٨٦٢.

❷ صحيح مسلم، كتاب صفة القيامة، رقم: ٧٠٥١.

❸ صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: وهو العزيز الحكيم، رقم: ٧٣٨٤.

’’جہنمیوں کو نارِ جہنم میں مسلسل ڈالا جاتا رہے گا، اور وہ جہنم کہتی رہے گی کہ کیا ابھی اور ہے؟ حتی کہ رب العالمین اس پر اپنا قدم رکھیں گے تو پھر اس (جہنم) کا بعض بعض سے سمٹ جائے گا، اور وہ اس وقت کہے گی کہ بس بس تیری عزت اور کرم کی قسم!۔‘‘

مذکورہ تمام باتیں مبنی برحق ہیں جنہیں صاحب بصیرت اور ہر چیز سے باخبر ذات نے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝١ ﴾ (هود: ١)

’’الٓر ۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں ٹھوس اور محکم بنائی گئی ہیں پھر ان کی تفصیل اس کی طرف سے بیان کر دی گئی ہے جو صاحب حکمت، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔‘‘

باب نمبر 17

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حرکات وسکنات کو بخوبی جانتا ہے

اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝۳۲﴾ (النجم: ۳۲)

''جو لوگ بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں سوائے کچھ چھوٹے گناہوں کے، بے شک آپ کا رب بڑی مغفرت کرنے والا ہے، وہ تمہیں اس وقت سے خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا تھا، اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں پلتے ہوئے بچے تھے۔ پس تم لوگ اپنی پاکی نہ بیان کرو وہ اس شخص سے خوب واقف ہے جو اس سے ڈرتا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے انسانو! تمہارا رب تمہاری کمزوریوں سے اس وقت سے خوب واقف ہے جب اس نے تمہارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا، اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں پرورش پا رہے تھے۔ وہ جانتا ہے کہ تمہارے اندر نیکی کرنے کے جذبہ کے ساتھ ساتھ گناہ

کرنے کا جذبہ بھی پایا جاتا ہے، جب گناہ کا سبب پایا جائے گا تو تمہاری کشش اس کی طرف بڑھ جائے گی، اسی لیے وہ اپنے فضل وکرم سے تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

امام احمد، امام مسلم اور ابو داؤد رحمہم اللہ نے زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، آپ فرماتی ہیں کہ:

''ان کا نام ''برہ'' یعنی پاکیزہ رکھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اپنی پاکی نہ بیان کرو، اللہ کو خوب معلوم ہے کہ پاکیزہ کون ہے، اپنا نام ''زینب رکھو۔''

اور صحیحین میں سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے آدمی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تعریف کی تو آپ نے بار بار فرمایا: ''تمہارا بُرا ہو، تم نے اپنے دوست کی گردن کاٹ دی اگر کسی کی تعریف کرنی ضروری ہو تو یوں کہو کہ میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں، اور اللہ اس کے حال سے خوب واقف ہے اور میں اللہ کے علم کے ہوتے ہوئے کسی کی پاکی نہیں بیان کرتا، میرا خیال ہے کہ فلاں آدمی ایسا ایسا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

اللہ تعالیٰ لوگوں کی خفیہ تدبیروں سے بھی آگاہ ہوتا ہے چنانچہ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ یوسف میں یوں ارشاد فرمایا:

﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ﴿٥٠﴾﴾ (یوسف: ۵۰)

''اور بادشاہ نے کہا: اسے میرے پاس لاؤ۔ پس جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا: اپنے بادشاہ کے پاس واپس جاؤ، اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کے بارے میں اسے کیا خبر ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ بے شک میرا رب ان کے مکر وفریب کو خوب جانتا ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْـَٔـٰنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾﴾ (البقرہ: ۱۸۷)

''روزے کی رات میں بیویوں کے ساتھ جماع کرنا تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے، وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو، اللہ کو یہ بات معلوم تھی کہ تم لوگ اپنے آپ سے خیانت کرتے تھے۔ پس اس نے تمہاری توبہ قبول کر لی اور تمہیں معاف کر دیا......''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد لوگ پورا رمضان اپنی بیویوں کے قریب نہیں جاتے تھے لیکن بعض لوگ خیانت کرتے تھے یعنی جماع کر لیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ''سورۃ البقرۃ'' کی آیت (۱۸۷) ﴿عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ﴾ نازل فرمائی اور رمضان کی راتوں میں جماع کرنا جائز ہو گیا۔''

(تیسیر الرحمن)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ۖ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ۖ

مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠١﴾ (التوبہ: ۱۰۱)

''اور آپ کے اردگرد جو دیہاتی لوگ ہیں ان میں منافقین پائے جاتے ہیں اور اہل مدینہ میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں کہ نفاق جن کی سرشت میں داخل ہو گیا ہے، آپ انہیں نہیں جانتے ہیں، انہیں ہم جانتے ہیں انہیں ہم دوبارہ عذاب دیں گے پھر وہ عذابِ عظیم کی طرف بھیج دیے جائیں گے۔''

اس بات کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿٢٤﴾ ﴾ (الحجر: ۲۴)

''اور تم میں سے جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ہم انہیں جانتے ہیں، اور جو لوگ بعد میں (قیامت تک) آئیں گے ہم انہیں بھی جانتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ اگلے اور پچھلے تمام انسانوں کی خبر رکھتا ہے، سیّدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت سے آج تک جتنے لوگ دنیا میں آئے اور گزر گئے، اور جتنے لوگ قیامت تک پیدا ہوں گے اللہ تعالیٰ سب کی خبر رکھتا ہے۔ کون انبیاء علیہم السلام پر ایمان لایا، اور کون نہیں لایا، کس نے اللہ کی بندگی کی اور کس نے نافرمانی کی، کوئی بات بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔ اور یہ حقیقت جس طرح اس کے کمالِ قدرت کی دلیل ہے اسی طرح اس کے کمالِ علم کی بھی دلیل ہے، اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اوّل و آخر تمام انسانوں کو ان کی کثرت کے باوجود میدانِ محشر میں جمع کرے گا، اور اپنے علم و حکمت کے مطابق ان سے معاملہ کرے گا۔

کس آدمی کے اندر کون سی بُری صفات پوشیدہ ہیں، اس سے کچھ بھی مخفی نہیں ہے، سب کو ان کے اعمال و اخلاق کے مطابق بدلہ دے گا۔

﴿ وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿٩٧﴾ ﴾

(الحجر: ۹۷)

''اور ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ پریشان اور تنگ دل ہوتے ہیں۔''

نیز ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَ يَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٤﴾ ﴾ (النور: ٦٣، ٦٤)

''مسلمانو! رسول کے بلانے کو تم آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی طرح نہ بناؤ۔ اللہ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر آہستگی کے ساتھ چلے جاتے ہیں، پس جو لوگ رسول اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی بلا نہ نازل ہو جائے، یا کوئی درد ناک عذاب نہ انہیں آگھیرے۔ آگاہ رہو! آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے اس کا مالک اللہ ہے (نیت وعمل کے اعتبار سے) تمہارا جو حال ہے وہ اسے خوب جانتا ہے، اور جس دن لوگ اس کے پاس لوٹائے جائیں گے تو وہ انہیں بتائے گا جو کچھ وہ دنیا میں کرتے رہے تھے، اور اللہ ہر چیز سے اچھی طرح واقف ہے۔''

اے اللہ! ہم پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرما، اور ہماری حرکات وسکنات کو اپنے اوامر ونواہی کے مطابق بنا دے۔ (آمین)

باب نمبر 18

اللہ تعالیٰ بے پروا اور بے نیاز ہے

خالقِ کونین ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۶۴﴾ (الحج: ٦٤)

''آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے، اور بے شک اللہ بے نیاز، تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔''

مذکورہ بالا آیت سے معلوم ہوتا کہ سب کچھ اسی کا ہے، پیدائش کے لحاظ سے بھی، ملکیت کے اعتبار سے بھی اور تصرف کرنے کے اعتبار سے بھی۔ اس لیے سب مخلوق اس کی محتاج ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں، کیونکہ وہ غنی یعنی بے نیاز ہے، اور جو ذات سارے کمالات اور اختیارات کا منبع ہے، ہر حال میں تعریف کی مستحق بھی وہی ہے۔ نیز احادیث میں بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے۔

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا اسے اس کے دو بیٹے اپنے (کندھوں کے) درمیان گھسیٹتے ہوئے لا رہے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''اسے کیا ہوا ہے؟'' لوگوں نے کہا: اس نے نذر مانی ہے کہ چل کر (بیت اللہ حج کے لیے) جائے گا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِيْبِ هٰذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ ، وَاَمَرَهُ اَنْ يَرْكَبَ .)) [1]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کے اپنے آپ کو عذاب دینے سے بے پروا ہے، اور آپ

[1] صحیح بخاری، کتاب جزء الصید، رقم: ١٨٦٥.

نے اسے سوار ہونے کا حکم دیا۔''

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہا: ((مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ)) ''جو اللہ تعالیٰ اور آپ چاہیں۔'' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَجَعَلْتَنِي لِلّٰهِ نِدًّا ؟ مَا شَآءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ)) ''کیا تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیا ہے؟ (صرف یوں کہا کرو) جو اللہ تعالیٰ اکیلا چاہے۔'' یعنی صرف وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، مشیت وارادہ میں اس کا کوئی شریک نہیں)۔''[1]

﴿وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧﴾﴾ (یونس: ٢٧)

''اور جن کے اعمال بُرے ہوں گے انہیں بُرائی کا بدلہ اسی جیسا ملے گا، اور ذلت ورسوائی انہیں ڈھانکے ہوگی انہیں اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا، اور ان کا حال ایسا ہوگا کہ گویا ان کے چہروں کو رات کے تاریک ٹکڑوں سے ڈھانک دیا گیا ہے، وہی لوگ جہنمی ہوں گے، وہاں ہمیشہ رہیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر اپنی شانِ صمدیت کو یوں بیان فرمایا:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۫ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٦﴾﴾

(التغابن: ٦)

''یہ اس لیے کہ ان کے پیغامبران کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آتے تھے، تو وہ کہتے تھے کیا ہماری رہنمائی انسان کریں گے، پس انہوں نے کفر کیا، اور منہ پھیر لیا اور اللہ نے ان کی پروا نہیں کی، اور اللہ بڑا بے نیاز اور تمام تعریفوں کا سزاوار ہے۔''

---

[1] مسند احمد: ٢٠١٤/١، رقم: ١٨٣٩، شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے ''صحیح لغیرہ'' کہا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ۝۳۸ ﴾ (محمد: ۳۸)

”تم ہی تو ہو کہ تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم میں سے بعض بخل کرنے لگتے ہیں، اور جو بخل کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے کام سے بخل کرتا ہے، اور اللہ ہی غنی ہے، اور تم محتاج وفقیر ہو، اور اگر تم دین سے برگشتہ ہو جاؤ گے تو اللہ تمہارے علاوہ کسی دوسری قوم کو لے آئے گا، پھر وہ لوگ تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔“

ایک دوسرے مقام پر اپنی صفتِ بے نیازی کا یوں تذکرہ کیا:

﴿ وَ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶ ﴾ (العنکبوت: ۶)

”اور جو شخص عمل صالح کے لیے کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے کرتا ہے۔ بے شک اللہ سارے جہان والوں سے بے نیاز ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۱۵ ﴾ (فاطر: ۱۵)

”اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو، اور اللہ تو بڑا بے نیاز اور تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔“

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا رب ہے، اور وہی عبادت کی تمام قسموں کا تنہا حق دار ہے، اور اس نے بنی نوع انسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے

لیکن اس سے کسی کو اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اپنے بندوں کی عبادتوں کا محتاج ہے، اس بات کی وضاحت کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم اپنی زندگی کے ہر لمحہ اور ہر سانس میں اس کی رحمت، لطف وکرم اور اس کی مدد کے محتاج ہو، اور وہ تو سب سے بے نیاز اور تمام تعریفوں کا حقیقی مستحق ہے۔

باب نمبر 19

اللہ تعالیٰ کی سنت دائمی اور غیر متبدل ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ يُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَخۡرُصُوۡنَ ۝١١٦﴾

(الانعام : ١١٦)

''اور اگر آپ ان لوگوں کی بات مانیں گے جن کی زمین میں اکثریت ہے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے وہ لوگ محض گمان کی پیروی کرتے ہیں، اور بالکل جھوٹی باتیں کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی سنت دائمی ہے، اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحۡوِيۡلًا ۝٤٣﴾

(فاطر : ٤٣)

''پس آپ اللہ کے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے، اور نہ آپ اللہ کے طریقے کو ٹلنے والا پائیں گے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَاتۡلُ مَاۤ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ مِنۡ كِتَابِ رَبِّكَ‌ ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ‌ ۚ وَلَنۡ تَجِدَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مُلۡتَحَدًا ۝٢٧﴾ (الکھف : ٢٧)

''اور آپ پر آپ کے رب کی کتاب کا جو حصہ بذریعہ وحی پہنچ جائے، اسے لوگوں کو پڑھ کر سنا دیا کیجیے، اس کے فیصلوں کو کوئی نہیں بدل سکتا اور آپ اس کے سوا

کوئی اور جائے پناہ نہیں پائیں گے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ قرآنِ کریم کی تلاوت کریں، اور اس میں موجود اوامر ونواہی کو بجالائیں، اور اس میں بیان کردہ حلال وحرام کے پابند رہیں ورنہ آپ بھی ہلاک ہونے والوں میں شامل ہوجائیں گے، اس لیے کہ جو بھی اس قرآن کی مخالفت کرے گا قیامت کے دن اس کا انجام جہنم ہوگا، اہل معاصی اور قرآن کی مخالفت کرنے والوں سے متعلق اس کے فیصلے کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ مزید تاکید کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر آپ نے اس کی تلاوت نہیں کی، اور اس پر عمل پیرا نہیں ہوئے تو اللہ کی وعید آپ کو بھی اپنے گھیرے میں لے لے گی، اور اس کی جناب کے علاوہ کوئی جائے پناہ آپ کو نہیں ملے گی، اور اس لیے کہ اس کی قدرت آپ کو اور تمام مخلوق کو محیط ہے، کوئی شخص اللہ کے کسی فیصلے سے راہِ فرار اختیار نہیں کرسکتا۔

نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ:

((لَمَّا اَمَرَ النَّبِیُّ لِحَفْرِ الْخَنْدَقِ ، عَرَضَتْ لَهُمْ صَخْرَةٌ ، حَالَتْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْحَفْرِ ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَخَذَ الْمِعْوَلَ ، وَوَضَعَ رِدَاءَهُ نَاحِيَةَ الْخَنْدَقِ ، وَقَالَ: تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ فَنَذَرَ ثُلُثُ الْحَجَرِ ......)) [1]

''جب نبی کریم ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو ایک چٹان صحابہ کرام کے سامنے آگئی اور کھدائی اور ان کے درمیان رکاوٹ بن گئی ، اس پر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے ، آپ نے کدال پکڑ لی اپنی چادر (اُتار کر) خندق کے ایک جانب رکھ دی اور فرمایا: ''تمہارے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں، اور وہ خوب سننے والا اور

[1] سنن نسائی ، کتاب الجهاد ، رقم : ۳۱۷۶ ، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

جاننے والا ہے۔'' (تو آپ کی ایک ضرب سے) چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ کرگر گیا۔''

ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ سُنَّةَ مَنۡ قَدۡ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنۡ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحۡوِيۡلًا ﴾ (بنی اسرائیل: ۷۷)

''یہی طریقہ ان کے رسولوں کے لیے اپنایا گیا تھا جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا، اورآپ ہمارے اس طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔''

ان مذکورہ بالا آیت طیبہ اور احادیث مبارکہ سے یہ امر اظہر من الشمس ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت دائمی اور غیر متبدل ہے۔

باب نمبر 20

اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾ (النساء: ٤٠)

''بے شک اللہ ایک ذرہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہوتی ہے تو اسے کئی گنا بڑھاتا ہے، اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا کرتا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبر دی ہے کہ وہ قیامت کے دن حساب کے وقت کسی پر ایک ذرہ کے برابر بھی ظلم نہ کرے گا بلکہ ایک ایک نیکی کو کئی کئی گنا بڑھائے گا اور ایسے لوگوں کو اپنے پاس سے بھی اجر عظیم دے گا۔

صحیحین میں سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے اسے آگ سے نکال دو۔''

ایک روایت میں ہے کہ ''جس کے دل میں ایمان کا ادنیٰ ترین ذرّہ بھی ہو اسے بھی جہنم سے نکال دو، چنانچہ بہت سے لوگ جہنم سے نکل جائیں گے۔

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چاہو تو قرآن کی یہ آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ پڑھو لیکن کافروں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں مل جائے گا آخرت میں ان کی کوئی نیکی ان کے کام نہیں آئے گی۔'' (تیسیر الرحمن)

سیّدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قدسی حدیث بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((يَا عِبَادِيْ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا .)) ❶

''اے میرے بندو! بلاشبہ میں نے اپنے آپ پر ظلم حرام کیا ہے، اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے۔ پس تم ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُّعْطٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيَجْزِي بِهَا فِي الْآخِرَةِ ، وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى اَفْضٰى اِلَى الْآخِرَةِ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا .)) ❷

''اللہ تعالیٰ مومن کی کسی نیکی پر ظلم نہیں کرے گا، دنیا میں اسے (رزق وغیرہ کی عطا کی صورت میں اس کا بدلہ ملتا ہے جب کہ آخرت میں جزا وثواب کی صورت میں اسے بدلہ ملے گا۔ البتہ کافر کو اپنی کی ہوئی نیکی کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے حتی کہ روزِ قیامت اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔''

اپنی اصلاح کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام میں فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿١١٧﴾﴾

(هود: ١١٧)

---

❶ صحيح مسلم ، كتاب البر والصلة ، رقم: ٦٥٧٢.

❷ صحيح مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة: رقم: ٧٠٨٩.

''اور آپ کا رب بستیوں کو ناحق ہلاک نہیں کرتا اگر ان میں رہنے والے نیک اور اصلاح پسند ہوتے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ کی تفسیر دو طرح سے بیان کی گئی ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک قوم آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتی ہے، اور آپس میں ظلم وزیادتی نہیں کرتی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ''حکومت کفر کے ساتھ تو باقی رہ سکتی ہے لیکن ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہتی۔ جب کوئی قوم یا کوئی حکومت ظالم بن جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ختم کر دیتا ہے۔''

دوسری تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ جب تک کوئی قوم بھلائی کا حکم دیتی اور بُرائی سے روکتی ہے، اللہ تعالیٰ محض شرک کی وجہ سے اسے ہلاک نہیں کرتا اس لیے کہ کسی قوم میں تمام برائیوں کی جڑ یہ ہے کہ اس کے اصحابِ عقل وخرد لوگوں کو بھلائی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے سے بند کر دیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے کہ اگر لوگ برائی کو دیکھ کر خاموش رہیں گے، اور اسے بدلنے کی کوشش نہیں کریں گے تو بہت ممکن ہے کہ اللہ کا عذاب ان کو پکڑ لے۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک دوسرے مقام پر اپنے سے ظلم کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝﴾ (التوبہ: ۷۰)

''کیا ان تک ان لوگوں کی خبریں نہیں پہنچی جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں یعنی قومِ

نوح اور عاد اور ثمود اور قومِ ابراہیم اور اہل مدینہ اور ان بستیوں کی خبریں جو اُلٹ دی گئیں تھیں ان کے انبیاء ان کے لیے کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ پس اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہیں تھا بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں چھ قوموں کے حالات نام لے کر بیان کیے جا رہے ہیں اور منافقین سے کہا جا رہا ہے کہ کیا انہوں نے ان قوموں کے بارے میں نہیں سنا کہ جب انہوں نے اللہ سے سرکشی کی تو ان کا انجام کیا ہوا، قومِ نوح کو طوفان کے ذریعہ ہلاک کر دیا گیا، قومِ عاد کو تیز و تند ہوا کے ذریعہ، قومِ ثمود کو زلزلہ اور چیخ کے ذریعہ، قومِ ابراہیم کے بادشاہ نمرود کو مچھر کے ذریعہ جو اس کی ناک کے ذریعہ دماغ تک پہنچ گیا، اور اس کی ہلاکت کا سبب بنا، قومِ مدین یعنی قومِ شعیب کو زلزلہ اور آگ کی بارش کے ذریعہ اور قومِ لوط کی بستیاں اُلٹ دی گئیں اور پھر ان پر پتھروں کی بارش کر دی گئی۔ ان قوموں کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ظلم نہیں تھا بلکہ ان کے کفر، انبیا علیہم السلام کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی وجہ سے ہوا۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝۱۴۷﴾ (النساء: ١٤٧)

''اگر تم شکر ادا کرو گے اور ایمان لاؤ گے تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ بڑا قدر کرنے والا اور بڑا علم والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں مقصود یہ بتانا ہے کہ عذاب کا دارومدار کفر پر ہے اور کسی چیز پر نہیں۔ اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا وہ تو بے نیاز ہے، عذاب تو صرف تمہارے کفر کا نتیجہ ہے اس لیے اگر جو ایمان و شکر کی صفات سے متصف ہو گا تو وہ عذاب سے بچ جائے گا۔ اس لیے

کہ جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور دل سے ایمان لے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوتا ہے اس لیے اسے اس کا بہترین اجر عطا کرتا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٣﴾﴾

(الانفال : ۵۳)

''یہ اس لیے ہوا کہ اللہ جب کسی قوم کو کوئی نعمت دیتا ہے تو اسے اس وقت تک نہیں چھینتا جب تک وہ اپنی (دینی) حالت نہیں بدل لیتی۔ اور بے شک اللہ بڑا سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔''

''اس آیت کریمہ میں اس عذاب کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کافر و مشرک قوموں کو مبتلا کرتا ہے اور اس کا سبب یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنی نعمتیں اس وقت چھین لیتا ہے جب اس کی دینی حالت خراب ہو جاتی ہے، اس کا عقیدہ فاسد ہو جاتا ہے اور یہ قومیں قول و عمل کسی بھی اعتبار سے ان نعمتوں کا حق دار نہیں ہوتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ ''رعد'' آیت ۱۱ میں فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾ کہ ''اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔'' یعنی جب کوئی قوم گناہ میں ملوث ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نعمت چھین لیتا ہے۔''

(تیسیر الرحمن)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

باب نمبر 21

اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا اور برحق ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَآيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴾ (فاطر: ٥)

''اے لوگو! اللہ کا وعدہ برحق ہے پس دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے، اور شیطان تمہیں اللہ کی طرف سے دھوکے میں نہ ڈال دے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی لکھتے ہیں:

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خبر دار کیا ہے کہ انسانوں کا دوبارہ زندہ کیا جانا، حساب و کتاب، جزا و سزا اور جنت وجہنم کی باتیں بالکل صحیح اور برحق ہیں اس لیے وہ دنیا کی زندگی اور اس کے عیش و آرام میں پڑ کر عمل صالح کرنا بھول نہ جائیں۔ یہاں تک کہ موت آ جائے، اور اللہ تعالیٰ کے حضور خالی ہاتھ پہنچیں اور اس وقت کف افسوس ملتے ہوئے کہیں کہ اے کاش! میں نے اس زندگی کی کامیابی کے لیے اعمال صالحہ کیے ہوتے، اور ایسا نہ ہو کہ شیطان انہیں یہ کہہ کر بہکا دے کہ اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے، اور اس کا فضل و کرم بڑا عام ہے اس لیے یہاں خوب عیش کر لو، کبھی توبہ کر لینا تو وہ غفور و رحیم تمہیں ضرور معاف کر دے گا۔''

(تیسیر الرحمن)

اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے برحق ہونے کے متعلق دوسری جگہ فرمایا:

﴿ أَلَآ إِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ أَلَآ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ (یونس : ۵۵)

''آگاہ رہو! بے شک آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ کی ملکیت ہے، آگاہ رہو! بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کے تحت رقم طراز ہیں:

''آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اس کا مالک صرف اللہ ہے، وہ جس طرح چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے اس لیے جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے، اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اور جان لو کہ اللہ نے کافروں سے عذاب کا جو وعدہ کر رکھا ہے وہ بالکل حق ہے لیکن اکثر لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے ہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

مزید فرمایا:

﴿فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لَا یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾﴾ (الروم: ۶۰)

''پس اے میرے نبی!! آپ صبر کیجیے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور (اللہ پر) یقین نہ رکھنے والے آپ کو ہلکا نہ سمجھ لیں۔''

نیز فرمانِ خداوندی ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٙ وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾﴾

(لقمان : ۳۳)

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام نہیں آئے گا، اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا، بے شک اللہ کا وعدہ سچا برحق ہے، پس تمہیں دنیا کی زندگی کہیں دھوکے میں نہ ڈال دے، اور

کہیں شیطان تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں نہ ڈال دے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں کوئی شبہ نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت لامحالہ واقع ہو کر رہے گی، اس لیے دنیا کی زندگی کے دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے، اور نہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر فکر آخرت سے غافل ہونا چاہیے۔

نیز احادیث سے بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے، اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ جنگ بدر میں کفار کے مقتولین کو جب ایک کنویں میں ایک دوسرے کے اوپر پھینک دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے کنویں کے اوپر کھڑے ہو کر فرمایا:

((يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ! وَ يَا فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ! هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ حَقًّا؟ فَإِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُّ مَا وَعَدَنِيَ اللّٰهُ حَقًّا .)) [1]

''اے فلاں کے بیٹے فلاں، اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا تم نے اس چیز کو پالیا ہے جس کا تم سے اللہ اور اس کے رسول نے سچا وعدہ کیا تھا کیونکہ میں نے اس چیز کو پالیا ہے جس کا مجھ سے اللہ تعالیٰ نے سچا وعدہ کیا تھا۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۵ ﴾ (العنکبوت : ٥)

''جو شخص اللہ سے ملنے کی توقع رکھتا ہے وہ جان لے کہ اللہ کا مقرر کردہ وقت یقیناً آنے والا ہے اور وہ بڑا سننے والا، ہر بات جاننے والا ہے۔''

اس لیے جو لوگ آخرت پر ایمان اور یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کے سامنے انہیں کھڑا ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا وہ اپنے زبانی دعویٰ پر اکتفا نہ کریں بلکہ شرک اور گناہوں سے اجتناب کریں اور اعمالِ صالحہ کرتے رہیں تاکہ اس دن ذلت و رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور

[1] صحيح مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، رقم: ٧٢٢٢.

جنت ان کا مقام بنے۔وہ جنت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے تیار کر رکھی ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿جَنّٰتِ عَدۡنِ ِالَّتِیۡ وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ عِبَادَہٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ وَعۡدُہٗ مَاۡتِیًّا ﴿۶۱﴾﴾ (مریم: ٦١)

''عدن نام کی ان جنتوں میں داخل ہوں گے جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ کر رکھا ہے، بے شک اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔''

ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَعۡدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخۡلِفُ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶﴾﴾ (الروم: ٦)

''اللہ نے یہ وعدہ کر لیا ہے اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدۡتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَ لَا تُخۡزِنَا یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اِنَّکَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ﴿۱۹۴﴾﴾ (آل عمران: ١٩٤)

''اے ہمارے رب! تو نے اپنے رسولوں کی زبانی جو ہم سے وعدہ کیا تھا وہ ہمیں دے، اور قیامت کے دن ہمیں رُسوا نہ کر، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔''

اے اللہ! رسولوں کی زبانی تو نے جو وعدہ کیا تھا کہ جو تجھ پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لے آئے گا انہیں تو اچھا بدلہ دے گا اور تیرا یہ بھی وعدہ تھا:

﴿یَوۡمَ لَا یُخۡزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ﴾

''اللہ قیامت کے دن اپنے نبی کو اور اپنے مومن بندوں کو رسوا نہیں کرے گا۔''

تو آج میری دُعا قبول فرمالے اور قیامت کے دن مجھے رسوا نہ کر۔

باب نمبر 22

اللہ تعالیٰ صاحب اولاد نہیں

اللہ تعالیٰ اولاد سے مبرا ومنزہ ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾ (المائدة: ١٧، ١٨)

”یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ مسیح ابن مریم ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کی جانب سے پھر کس کو کچھ بھی اختیار حاصل ہے کہ اگر اللہ مسیح ابن مریم اور اس کی ماں اور تمام اہل زمین کو ہلاک کرنا چاہے (تو وہ آڑے آجائے) اور آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا مالک صرف اللہ ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی وجہ سے عذاب کیوں دیتا ہے بلکہ تم بھی اس کے پیدا کیے ہوئے انسان ہو، وہ جسے چاہتا ہے معاف کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا

ہے اور آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان ہر چیز کی بادشاہت اللہ کے لیے ہے، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

مذکورہ بالا آیت میں سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نصاریٰ کے غلو اور اللہ تعالیٰ کے حق میں ان کی انتہا درجہ کی زیادتی کو بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم کا نام ہے وہ کافر ہو گئے اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے ایک بندہ کو ''اللہ'' بنا دیا جسے اللہ نے پیدا کیا تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نصاریٰ پر حجت قائم کرنے کا طریقہ بتایا کہ فرض کرو اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم، ان کی ماں اور سارے جہان والوں کو ہلاک کر دینے کا فیصلہ کر لے تو اسے کون روک سکے گا؟ اس کا جواب قطعی طور پر یہی ہوگا کہ کوئی نہیں تو پھر اللہ کا ایک بندہ کیسے ''اللہ'' ہوسکتا ہے یا معبود ہونے میں اس کا شریک کیسے بن سکتا ہے؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمان و زمین اور ان دونوں کے درمیان ہر شے کی ملکیت اللہ کے لیے ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس نے آدم کو مٹی سے اور حوا کو آدم سے پیدا کیا، اسی طرح اگر اس نے عیسیٰ کو مریم سے بغیر باپ کے پیدا کیا، تو عقلی یا شعوری طور پر کیسے ضروری ہو گیا کہ وہ ''اللہ'' ہو جائیں؟!

آیت نمبر اٹھارہ (۱۸) میں یہود و نصاریٰ کی ایک دوسری گمراہی بیان کی گئی ہے وہ کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کے بیٹے، اور اس کے محبوب لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی اور کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو پھر اللہ تمہارے گناہوں کی وجہ سے تمھیں عذاب کیوں دے گا، کوئی باپ اپنے بیٹے کو، اور کوئی محبّ اپنے محبوب کو عذاب دیتا ہے، حالانکہ تم خود اپنی زبان سے اعتراف کرتے ہو کہ ہمیں صرف چالیس دن کے لیے آگ میں ڈالا جائے گا، حقیقت یہ ہے کہ تمہارا یہ زعم جس کے سہارے تم جی رہے ہو سراسر باطل ہے، تم تو انسان ہو، اللہ تعالیٰ کا تم سے وہ تعلق ہے جو خالق کا مخلوق سے اور مالک کا بندہ سے ہے، جو ایمان لائے گا، اور اعمالِ صالحہ کرے گا اللہ اسے بخش دے گا، اور جو کفر کرے گا، اور برے اعمال کا ارتکاب کرے گا، اسے

عذاب دے گا، اس پر کوئی اعتراض نہیں، کیونکہ ہر چیز کی ملکیت اسی کے لیے ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۖ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٧٥﴾ قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٧٦﴾ ﴾ (المائدة: ۷۵، ۷۶)

''مسیح بن مریم ایک رسول تھے، اور کچھ نہیں، ان سے پہلے بہت سے انبیاء آ چکے تھے، اور ان کی ماں ایک نیک اور پارسا عورت تھیں، دونوں ہی کھانا کھایا کرتے تھے آپ دیکھ لیجیے کہ ہم اپنی نشانیاں کس طرح کھول کر بیان کرتے ہیں پھر دیکھئے کہ وہ کس طرح گم گشتۂ راہ ہوئے جا رہے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم لوگ اللہ کے سوا کسی ایسے کی عبادت کرتے ہو، جو تمھیں نقصان یا نفع پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا اور اللہ بڑا سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تردید کی ہے کہ معجزاتِ عیسیٰ اور کراماتِ مریم علیہا السلام ان کے معبود ہونے کی دلیل ہیں، بلکہ ان سے زیادہ سے زیادہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نبی اور سیّدہ مریم علیہا السلام کا ولی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سیّدنا مسیح بن مریم علیہ السلام دیگر رسولوں کی طرح ایک رسول تھے، جس طرح ان انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے معجزات دیئے اسی طرح انھیں معجزات دیئے، اگر ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ابرص کے مریض کو شفا دی، اور مردوں کو زندہ کیا، تو سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ لاٹھی کو زندگی دی اور اسے سانپ بنا کر دوڑا دیا، اور ان کے لیے سمندر کے دو حصے کر دیئے۔ یہ زیادہ تعجب خیز امر ہے، اگر انھیں اللہ نے بغیر باپ کے پیدا کیا تو سیّدنا آدم کو

بغیر باپ اور بغیر ماں کے پیدا کیا اور یہ زیادہ تعجب انگیز تخلیق تھی۔

﴿كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ﴾ یہ صریح دلیل ہے کہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں دونوں تمام انسانوں کی طرح انسان تھے اس لیے کہ جو شخص کھانا کھاتا ہے، اس کے ہضم ہونے اور پھر اس کے اخراج کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ گوشت پوست، ہڈیوں، اعصاب اور دیگر اجزاء سے مرکب تمام اجسام کی مانند ایک جسم ہوتا ہے، معبود کیسے ہوسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی یکتائیت سے متعلق کیسا عمدہ استدلال پیش کیا ہے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ مومنون میں ارشاد فرمایا:

﴿ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون: ۹۱)

''اللہ نے اپنی کوئی اولاد نہیں بنائی ہے، اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے، ورنہ ہر معبود اپنی مخلوقات کو لے کر الگ ہوجاتا، اور ان میں سے ہر ایک دوسرے پر چڑھ بیٹھتا، اللہ ان تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، جنھیں لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی نہ کوئی اولاد بنائی ہے، اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور دوسرا معبود ہے، اس لیے کہ اگر اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود ہوتے تو ہر ایک اپنی مخلوقات میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا، اور نتیجہ یہ ہوتا کہ نظام عالم کو سنبھالنے میں ان کے درمیان ٹکراؤ پیدا ہوتا، لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے پورے عالم کا نظام غایت درجہ منظّم ہے، اور ہر چیز ایک دوسرے سے ایک خاص نظام کے مطابق جڑی ہوئی ہے۔ نیز اگر کئی معبود ہوتے تو ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا، اور اگر دونوں ایک دوسرے کے مقابلے میں عاجز ہوتے تو معبود نہ ہوتے، اور اگر ایک غالب ہوتا، اور دوسرا مغلوب، تو مغلوب معبود نہ ہوتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ اس کی ذات ظالم مشرکوں کے

اس دعویٰ سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہے یا اس کا کوئی شریک ہے، وہ تو غائب و حاضر سب کا علم رکھتا ہے، اس لیے اس کی ذاتِ بالا صفات مشرکوں کی افترا پردازی سے بلند و بالا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو سورۂ اخلاص میں نہایت دلکش پیرائے میں بیان کیا ہے:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ ① اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ ② لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ ③ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۠ ④ ﴾

''اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس نے کسی کو پیدا کیا ہے، اور نہ وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔''

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے نبی! جو شخص آپ سے اللہ کے بارے میں پوچھے، اس سے کہہ دیجیے کہ اللہ ایک ہے، تمام کمالات میں منفرد ہے، تمام اچھے اور پیارے نام، کامل و اعلیٰ صفات اور مقدس افعال اسی کے لیے ہیں، اور وہ بے نظیر اور بے مثال ہے۔ سب کی حاجتیں وہی پوری کرنے والا ہے اس کے در کے سوا کوئی دَر مانگنے کا نہیں، سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، اس لیے کہ وہ اپنی صفات میں کامل ہے، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، اس کا حلم اس کے غضب پر غالب ہے، اس کی رحمت ہر چیز کے لیے عام ہے، اسی طرح وہ اپنی تمام صفات میں کامل ہے، اس میں کوئی نقص و عیب نہیں۔

وہ کامل و بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا ہے، اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے، اور نہ اس کا کوئی مد مقابل ہے اور نہ کوئی اس کے جیسا ہے، اس لیے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے، اس کے سوا کوئی بھی کسی عبادت کا سزاوار نہیں۔

ڈاکٹر ذاکر نائیک حفظہ اللہ دوسری کتاب عیسائیت میں تصورِ تثلیث کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اگر آپ لفظِ تثلیث کا تجزیہ کریں تو یہ انجیل میں نہیں ہے آپ پوری انجیل کا مطالعہ کر لیں لفظ تثلیث آپ کو کہیں نہیں ملے گا، تاہم یہ لفظ آپ کو قرآن میں ملے گا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ﴾ (النساء: ۱۷۱)

’’اور یہ نہ کہو کہ تین ہیں، اس سے باز آ جاؤ کہ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔‘‘

قرآنِ مجید میں سورۂ مائدہ میں بھی اسی طرح کا مضمون ہے:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (المائدہ: ۷۳)

’’وہ لوگ یقیناً کافر ہو گئے جنہوں نے کہا اللہ تین میں تیسرا ہے جب کہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں۔‘‘

انجیل میں اس مفہوم سے قریب ترین آیت درج ذیل ہے:

’’کیونکہ تین ہیں جو گواہی دیتے ہیں یعنی آسمان پر باپ اور بیٹا، اور روح القدس اور یہ تینوں ایک ہی ہیں۔‘‘ [انجیل، خطوط عام۔ یوحنا، باب ۵، آیت ۷]

لیکن اگر آپ انتہائی ممتاز اور جید۳۲ مسیحی دانشور (علماء) کا نظرثانی شدہ نسخہ نمبر۲ ملاحظہ فرمائیں کہ جن کی معاونت پر پچاس مسیحی مامور تھے، تو آپ دیکھیں گے کہ انہوں نے اس آیت کو جعلی اور خود ساختہ قرار دے کر حذف کر دیا ہے، یہ کام مسلمانوں یا غیر مسیحی علماء نے نہیں بلکہ ۳۲ جید اور ممتاز مسیحی دانشوروں نے کیا ہے، ہم مسلمانوں کو ان الٰہیاتی متخصصین کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ جو انجیل کو ایک درجہ قرآن کے قریب لے آئے ہیں کہ قرآن ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ﴾ ’’اور تین مت کہو۔‘‘

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی تثلیث کی بات نہیں کی کہ تینوں ایک ہیں بلکہ درحقیقت انہوں نے یہ کہا ہے:

’’باپ مجھ سے بڑا (Greater) ہے۔‘‘ [انجیل مقدس یوحنا باب ۱۴، آیت ۲۸]

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

’’باپ سب سے بڑا (Greater) ہے۔‘‘ [انجیل مقدس یوحنا باب ۱۰، آیت ۲۹]

مزید فرماتے ہیں:

”میں خدا کی روح (Spirit) سے بدروحوں کو نکالتا ہوں۔“

[انجیل مقدس متی باب ۱۲، آیت ۲۸]

ایک اور جگہ اس سے ملتا جلتا ارشاد فرماتے ہیں:

”میں خدا کی قدرت سے بدروحوں (Devils) کو نکالتا ہوں۔“

[انجیل مقدس، لوقا باب ۱۱، آیت ۲۰]

یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیے:

”میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا جیسے میں سنتا ہوں ویسے ہی عدالت کرتا ہوں اور میری عدالت راست ہے، کیونکہ میں اپنی مرضی کو نہیں بلکہ اس کی مرضی کو جس نے مجھے بھیجا چاہتا ہوں۔“ [انجیل مقدس یوحنا، باب ۵، آیت ۳۰]

پس حضرت عیسی علیہ السلام نے کبھی تثلیث کی بات نہیں کی بلکہ جب فقیہوں میں سے ایک نے پاس آ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا:

”سب سے پہلا حکم کون سا ہے؟ یسوع نے جواب دیا کہ پہلا یہ ہے ”سن اے اسرائیل کہ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔“

[انجیل مقدس مرقس باب ۱۲، آیت ۲۹]

اس موضوع پر مزید تفصیل جاننے کے لیے ڈاکٹر ذاکر نائیک حفظہ اللہ کی کتاب ”اہم مذاہب میں خدا کا تصور“ کا مطالعہ فرمائیں۔

سورۂ انعام میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۖ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝١٠١ ﴾

(الانعام: ۱۰۱)

”وہ آسمانوں اور زمین کا (بغیر کسی سابق مثال ونمونہ کے) پیدا کرنے والا ہے،

اُس کا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اُس کی کوئی بیوی نہیں ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔''

جن لوگوں نے اللہ کے لیے بیٹا یا بیٹی ثابت کرنے کی جرأت کی، اس آیت میں ان کی تردید کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو بغیر مادہ کے پیدا کیا ہے وہ فاعل اور مؤثر مطلق ہے وہ کسی چیز کا اثر قبول نہیں کرتا ہے حالانکہ باپ بیٹے کا عنصر ہوتا ہے، اور منفعل ہوکر اثر قبول کرتا ہے، تب بیٹے کا مادہ اُس سے منفعل ہوتا ہے اس لیے اللہ کا کوئی بیٹا نہیں ہوسکتا، اور اس لیے بھی اُس کا کوئی بیٹا نہیں ہوسکتا کہ اُس کی کوئی بیوی نہیں، اور بغیر دو ہم جنسوں کے ملاپ کے لڑکا نہیں ہوتا، اور اللہ کا کوئی ہم جنس نہیں، اور اس لیے بھی اس کا کوئی بیٹا نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے، اور مخلوق خالق کا بیٹا نہیں ہوسکتی، اور اس لیے بھی اس کا کوئی بیٹا نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام معلومات کو محیط ہے کوئی چیز اِس سے مخفی نہیں اگر اس کا بیٹا ہوتا تو وہ بھی اُس کی صفات کے ساتھ متصف ہوتا وہ بھی ہر چیز کا علم رکھتا جبکہ یہ صفت غیر اللہ سے بالاجماع منفی ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (یونس: ٦٨)

''مشرکین کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے لیے لڑکا بنایا ہے، وہ ہر عیب سے پاک ہے، وہ بے نیاز ہے، آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا وہی مالک ہے، تمہاری اس بات کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، کیا تم اللہ کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جس کا تمھیں کوئی علم نہیں ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی رقم طراز ہیں:

''مشرکین کی ایک نہایت ہی دل آزار بات یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ یہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، اسی طرح یہود کہتے تھے کہ سیّدنا عزیر علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے تھے کہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول باطل کی تردید کی، اور کہا کہ وہ اس بہتان سے یکسر پاک ہے اس لیے کہ وہ غنی ہے اور ہمیشہ رہے گا، اور اولاد تو اسے چاہیے جسے ختم ہو جانا ہے تاکہ لڑکا اس کی جگہ لے سکے، اور اس لیے کہ آسمان و زمین کی ہر شی کو اسی نے پیدا کیا ہے، اور ہر شی اسی کی ملکیت ہے، تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ آقا اپنے ایک غلام کو اپنا بیٹا بنالے، اور اس لیے بھی کہ مشرکین کے پاس اس باطل دعویٰ کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ محض کم عقلی اور جہالت کی بنیاد پر ایسی باتیں کرتے ہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرتے تھے، چنانچہ ان کے اس باطل عقیدے کی تردید اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے کی:

﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ ﴾ (مریم: ٨٨ تا ٩٢)

''اور مشرکین کہتے ہیں کہ رحمٰن نے کسی کو اپنی اولاد بنا رکھا ہے۔ یقیناً تم لوگوں نے (یہ کہہ کر) بہت بھاری گناہ کیا ہے۔ قریب ہے کہ اس کے اثر سے آسمان پھٹ جائیں، اور زمین میں شگاف پڑ جائے، اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اس لیے کہ وہ لوگ رحمٰن کے لیے لڑکا ثابت کرتے ہیں۔ اور رحمٰن کے لیے یہ مناسب ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے لیے کسی کو لڑکا بنائے۔''

اس آیت کریمہ میں یہود و نصاریٰ اور بعض قبائل عرب کی تردید کی گئی ہے جو اللہ کے

لیے اولاد ثابت کرتے تھے۔ یہود سیّدنا عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا، اور عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انھیں مخاطب کرکے فرمایا کہ تم لوگوں نے ایک بدترین گناہ کا ارتکاب کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا ایسی بری بات ہے کہ مقامِ ربانی کی رفعت اور شدتِ غیرت کے سبب قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں، زمین میں شگاف پڑ جائے، اور پہاڑ پاش پاش ہوجائیں، اس لیے کہ یہ بات کسی طرح مناسب ہی نہیں کہ اللہ کی کوئی اولاد ہو، وہ تو تمام مخلوقات کا خالق وموجد ہے، اولاد تو مخلوق کی ہوتی ہے، اور جب قیامت برپا ہوگی تو آسمان وزمین میں پائے جانے والے تمام انس وجن اور فرشتے اپنی عبودیت کا اظہار کرتے ہوئے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ اس کے حضور کھڑے ہوں گے۔

اس کے لیے اولاد کا ہونا خلافِ عقل ہے، وہ تو اپنی تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، اولاد تو مخلوق کی ہوتی ہے، جو اپنے لیے دنیاوی زندگی میں اس کی مدد کی محتاج ہوتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿٨١﴾ ﴾

(الزخرف : ۸۱)

”اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ اگر رحمان کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی پرستش کرنے والا ہوتا۔“

اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کہا گیا ہے کہ اگر بفرضِ محال اللہ کی کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا لیکن چوں کہ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اس لیے میں اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا ہو۔

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کے تحت رقم طراز ہیں:

”قاشانی نے لکھا ہے کہ ”اس آیت میں دلیل و برہان کے ذریعہ اللہ کے لیے اولاد ہونے کی نفی کی گئی ہے، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کی اس حیثیت سے

عبادت نہ کرنا کہ وہ اللہ کی اولاد ہے اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے، اس لیے کہ اگر اس کی کوئی اولاد ہوتی تو نبی کریم ﷺ اس کی ضرور عبادت کرتے۔ نیز اس آیت میں نبی کریم ﷺ سے شرک کی نفی کی گئی ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔'' (تیسیر الرحمن)

سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ڲ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿١١٦﴾ ﴾ (المائدۃ: ۱۱۶)

''اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو۔ تو انھوں نے کہا تیری ذات پاک ہر عیب سے پاک ہے، میرے لیے یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ میں وہ بات کہوں جو میرا حق نہیں ہے، اگر یہ بات میں نے کہی ہے تو تجھے اس کی پوری خبر ہے، تو میرے دل کی چھپی باتوں کو جانتا ہے، اور میں تیرے دل کی کوئی بات نہیں جانتا، بے شک تو تمام غیبی امور کا جاننے والا ہے۔''

یہاں بھی خطاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ہے اور یہ خطاب قیامت کے دن ان نصاریٰ کے سامنے ہوگا، جنھوں نے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں سیّدہ مریم علیہا السلام کو اللہ کی بجائے معبود بنالیا تھا، اور اس سے مقصود ان کی توبیخ و ملامت ہوگی اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ دیگر قوموں کا جرم اس حد تک محدود تھا کہ انھوں نے انبیاء علیہم السلام پر طعن و تشنیع کیا لیکن ملحدین نصاریٰ نے تو اللہ کے جلال اور اس کی کبریائی پر کلام کیا، اور اسے ایسی صفات کے

ساتھ متصف کیا جو کسی طرح اس کے لائق نہ تھیں۔ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور ان کی ماں کو اس کی بیوی ٹھہرایا۔ اسی لیے روزِ قیامت تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کے سامنے اللہ تعالیٰ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے ایک ایک انعام کا ذکر کر کے ان کی عبودیت کا احساس دلائے گا۔ اس کے بعد ان سے اللہ تمام حاضرین محشر کے سامنے سوال کرے گا تا کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنی عبودیت اور اس بات کا اعلان کریں کہ انھوں نے اپنی اُمت کو اللہ کی بندگی کا حکم دیا تھا تا کہ ان کی عبادت کرنے والوں کی تکذیب ہو اور ان کے خلاف حجت قائم ہو جائے۔ اور یہ اسلوبِ بیان اللہ تعالیٰ نے اس لیے اختیار کیا ہے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے نصاریٰ کو تنبیہ کی جائے اور انھیں بتایا جائے کہ ان کا عقیدہ کتنا فاسد اور ان کا مذہب کس قدر بے بنیاد ہے۔

احادیث میں صراحتاً سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول اور اس کا بندہ کہا گیا ہے۔ اب ہم ذیل میں ان احادیث میں سے چند ایک کا تذکرہ کرتے ہیں:

سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُاللَّهِ وَرَسُولُهُ ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ ، وَالنَّارُ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ .)) [1]

"جس شخص نے یہ گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود (برحق) نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور یہ گواہی دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اور یہ گواہی دی کہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا اور اس کی روح ہیں اور یہ گواہی دی کہ جنت حق ہے، اور دوزخ حق ہے، تو اس کے جیسے بھی عمل ہوں

[1] صحيح بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، رقم: ٣٤٣٥.

اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل فرما دیں گے۔‘‘

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا نہیں، اور سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔حتی کہ جن مذاہب میں آج ہزاروں لاکھوں خداؤں کی پوجا ہوتی ہے ان کی اصل کتابوں میں بھی ایک ہی خدا کا ذکر ہے۔ ہندوؤں کی بڑی اہم کتاب میں ہندو ویدانت کا برہما سترا درج ذیل ہے:

’’خدا فقط ایک ہے دوسرا نہیں، بالکل نہیں، ہرگز نہیں، ذرہ برابر نہیں۔‘‘

(مجھے ہے حکم اذاں، اہم مذاہب میں خدا کا تصور، ص:۲۵)

باب نمبر 22

اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾ ﴾ (المائدة: ١١٦)

''اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنا لو۔ تو انھوں نے کہا تیری ذات پاک ہر عیب سے پاک ہے، میرے لیے یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ میں وہ بات کہوں جو میرا حق نہیں ہے، اگر یہ بات میں نے کہی ہے تو تجھے اس کی پوری خبر ہے، تو میرے دل کی چھپی باتوں کو جانتا ہے، اور میں تیرے دل کی کوئی بات نہیں جانتا ہوں، بے شک تو تمام غیبی امور کا جاننے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ اے اللہ! تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ نیز احادیث سے بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے کسی راستے میں مجھ سے ملے اس وقت میں جنبی تھا، اس لیے میں پیچھے ہٹا اور چلا گیا۔ پھر غسل کر کے آیا تو آپ نے

دریافت کیا: ''اے ابوہریرہ! تم کہاں چلے گئے تھے؟'' میں نے عرض کیا کہ میں جنبی تھا اس لیے میں نے پسند نہیں کیا کہ ناپاکی کی حالت میں آپ کے ساتھ بیٹھوں۔ آپ نے فرمایا: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ .)) ...... ''اللہ تعالیٰ پاک ہے! بلاشبہ مسلمان ناپاک نہیں ہوتا۔'' ❶

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدے میں یہ دُعا پڑھا کرتے تھے: ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ أَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ .)) ...... ''اے اللہ! ہمارے پروردگار! تو پاک ہے اپنی حمد وتعریف کے ساتھ، اے اللہ! مجھے بخش دے۔'' ❷

سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بیدار ہوئے تو فرمایا:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ ، مَا ذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ ......)) ❸

''اللہ پاک ہے، اس رات کیا ہی فتنے اُتارے گئے ہیں......''

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهِ ، غُرِسَتْ لَهُ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ .)) ❹

''جس نے کہا: اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے، اس کے لیے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے۔''

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب ونقص سے مبرا ومنزہ ہے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الغسل، رقم: ٢٨٣.

❷ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء فی الرکوع، رقم: ٧٩٤.

❸ صحیح بخاری، کتاب الجمعه ، رقم: ١١٢٦.

❹ ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ٣٤٦٤، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

اتَّبَعَنِیْ ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ (یوسف:۱۰۸)

"آپ کہہ دیجیے کہ یہی (دین اسلام) میری راہ ہے میں اور میرے ماننے والے، لوگوں کو اللہ کی طرف دلیل و برہان کی روشنی میں بلاتے ہیں، اور اللہ کی ذات بے عیب ہے، اور میں مشرک نہیں ہوں۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی رقم طراز ہیں:

"نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ مشرکین سے کہہ دیجیے کہ ایمان باللہ اور توحید باری تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلانا میرا طریقہ، میرا مسلک اور میری سنت ہے، میں اور میرے ماننے والے مومنین واضح دلیل و برہان کی بنیاد پر لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے ہیں، اور میرا ایمان ہے کہ اللہ کی ذات ہر عیب و نقص سے پاک ہے، اس کا نہ کوئی شریک ہے، نہ مقابل، نہ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ بیوی۔ وہ ان تمام عیوب و نقائص اور تمام کمزوریوں سے یکسر پاک ہے، اور میں مشرکوں کے دین پر نہیں ہوں۔" (تیسیر الرحمن)

سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا:

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۱﴾ ﴾ (بنی اسرائیل: ۱)

"(تمام عیوب و نقائص سے) پاک ہے وہ جو اپنے بندے (محمد) کو رات کے وقت مسجد حرام سے اس مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم انھیں اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"عربی زبان میں "سبحان" سَبَّحَ یُسَبِّحُ کا مصدر ہے جس کا معنی "پاکی بیان

کرنا'' ہے۔ قرآنِ کریم میں یہ لفظ کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور تمام عیوب سے اس کی پاکی بیان کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے، یہاں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی کبریائی بیان کرنے کے لیے آیا ہے کہ اس کی ذات ایسی چیزوں پر قادر ہے جس پر کوئی دوسرا قادر نہیں ہے، اور اس کا مظہر ''اسراء'' اور ''معراج'' کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے بندے کو رات کے صرف ایک پہر میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾ ﴾ (النور: ١٦)

''اور جب تم لوگوں نے یہ جھوٹی خبر سنی تو کیوں نہیں کہا: ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ ایسی بات کریں۔ اے ہمارے رب! تو تمام عیوب سے پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔''

سورۂ روم میں ہے:

﴿ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿١٧﴾ ﴾

(الروم: ١٧)

''پس تم لوگ اللہ کی پاکی بیان کرو، جب شام کرو اور جب صبح کرو۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''واحدی نے مفسرین کا قول نقل کیا ہے کہ یہاں ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ﴾ صَلُّوْا لِلّٰهِ! ''یعنی اللہ کے لیے نماز پڑھو'' کے معنی میں ہے۔

نحاس کا قول ہے کہ اس آیت کریمہ میں پانچوں نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔

ابن مردویہ، عبدالرزاق، ابن جریر اور حاکم وغیرہم نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ'' اس آیت کریمہ میں پانچوں نمازوں کے اوقات بیان کیے

گئے ہیں۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ چوں کہ نماز میں اللہ کی پاکی بیان کی جاتی ہے۔ اور اللہ کی حمد وثنا کی جاتی ہے اسی لیے اسے تسبیح وتحمید سے تعبیر کیا گیا ہے۔ " تُمْسُوْنَ " سے مغرب اور عشاء اور " تُصْبِحُوْنَ " سے فجر مراد ہے، اور " عَشِيًّا " سے عصر، اور " تُظْهِرُوْنَ " سے نمازِ ظہر مراد ہے۔ معلوم ہوا کہ حصولِ جنت اور عذابِ جہنم سے نجات کا سب سے بڑا ذریعہ پانچوں نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرنا ہے۔"

اے رب کریم! ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم پانچوں وقت کی نمازیں اُن کے اوقات میں قائم کر سکیں۔ (آمین)

باب نمبر 24

اللہ تعالیٰ ہی مجیب الدعوات ہے

اللہ تعالیٰ ہی دعاؤں کو سننے والا ہے، اللہ کے علاوہ کوئی اور دعاؤں کو نہیں سنتا، متعدد آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ اب ہم ذیل میں ان آیات کو ذکر کرتے ہیں:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝۶۲ ﴾ (الحج: ۶۲)

"اور یہ اس لیے کہ اللہ کی ذات برحق ہے، اور اللہ کے سوا جس کی وہ پرستش کرتے ہیں، وہ باطل ہے اور بے شک اللہ ہی برتر اور بڑا ہے۔"

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ۝۷۳ ﴾ (الحج: ۷۳)

"اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے جسے غور سے سنو، اللہ کے سوا جن معبودوں کو تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، چاہے اس کے لیے سب اکٹھے ہو جائیں، اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے، تو اس سے وہ چیز چھڑا نہیں سکتے، چاہنے والا، اور جسے چاہا جا رہا ہے دونوں کمزور ہیں۔"

ان آیات میں ان جھوٹے معبودوں کی بے بسی اور عاجزی کو بیان کیا جا رہا ہے، اور جو ان کو پکارتے ہیں ان کو کہا جا رہا ہے کہ ذرا عقل کے ناخن لو، اور غور کرو کہ جن معبودوں کی تم اللہ کی بجائے پوجا کرتے ہو وہ تمام اکٹھے ہو کر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے ہیں جو کہ اللہ کی

کمزور ترین مخلوق ہے اور چھوٹی سی مکھی اگر ان سے کوئی چیز چھین تو اسے وہ واپس نہیں لا سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے معبود تو اتنے حقیر اور کمزور ہیں کہ اگر اُن پر کوئی مکھی بیٹھ جائے تو وہ اپنے آپ سے مکھی کو بھی نہیں بھگا سکتے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (یونس: ۱۰۶)

''اور اللہ کے سوا ان معبودوں کو نہ پکاریئے جو آپ کو نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، اور اگر آپ نے ایسا کیا تو یقیناً اس وقت آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ اللہ کے سوا ان معبودوں کو نہ پکاریئے جو نقصان و نفع کے مالک نہیں ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں، اگر کوئی ہوتا تو اسے ضرور اللہ تبارک وتعالیٰ اس آیت میں بیان فرماتے۔ نیز احادیث میں بھی اللہ کے نبی ﷺ نے غیر اللہ کو پکارنے سے منع فرمایا ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ .)) [1]

''جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی شریک کو پکارتا تھا تو آگ میں داخل ہوگا۔''

اسی طرح سورۂ احقاف میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ أَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ ﴾

(الأحقاف: ۵۔۶)

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر رقم: ٤٤٩٧.

’’اور اس آدمی سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی بجائے ان معبودوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار کو نہ سن سکیں گے، اور وہ ان کی فریاد و پکار سے یکسر غافل ہیں۔ اور جب لوگ میدانِ محشر میں لائے جائیں گے تو وہ معبود اُن کے دشمن ہو جائیں گے، اور ان کی عبادت کا انکار کریں گے۔‘‘

مذکورہ بالا آیت میں اہل کفر کی شقاوت و بدبختی بیان کی جارہی ہے کہ اس آدمی سے زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا کسی ایسے جھوٹے معبود کو پکارتا ہے جو اس کی پکار کو قیامت تک نہیں سن سکتا، اس لیے کہ یا تو وہ مٹی یا پتھر کا بنا بت ہے یا کوئی بندۂ عاجز و مسکین ہے جو اپنے حال میں مشغول ہے، اور اللہ کی مرضی کے بغیر ایک تنکا بھی نہیں ہلاسکتا بلکہ قیامت کے دن میدانِ محشر میں جب سب لوگ جمع ہوں گے تو وہ معبودانِ باطلہ ان کے دشمن ہوجائیں گے، اور ان سے اعلانِ براءت کریں گے، اور صاف صاف کہہ دیں گے کہ ہم نے انھیں نہیں کہا تھا کہ یہ ہماری عبادت کریں، اور نہ ہم جانتے ہیں کہ انھوں نے ہماری عبادت کی تھی، اے ہمارے رب! ہم ان سے اپنی بیزاری اور براءت کا اعلان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ ۚ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿١٤﴾ ﴾ (الرعد: ١٤)

’’صرف اسی کو پکارنا حق ہے اور جو لوگ اس کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں، وہ ان کی کوئی حاجت پوری نہیں کرتے، ان کی حالت اُس آدمی کی سی ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے، تاکہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ کبھی بھی ان کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا اور کافروں کا اپنے معبودوں کو پکارنا رائیگاں ہی ہے۔‘‘

دعا و عبادت کی تمام قسمیں، خشوع و خضوع، جھکنا اور سر جھکانا اللہ کے لیے خاص ہے

اس لیے کہ مضطر و پریشان حال کی پکار کو وہی سنتا ہے، وہی ان کی تکلیفوں کو دُور کرتا ہے اس لیے صرف اسی کی عبادت کی جانی چاہیے اسی کے سامنے گریہ وزاری کرنی چاہیے۔ اور جو لوگ بتوں کی پرستش کرتے ہیں ان کی مثال اس آدمی کی سی ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف بڑھائے تاکہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے لیکن پانی اس کی پیاس کو محسوس نہیں کرتا، اور نہ ہی یہ دیکھ پاتا ہے کہ کوئی اپنے ہاتھ اس کے سامنے پھیلائے ہوئے ہے اس لیے نہ وہ اس کی فریاد سن پاتا ہے، اور نہ اس کے منہ تک پہنچتا ہے۔ بتوں کا حال بھی ایسا ہی ہے وہ اپنی عبادت کرنے والوں کی ادنیٰ حاجت بھی پوری نہیں کر پاتے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ کافروں کی عبادت اور بتوں سے ان کی فریاد طلبی ان کے کسی کام نہیں آئے گی، بلکہ یہ وبال دین و ایمان بن جائے گی۔ سورۂ نحل میں ان جھوٹے معبودوں کی بے بسی و عاجزی کو یوں بیان کیا:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾ (النحل: ۲۰۔۲۱)

’’اور جن (معبودوں) کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ وہ مردے بے جان ہیں اور وہ کچھ بھی شعور نہیں رکھتے کہ (دوبارہ) کب اُٹھائے جائیں گے۔‘‘

کفارِ قریش کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ جن بتوں کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں پیدا کر سکتے بلکہ پوجنے والوں نے ہی اپنے ہاتھوں سے انھیں بنایا ہے گویا وہ اپنے پجاریوں سے بھی زیادہ عاجز اور کمزور ہیں، جیسا کہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا: ﴿أَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ﴾ (الصافات: ۹۵) ’’کیا جنھیں تم اپنے ہاتھوں سے پتھروں کو کاٹ کر بناتے ہو انہی کی عبادت کرتے ہو؟‘‘ ...... اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مزید تاکید کے طور پر فرمایا کہ وہ تو مردہ ہیں نہ کبھی زندہ تھے اور نہ مستقبل میں انھیں زندگی ملے گی، اور انھیں شعور بھی نہیں کہ وہ کب اُٹھائے جائیں گے، تو پھر وہ اللہ کے سوا معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ ﴾ (فاطر: ۱۳، ۱٤، ۱۵)

’’وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے، اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور اس نے آفتاب و ماہتاب کو اپنے حکم کے تابع بنا رکھا ہے، ہر ایک اپنے مقرر وقت پر چلتا رہتا ہے، وہی اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور اس کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کی جھلی کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اگر تم انھیں پکارو گے تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے، اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو وہ تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے، اور قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کریں گے، اور تمھیں اس کے مانند کوئی خبر نہیں دے سکتا جو ہر چیز سے باخبر ہے۔ اے لوگو! تم ہی سب اللہ کے محتاج ہو، اور اللہ تو بڑا بے نیاز اور تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں بیان کیا جارہا ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کے مظاہر قدرتِ مطلقہ میں سے یہ بھی ہے کہ کبھی وہ رات کو چھوٹی اور دن کو بڑا بنا دیتا ہے، اور کبھی دن کو بڑا اور رات کو چھوٹی بنا دیتا ہے اور کبھی بالکل رات آجاتی ہے تو کبھی دن نکل آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آفتاب و ماہتاب کو بندوں کے مصالح و منافع کی خاطر ایک خاص نظام حرکت و جریان کا پابند بنا رکھا ہے جس سے وہ دونوں تا قیامت سرمو انحراف نہیں کر سکتے۔

مذکورہ بالا مظاہر قدرت و حکمت اور بندوں کے ساتھ اپنے لطف و کرم کے اعمال بیان

کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں کے لیے اعلان کر دیا کہ وہی قادرِ مطلق سب کا رب اور مالک کل ہے۔ اور مشرکین اس کے سوا جن معبودوں کو پکارتے ہیں، وہ تو ایک تنکے کے بھی مالک نہیں ہیں، وہ اگر انھیں پکاریں گے تو یہ اُن کی پکار کا جواب نہیں دیں گے، اس لیے کہ وہ بے جان ہیں، اور اگر بفرض محال سن بھی لیں تو تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے کیونکہ وہ نفع ونقصان کی ایک ذرہ کے برابر بھی قدرت نہیں رکھتے۔ اور قیامت کے دن تو وہ اپنے معبود ہونے اور اس بات کا قطعی طور پر انکار کر دیں گے کہ مشرکین ان کی پوجا کرتے تھے یا وہ ان کی عبادت پر راضی تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۲۶ ﴾

(الشوریٰ: ۲۶)

''اور ایمان والوں اور عمل صالح کرنے والوں کی دُعا وعبادت کو قبول کرتا ہے، اور اپنے فضل سے انھیں مزید عطا کرتا ہے، اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔''

دوسری جگہ پر فرمایا:

﴿ وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۶۰ ﴾ (المؤمن: ٦٠)

''اور تمہارے رب نے کہہ دیا ہے تم سب مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، بے شک جو لوگ کبر کی وجہ سے میری عبادت نہیں کرتے، وہ عنقریب ذلت ورسوائی کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ازراہِ خیر خواہی اپنے رسول ﷺ کی زبانی یہ تعلیم دی ہے کہ میرے بندو! تم سب صرف مجھے پکارو،

میں ہی تمہاری پکار کا جواب دوں گا اور تمہاری دعائیں قبول کروں گا، اس لیے کہ تم سب میرے بندے ہو اور میں ہی تمہارا ربّ ہوں۔ مسند احمد میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو اللہ کو نہیں پکارتا اللہ اس سے غضبناک ہو جاتا ہے۔''

ایک دوسری روایت ہے کہ:

''جو اللہ سے نہیں مانگتا، اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔''

دعاء کرنا یعنی پکارنا عبادت ہے، جیسا کہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ))......''دُعا ہی اصل عبادت ہے۔''

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا کہ جو لوگ کبر و غرور کی وجہ سے میری عبادت نہیں کرتے اور مجھے پکارتے نہیں وہ نہایت ہی ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے، یعنی ایسا صرف اہل کفر ہی کر سکتے ہیں۔ اہل ایمان تو اپنے اللہ کے سامنے گریہ و زاری کرتے ہیں، اور دست سوال پھیلا کر اپنے گناہوں کی معافی اور دنیا و آخرت کی بھلائی مانگتے ہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝۱۸۶ ﴾ (البقرة: ١٨٦)

''(اے نبی!) اگر آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں قریب ہوں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، پس انھیں چاہیے کہ میرے حکم کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ راہِ راست پر آ جائیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ رمضان کے روزے پورے کر لینے کے بعد تکبیر کہو، اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے رمضان جیسا بابرکت مہینہ عطا کیا، اور اس میں روزے رکھنے کی توفیق بخشی۔ اور اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ اللہ جسے وہ یاد کریں گے اور جس کا شکر ادا کریں گے، ان سے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے:

﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ٥﴾ (ق : ١٦)

''ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔''

علمائے تفسیر نے یہ بھی کہا ہے کہ روزوں کے احکام کے درمیان دُعا کے ذکر سے مقصود اس طرف اشارہ ہے کہ رمضان میں دُعا کی بڑی اہمیت ہے۔

مسند طیالسی میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ افطار کے وقت اپنے تمام اہل و عیال کے ساتھ دُعا کیا کرتے تھے، اس لیے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''روزہ دار کے افطار کے وقت کی دُعا قبول ہوتی ہے۔''

ایک اور حدیث ہے کہ ''تین آدمیوں کی دُعا ردّ نہیں کی جاتی: امام عادل کی، روزہ دار کی اور مظلوم کی۔'' (مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا اے اللہ کے رسول! کیا ہمارا رب قریب ہے تاکہ ہم اس سے سرگوشی کریں، یا دُور ہے تاکہ اُسے پکاریں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔''[1]

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ يَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ؟ مَنْ

[1] تیسیر الرحمن، ص: ١٠٢.

يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ؟ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَلَهُ؟)) ❶

''ہمارا پروردگار ہر رات جب رات کا آخری تیسرا پہر باقی رہ جاتا ہے تو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، اور کہتا ہے کون ہے جو مجھ سے دُعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے میں اسے عطا کردوں، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے میں اسے بخش دوں۔''

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُوْا بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيْهَا إِثْمٌ وَلَا قَطِيْعَةُ رَحِمٍ، إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَا اِحْدٰى ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ تُعَجَّلَ لَهُ دَعْوَتُهُ، وَإِمَّا أَنْ يَدَّخِرَهَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ، اِمَّا اَنْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا. قَالُوْا: اِذًا نُكْثِرُ. قَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ.)) ❷

''جب بھی کوئی مسلمان دُعا کرتا ہے، جس میں نافرمانی اور رشتہ داری کو توڑنا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے تین اشیا میں سے ایک چیز عطا کرتا ہے یا تو (دنیا میں) اس کی دُعا کو جلد قبول کرتا ہے یا آخرت میں اس کے لیے اس دعا کو ذخیرہ بنالیتا ہے یا اس دعا کے ذریعے اس سے کسی مصیبت کو دُور فرماتا ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے عرض کیا: پھر تو ہم کثرت کے ساتھ دُعائیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ بہت بڑا ہے (یعنی کثرتِ دُعا اور پھر ہر ایک کو دینے سے اللہ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آتی)۔''

سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب الدعاء فی الصلاة من آخر اللیل، رقم: ١١٤٥.

❷ مسند أحمد: ١٨/٣، رقم: ١١١٣٣، شیخ شعیب الارناؤوط نے اس کی سند کو ''جید'' کہا ہے۔

صِفْرًا .)) ❶

’’بلاشبہ تمہارا پروردگار بہت حیاء والا اور کرم والا ہے، جب اس کا بندہ اس کی جانب ہاتھ اُٹھاتا ہے تو وہ اپنے بندے سے شرم کرتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی واپس لوٹائے۔‘‘

سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((یَا عِبَادِیْ! کُلُّکُم ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَیْتُهٗ ، فَاسْتَهْدُوْنِی أَهْدِکُمْ ، یَا عِبَادِیْ! کُلُّکُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهٗ ، فَاسْتَطْعِمُوْنِی أُطْعِمْکُمْ ، یَا عِبَادِیْ! کُلُّکُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ کَسَوْتُهٗ فَاسْتَکْسُوْنِی أَکْسُکُمْ ، یَا عِبَادِیْ اِنَّکُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ ، وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ، فَاسْتَغْفِرُوْنِی أَغْفِرْلَکُمْ ......)) ❷

’’اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر وہ جسے میں ہدایت دوں، پس تم مجھ سے ہدایت مانگو میں ہی تمھیں ہدایت دوں گا، اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جسے میں کھانا کھلاؤں، لہٰذا مجھ سے کھانا طلب کرو، میں تم سب کو کھانا کھلاؤں گا، اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جسے میں کپڑا پہناؤں لہٰذا تم مجھ سے کپڑے مانگو، میں تمھیں کپڑے پہناؤں گا، اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو، پس تم مجھ سے گناہوں کی مغفرت طلب کرو میں تمہارے گناہوں کو بخش دوں گا۔‘‘

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

❶ سنن ترمذی ، کتاب الدعوات، رقم: ٣٥٥٦ ، سنن ابی داؤد ، ابواب الوتر ، رقم: ١٤٨٨، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

❷ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة.، رقم: ٦٥٧٢.

﴿ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾ ﴾

(الأنعام: ٦٣-٦٤)

''آپ کہہ دیجیے کہ تمھیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے تم اسے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو، اگر اس نے ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دی، تو ہم اس کے شکر گزار بندوں میں سے ہو جائیں گے۔ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ ہی تمھیں اس سے اور ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے، پھر بھی تم دوسروں کو اس کا شریک بناتے ہو۔''

''اس آیت کریمہ میں خشکی کی تاریکیوں سے مراد مختلف قسم کی مصیبتیں، دشمن کا خوف اور راستے سے بھٹک جانا ہے، اور سمندر کی تاریکی سے مراد موجوں کا ڈر، آندھی اور طوفان کا خوف اور راہ سے بھٹک جانا ہے، یہاں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی فطرت کی کجی بیان کی ہے کہ جب انھیں کوئی خوف لاحق ہوتا ہے تو اللہ کے سامنے گریہ وزاری کرتے ہیں اور چھپ چھپا کر دُعائیں کرتے ہیں، اور اللہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر اس نے ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دی تو ہم اس کے شکر گزار بندے بن جائیں گے اور شرک نہیں کریں گے۔

آیت چونسٹھ (۶۴) میں گذشتہ سوال کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیجیے کہ اس مصیبت سے اور ہر مصیبت سے صرف اللہ نجات دیتا ہے لیکن ان کی فطرت کی کجی اور مشرکانہ عادت کا نتیجہ دیکھئے کہ نجات پانے کے بعد وہ اپنے وعدے بھول جاتے ہیں اور اپنا نجات دہندہ کسی اور کو بتانے لگتے ہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٠﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾ ﴾ (الجن: ٢٠-٢١)

''آپ کہہ دیجیے میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔ آپ کہہ دیجیے میں تمہارے لیے کسی نقصان یا نفع کا مالک نہیں ہوں۔''

''آیات بیس (۲۰) سے تئیس (۲۳) تک کا سبب نزول یہ ہے کہ کفارِ قریش نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ تم نے ایک بڑی بات کا دعویٰ کیا ہے، اور اپنے لیے تمام لوگوں کی عداوت مول لی ہے تم اپنی اس دعوت سے باز آ جاؤ، اور ہم لوگ تمہاری حفاظت کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ باتیں کہنے کا حکم دیا جن کا ذکر ان آیات میں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں، اور صرف اسی کو پکارتا ہوں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا، اور یہ کوئی ایسی بری بات نہیں ہے جس کے سبب تم سب میری عداوت پر متفق ہو گئے ہو۔

اے میرے نبی! آپ کفارِ قریش سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ میں نہ تمھیں نقصان پہنچانے پر قادر ہوں اور نہ ہی میں تمھیں راہِ راست پر لاسکتا ہوں، ایسی قدرت تو صرف اللہ کو حاصل ہے اس لیے تم لوگ مجھ سے جلد عذاب لانے کا مطالبہ نہ کرو۔

اور اے میرے نبی! آپ ان کافروں سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ اگر اللہ مجھے تکلیف دینا چاہے تو کوئی مجھے بچا نہیں سکتا، اور اگر وہ مجھے ہلاک کرنا چاہے تو مجھے کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی۔ اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ میں تو صرف اللہ کا پیغمبر اور اس کا رسول ہوں، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، اور اس کے رسول کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا، اس کا ٹھکانہ نارِ جہنم ہوگا، جس میں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا۔'' (تیسیر الرحمن)

نیز فرمایا:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝﴾ (الفرقان: ۷۴)

''اور جو دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کو

ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا، اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں سیّدنا یونس علیہ السلام کا ذکر کیا کہ جب انہوں نے سمندر کی تاریکیوں میں اللہ تعالیٰ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾ ﴾ (الأنبياء: ٨٧-٨٨)

"اور یونس جب اپنی قوم سے ناراض ہو کر چل دیئے تو سمجھے کہ ہم ان پر قابو نہیں پائیں گے، پس انھوں نے تاریکیوں میں اپنے رب کو پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تو تمام عیبوں سے پاک ہے، میں بے شک ظالم تھا۔ تو ہم نے ان کی دُعا قبول کر لی، اور ان کو غم سے نجات دی، اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔"

"ذوالنون" سے مراد سیّدنا یونس بن متیٰ علیہ السلام ہیں "نون" مچھلی کو کہتے ہیں چوں کہ مچھلی نے انھیں اللہ کے حکم سے نگل لیا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس لقب کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا ہے، انھیں "موصل" کے علاقے میں "نینوی" والوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا تھا تا کہ لوگوں کو توحید باری تعالیٰ، عدل و انصاف اور اخلاقِ حسنہ کی دعوت دیں۔ لیکن انھوں نے ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا بلکہ دن بدن ان کی شرانگیزی بڑھتی ہی گئی۔ آخر کار آپ ان کے کفر سے تنگ آ کر انھیں دھمکی دی کہ اگر وہ ایمان نہیں لائیں گے تو ان پر اللہ کا عذاب آ کر رہے گا، اور خود وہاں سے نکل کر بیت المقدس آ گئے اور پھر وہاں سے "یافا" کی طرف چلے گئے، اور "ترشیش" کی طرف جانے والی ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ تیز آندھی چلنے لگی اور کشتی ہچکولے کھانے لگی تو لوگوں نے کشتی کا بوجھ کم کرنے کے لیے اپنا سامان سمندر میں پھینک دیا اس کے بعد بھی خطرہ نہیں ٹلا تو انھوں نے سوچا کہ کشتی میں ضرور کوئی ایسا آدمی

ہے جس کی وجہ سے خطرہ لاحق ہے، چنانچہ قرعہ اندازی کی تو سیّدنا یونس علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکلا، اس لیے لوگوں نے انھیں سمندر میں پھینک دیا۔ کشتی والوں نے جب انہیں سمندر میں پھینکا تو طوفان رُک گیا، اللہ نے ایک مچھلی کو بھیجا جس نے انھیں نگل لیا، تین دن تک آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے، پھر آپ نے اللہ کے حضور دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے دُعا قبول کر لی، اور مچھلی نے ساحل پر آ کر اپنے پیٹ سے انھیں باہر نکال دیا۔

امام ترمذی، امام نسائی اور امام حاکم وغیرہم نے سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سیّدنا یونس علیہ السلام کی دُعا جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے: ((لَا إِلٰـــهَ إِلَّا أَنْــتَ سُبْـحَـانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ)) تھی جب بھی کوئی مسلمان اپنے رب سے کسی حاجت کے لیے یہ دُعا کرے گا، اس کی دعا قبول کی جائے گی۔'' [1]

احمد، حاکم اور ترمذی نے سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آیت میں " ظُلُمَاتٍ "یعنی تاریکیوں سے مراد رات کی تاریکی، مچھلی کے پیٹ کی تاریکی اور سمندر کی تاریکی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿٥٧﴾ ﴾ (بنی اسرائیل: ۷۵)

''جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ کون اس کے زیادہ قریب ہو جائے، اور اس کی رحمت کی اُمید کرتے ہیں، اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک آپ کے رب کا عذاب ایسا ہے، جس سے ڈرا جاتا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کے تحت رقم طراز ہیں:

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیّدنا عزیر علیہ السلام،

فرشتے جن اور دیگر صالحین جنھیں یہ مشرکین پکارتے ہیں یہ سب تو خود اعمالِ صالحہ کے ذریعے اللہ کی جناب میں قربت چاہتے ہیں، اللہ کی رحمت کی اُمید لگائے رہتے ہیں، اوراس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں، اس لیے کہ اس کا عذاب وہ عذاب ہے، جس سے تمام اربابِ عقل وخرد پناہ مانگتے ہیں، تو جو خود اپنے انجام سے واقف نہیں، اور جو اللہ کی رضا کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، وہ معبود کیسے ہوسکتے ہیں؟ ان کی عبادت کیسے کی جاسکتی ہے؟'' (تیسیر الرحمن)

سیّدنا نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿ وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ ﴾ (الأنبياء: ۷۶)

''اور نوح نے بھی جب اس سے قبل ہمیں پکارا تو ہم نے ان کی پکار کو سُن لیا، پس ہم نے انھیں اور ان کے گھر والوں کو زبردست مصیبت سے نجات دی۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی لکھتے ہیں:

''سیّدنا نوح علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم انبیاء علیہم السلام میں سے تھے۔ انھیں چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، اس کے بعد سے نوسو پچاس (۹۵۰) سال تک اپنی قوم میں دعوت کا کام کرتے رہے، لیکن وہ لوگ اپنے کفر واستکبار پر اڑے رہے، تو سیّدنا نوح علیہ السلام نے ان پر بد دعا کی اور اپنے رب سے کہا: ﴿اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾ (القمر: ۱۰) ......''اے میرے رب! میں مغلوب ہوں تو میری مدد فرما۔'' اور کہا: ﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝﴾ (نوح: ۲۶) ......''میرے رب زمین پر کسی کافر کا گھر نہ چھوڑ۔'' تو اللہ تعالیٰ نے طوفان کے ذریعہ سیّدنا نوح علیہ السلام اور مسلمانوں کے سوا تمام کافروں کو ہلاک کردیا، سیّدنا نوح علیہ السلام طوفان کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے، اس طرح ان کی مجموعی عمر ایک ہزار پچاس سال ہوتی ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

سیّدنا ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝ ﴾

(الانبیاء: ۸۳۔۸۴)

''اور ایوب نے جب اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف دہ بیماری لاحق ہوگئی ہے اور تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ تو ہم نے ان کی دعا سن لی اور ان کی بیماری دُور کردی اور ہم نے ان کے بال بچے انھیں دے دیئے، اور اپنی جانب سے رحم کرتے ہوئے انہی جیسے اور دیئے، اور تاکہ یہ چیز ہماری عبادت کرنے والوں کے لیے یادگار رہے۔''

''ان آیات میں بیان کیا جارہا ہے کہ سیّدنا ایوب علیہ السلام بھی انبیاء کرام علیہم السلام میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کا دَور سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد کا تھا اور ان کا علاقہ بحرمیت کے جنوب مشرق میں تھا، وہ اللہ کے بڑے ہی شاکر و صابر بندے تھے، اللہ نے انھیں خوب مال و دولت اور اولاد و جاہ سے نوازا تھا، اس لیے اپنے رب کا خوب شکر ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد اللہ نے انھیں بیماری میں مبتلا کردیا اور اولاد و دولت سب جاتی رہی تو اپنے رب کی رضا کے لیے بہت ہی صبر سے کام لیتے رہے اور دل میں شکوہ کو جگہ نہ دی، جب ان کی تکلیف حد سے بڑھنے لگی اور اسی حال میں اٹھارہ سال کا زمانہ گزر گیا تو انھوں نے اپنے رب سے دُعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول کی، ان کی بیماری جاتی رہی، اور اللہ نے اپنے فضل و کرم سے انھیں پہلے سے بھی زیادہ مال و دولت اور اولاد و جاہ سے نوازا۔

اس واقعہ سے نصیحت ملتی ہے کہ صبر کا انجام ہمیشہ اچھا ہوتا ہے، اور اسمائے حسنہ اور صفات سعیدہ کے واسطے سے اللہ کے حضور دُعا، اور گریہ وزاری سے مصیبت دُور ہوتی ہے اور دنیا کی مصیبت و تکلیف اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ بندہ اپنے رب کی نگاہ میں ذلیل و بدبخت

ہے، اور اس مصیبت اور تکلیف پر ایمان و اخلاص کے ساتھ صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ پہلے سے کئی گنا زیادہ دیتا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

قبولیت دعا کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ رزقِ حلال کمایا اور کھایا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ایک شخص (حج کے لیے یا) لمبا سفر کرتا ہے اس کے بال غبار آلود ہیں آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر (فریاد کرتا ہے) اور کہتا ہے اے پالنے والے! اے داتا! حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا پینا حرام اور اس کا لباس حرام ہے، پس کیسے اس کی دُعا قبول ہوگی؟'' [1]

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر نبی کی ایک دُعا قبول کی جاتی ہے، ہر نبی نے اپنی دُعا میں جلدی کی اور میں نے اپنی دُعا اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر رکھی ہے اور میری دُعا ان شاء اللہ میری اُمت میں سے ہر اس آدمی کے لیے قبول ہوگی جو اس حالت میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا۔'' [2]

سیّدنا زکریا علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَ زَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٨٩﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ٝ وَ وَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ط ﴾ (الأنبياء: ٨٩۔ ٩٠)

''اور زکریا نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب! مجھے تنہا نہ چھوڑ، اور تو تو سب سے اچھا وارث ہے۔ تو ہم نے ان کی دُعا قبول کی اور انھیں یحییٰ (بیٹا) عطا کیا اور ان کی بیوی کو اولاد جننے کے قابل بنا دیا......''

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، رقم: ٢٣٤٦.

[2] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ٣٣٨۔ مسند ابي عوانه: ١/ ٩٠.

''انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی مسلمانوں کے لیے نمونہ ہے، سیّدنا زکریا علیہ السلام نے جب بڑھاپے میں اپنے رب سے دُعا کی کہ وہ انھیں ایک بیٹا عطا کرے جوان کے بعد دعوت الی اللہ کا کام سنبھالے۔ یہ واقعہ سورۂ آل عمران (۳۸) سے (۴۱) اور سورۂ مریم آیات (۳) تا (۱۵) میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ سیّدنا زکریا علیہ السلام نے اپنی دُعا میں کہا: اے میرے رب! مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ مجھے ایک لڑکا دے جو نبوت اور علم وحکمت میں میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے اور تو تو سب سے اچھا وارث اور سب سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے، تو اللہ نے اُن کی دُعا قبول فرمالی، اوران کی بیوی کولڑکا پیدا کرنے کے قابل بنادیا، جن کے بطن سے سیّدنا یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔'' (تیسیر الرحمن)

باب نمبر 25

اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے

انسان گنہگار ہے، جب اسے احساس گناہ ہو اور اپنے رب کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ کی ذات کو توبہ قبول کرنے والی ذات پائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ﴾ (التوبہ: ۱۰۴)

”کیا آپ جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔“

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ﴾

(الشوریٰ: ۲۵)

”اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، اور ان کے گناہوں کو معاف کرتا ہے۔“

کچھ اصحاب رسول ﷺ غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کر سکے، اس خطا کا انہیں شدید احساس ہوا، اور فکر دامن گیر ہوئی کہ اب کیا کیا جائے، چنانچہ پروردگارِ عالم اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰۲﴾

(التوبة: ۱۰۲)

”اور کچھ دوسرے لوگ ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، انھوں نے نیک اور برے کام ملا دیئے، اُمید ہے کہ اللہ ان پر توجہ فرمائے گا، بے شک اللہ

بڑا معاف کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔‘‘

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

’’اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو مخلص مسلمان تھے، منافق نہیں تھے لیکن سستی کی وجہ سے ’’غزوۂ تبوک‘‘ میں شریک نہیں ہوئے تھے، اور جب غزوہ میں شریک نہ ہونے والے منافقین کے بارے میں آیتیں نازل ہوئیں تو انھیں اپنی غلطی کا شدید احساس ہوا، اور فکر دامن گیر ہوئی کہ اب کیا کیا جائے؟ اور اس کی تلافی کیسے ہو؟

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق ان کی تعداد دس تھی۔ ان میں سے سات نے طے کیا کہ وہ اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ دیں گے، اور اسی حال میں رہیں گے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں معاف کر دیں، اور اپنے ہاتھ سے اُنھیں کھول دیں۔ چنانچہ اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا اور ان کے بارے میں دریافت کیا تو انھیں اس کا سبب بتایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ انھیں اسی حال میں رہنے دو یہاں تک کہ مجھے اللہ کی طرف سے انھیں کھول دینے کا حکم ملے جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کھول دیا۔

انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ انھوں نے جہاد میں شرکت نہ کر کے اپنے سابقہ اعمال صالحہ کے ساتھ گناہ کو ملا دیا تھا لیکن جب انھوں نے صدقِ دل سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔‘‘

(تیسیر الرحمن)

اس سے پتہ چلا کہ جب کوئی صدقِ دل سے اپنے گناہوں سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اب ہم چند احادیث مبارکہ ذکر کرتے ہیں، چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ .)) ❶

''یقیناً جب کوئی شخص گناہ کا اقرار کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔''

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ ، لِيَتُوبَ مُسِيْءُ النَّهَارِ ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ ، لِيَتُوبَ مُسِيْءُ اللَّيْلِ ، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا .)) ❷

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تا کہ دن بھر گناہ کرنے والے توبہ کرلیں، اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تا کہ رات بھر گناہ کرنے والے تائب ہوجائیں، یہاں تک کہ سورج مغرب کی جانب سے طلوع ہوجائے گا۔ (یعنی قیامت قائم ہوجائے گی تو پھر توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔)''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ .)) ❸

''گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہوتا ہے جس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ (یعنی توبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کا گناہ مٹا دیتے ہیں۔)''

اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ مومن میں یوں ارشاد فرمایا:

﴿ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ

❶ صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب تعديل النساء بعضهن بعضا، رقم: ٢٦٦١.

❷ صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب وإن تكررت الذنوب والتوبة، رقم: ٦٩٨٩.

❸ سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، رقم: ٤٢٥٠، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۳﴾ (المؤمن: ۲-۳)

''یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے جو زبردست، بڑا جاننے والا ہے۔ گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا، فضل وکرم کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کتاب اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے جو اپنی تمام مخلوقات پر غالب ہے، کوئی بھی اس کے کسی ارادے اور حکم میں مداخلت کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے، اور وہ بڑا علم والا ہے، اپنی مخلوقات، ان کی نیتوں، ان کے اعمال اور ان کی ضروریات کو خوب بہتر جانتا ہے، وہ مغفرت چاہنے والوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے، توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے، نافرمانوں اور کافروں کو سخت ترین سزا دینے پر قادر ہے اور مخلوقات پر خوب انعام واحسان کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، روزِ قیامت سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صدقِ دل اور خلوصِ نیت کے ساتھ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!!

باب نمبر 26

اللہ تعالیٰ کے علاوہ باقی سب معبود باطل ہیں

خالق ارض وسما اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ ﴾ (الحج: ٦٢)

''اور یہ اس لیے کہ اللہ کی ذات برحق ہے، اور اللہ کے سوا جس کی وہ پرستش کرتے ہیں وہ باطل ہے۔ اور بے شک اللہ ہی برتر اور بڑا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات برحق ہے، حقیقی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، باقی سب باطل ہے، صرف اللہ تعالیٰ ہی پکارنے کے لائق ہے، نیز احادیث سے بھی اس کی وضاحت بڑے اچھے انداز سے ہوتی ہے، جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ......)) [1]

''اسلام کی بنیاد پانچ اشیاء پر رکھی گئی ہے (ایک یہ ہے کہ) یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں......''

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ)) [2]

''مجھے لوگوں کے خلاف اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جب تک وہ

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الإيمان، رقم: ٨.

[2] صحيح بخاری، كتاب الإيمان، رقم: ٢٥.

یہ شہادت نہ دے دیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ إِلَّا يَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ .)) [1]

'' قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ہر اُمت اپنے جھوٹے معبودوں کے ساتھ ہو جائے، اس وقت جتنے لوگ بھی اللہ کے سوا بتوں اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے، سب کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں جا بجا اسی امر کو واضح کیا ہے کہ اللہ ہی معبودِ برحق ہے اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں۔ چنانچہ سورۂ یونس میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّـُٔونَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨﴾ ﴾ (یونس: ۱۸)

'' اور وہ لوگ اللہ کی بجائے ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ، اور کہتے ہیں کہ اللہ کے حضور یہ ہمارے سفارشی ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم لوگ اللہ کو ایسی بات کی اطلاع دیتے ہو جس کے ہونے کی خبر اُسے نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں، اس کی ذات ان مشرکانہ اعمال سے پاک اور برتر ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کے تحت اپنی گراں قدر تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''مذکورہ بالا آیت میں مشرکین عرب کی کم عقلی کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٥٨١.

بجائے ان بتوں کی پوجا کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع، اور یہ ان کے بارے میں گمان کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے نزدیک ان کے سفارشی بنیں گے اور سفارش کریں گے تاکہ وہ انھیں عذاب نہ دے۔ یا یہ مراد ہے کہ ان کی سفارش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان مشرکین کی دنیاوی حالت ٹھیک کردے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان کا جواب اس طرح دینے کو کہا کہ کیا تم اس بات کی خبر دے رہے ہو کہ اللہ کی اجازت کے بغیر تمہارے کچھ سفارشی ہیں حالانکہ اللہ کو اس کی خبر نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں رہنے والی اس کی مخلوقات میں سے کوئی اس کا شریک یا اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے حضور سفارش کرنے والا ہے۔" (تیسیر الرحمن)

سورۂ زمر میں ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝۳ ﴾ (الزمر: ۳)

"آگاہ رہیے کہ خالص بندگی صرف اللہ کے لیے ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا جس کو دوست بنایا (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں، بے شک وہ لوگ جس حق بات میں آج جھگڑتے ہیں اس بارے میں اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا، بے شک اللہ جھوٹے اور حق کے منکر کو راہِ حق کی ہدایت نہیں دیتا۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی صاحب لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ سے پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے نبی! ہم نے تیری طرف یہ قرآن حق کے ساتھ بھیجا ہے اس لیے آپ صرف اللہ کی

عبادت کیجیے جس کا کوئی شریک نہیں اور انسانوں کو بھی اسی بات کی دعوت دیجیے اور انھیں بتا دیجیے کہ ربّ العالمین کا کوئی مد مقابل نہیں ہے، اس لیے اس کے سوا کسی کی عبادت جرم عظیم ہے۔

اس آیت کریمہ میں اوپر والی بات کا تتمہ ہے کہ وحدانیت والوہیت میں اللہ تعالیٰ کا یکتا ہونا تقاضا کرتا ہے کہ ہر قسم کی عبادت کو صرف اسی کے لیے خالص کر دیا جائے بایں طور کہ شرک کا شائبہ تک نہ پایا جائے۔

لیکن جو لوگ اس کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں وہ ان معبودوں کی عبادت کرتے ہیں، اور اپنی ضلالت وگمراہی کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں، اور ہماری حاجت برآری کے لیے اس کے ہاں ہمارے سفارشی بنیں۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اور مومنوں کے درمیان فیصلہ کر دے گا اور ہر ایک کو ان کے عمل کا بدلہ دے گا۔ مومنوں کو انعام واکرام سے نوازے گا، اور کافروں اور مشرکوں کو جہنم میں ڈال دے گا۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص یہ جھوٹا دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے معبودانِ باطلہ اسے اللہ کے قریب کرتے ہیں، اس لیے وہ انھیں اللہ کا شریک بنا کر کفر کا ارتکاب کرتا ہے، اللہ ایسے جھوٹے کافر کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا ہے۔" (تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۲۸ ﴾

(الأحقاف: ٢٨)

"پس کیوں نہ مدد کی ان کی ان سب نے جن کو انھوں نے اللہ کے سوا اللہ کی

قربت حاصل کرنے کے لیے معبود بنا رکھا تھا، بلکہ وہ سب ان سے غائب ہو گئے اور یہ (معبود سازی) ان کا جھوٹ اور (اللہ کے خلاف) ان کی افترا پردازی تھی۔''

مذکورہ بالا آیت میں اہل قریش کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ اے اہل قریش! اگر وہ قومیں اپنے اس دعویٰ میں سچی تھیں کہ جن بتوں کی وہ عبادت کرتی ہیں وہ انھیں ان کے رب کے قریب کر دیں گے، اور ان کے لیے سفارشی بنیں گے تو پھر ان بتوں نے انھیں عذابِ الٰہی سے کیوں نہیں بچالیا، اس وقت تو ان کا پتہ ہی نہیں تھا، یہ سب ان کی اس افترا پردازی کا نتیجہ تھا کہ وہ اصنام ان کے معبود ہیں، اور اللہ کے ہاں ان کے سفارشی بنیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝۵۱ ﴾ (النساء: ۵۱)

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتابِ الٰہی کا ایک حصہ دیا گیا ہے کہ وہ بتوں اور شیطانوں پر ایمان رکھتے ہیں، اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں کے مقابلہ میں زیادہ صحیح راستہ پر ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''ابن جریر نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ کعب بن اشرف یہودی کفار قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے مکہ گیا، تو قریش نے اس سے کہا کہ تم اہل مدینہ میں سب سے معزز اور ان کے سردار ہو، ذرا اس حقیر و ذلیل آدمی کو دیکھو تو سہی جو اپنی قوم سے بھی الگ ہو گیا ہے، اور اس زعم میں مبتلا ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے، حالاں کہ حاجیوں کی خدمت کرنا، انھیں پانی پلانا، اور بیت اللہ کی نگرانی کرنا ہمارا کام ہے۔ یہ سن کر کعب نے کہا کہ

تم لوگ اس سے بہتر ہو۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ اور یہ آیت نازل فرمائی۔ اور اس میں کعب بن اشرف اور اس جیسے دیگر دشمنانِ خدا ورسول کے کفر کو واضح کر دیا۔

اس واقعہ کو امام احمد نے محمد بن عدی سے اور ابن حبان نے اپنی کتاب "الصحیح" میں روایت کی ہے۔

" جِبْتِ " سے مراد: بت، کاہن، جادوگر، جادو اور ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے۔ اسی طرح " طَـاغُوْتَ " سے مراد کاہن، شیطان، ہر گمراہ کن شے، بت، سردارانِ یہود اور ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ "اہل کفر" سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔" (تیسیر الرحمن)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللَّهِ ۚ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٦٠﴾﴾

(المائدة: ٦٠)

"آپ کہہ دیجیے کہ کیا میں تمھیں بتاؤں کہ اللہ کے نزدیک انجام کی حیثیت سے ان سے برا کون ہے، جن پر اللہ نے لعنت بھیجی، اور جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا، اور جنھیں اللہ نے بندر اور سور بنا دیا، اور جنھوں نے شیطان کی عبادت کی، ان کا ٹھکانا بدترین ہوگا، اور یہ لوگ راہِ راست سے بہت دُور جا چکے ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: آپ کہہ دیجیے کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین بدلہ کسے ملے گا؟ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی صفات یہ ہیں کہ اللہ نے ان پر لعنت بھیجی، ان پر اس کا ایسا غضب نازل ہوا کہ پھر وہ کبھی بھی ان سے راضی نہ ہوگا، ان میں سے اکثر کو بندر اور سور بنا دیا، اور بالآخر حالت بایں جا رسید کہ انھوں نے شیطان

کی پرستش شروع کردی۔ حقیقت یہ ہے کہ تم سے زیادہ برے ٹھکانے والا اور تم سے زیادہ راہِ حق سے برگشتہ کون ہوسکتا ہے؟

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو اپنا دوست اور مددگار بنایا ان کی مثال مکڑی کے جالے کی سی ہے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ عنکبوت میں یوں ارشاد فرمایا:

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (العنکبوت: ٤١)

”جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا کارساز بناتے ہیں، ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جو اپنا ایک گھر بناتی ہے، اور سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے، کاش کہ وہ اس بات کو سمجھتے۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

”تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد یہی تھا کہ وہ بنی نوع انسان کو صرف ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیں، اور انھیں غیروں کو اپنا معبود اور یارو مددگار ماننے سے روکیں۔ اس کرۂ ارض میں سب سے پہلی بیماری یہی پائی گئی کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک کیا، جو دوسرے گناہوں کے ساتھ مل کر ان کی ہلاکت و بربادی کا سبب بنی۔ اسی لیے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ”شرک“ کی شناعت و قباحت کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کیا کہ جو لوگ اللہ کے سوا غیروں کو اپنا کارساز و مددگار مانتے ہیں اور ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں، ان کی مثال مکڑی کے جالے کی سی ہے، مکڑی اپنا جالا اپنے اردگرد بن کر سمجھتی ہے کہ اب وہ سردی، گرمی اور ہر دشمن سے محفوظ ہوگئی ہے لیکن وہ جالا کتنا کمزور ہوتا ہے، اس کا علم سب کو ہے۔ یہی حال مشرکوں اور ان کے اولیاء (دوستوں) کا ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اصنام ان کے کام آئیں گے، حالاں کہ ان

کی عاجزی اور بے بضاعتی کا جو حال ہے وہ سب کو معلوم ہے کہ اگر ایک مکھی بھی ان بتوں پر بیٹھ جائے تو اُسے بھگانے کی ان کے اندر سکت نہیں۔ اور یہ بات اتنی واضح ہے کہ ادنیٰ عقل کا انسان بھی اسے سمجھتا ہے لیکن شرک نے ان کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا ہے، اس لیے انھیں کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔" (تیسیر الرحمن)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

بیاں میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص نے یہ گواہی دی کہ کوئی معبودِ برحق نہیں مگر صرف اللہ تعالیٰ، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ گواہی دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، اور یہ گواہی دی کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف ڈالا اور اس کی روح ہیں، اور یہ گواہی دی کہ جنت حق ہے اور جہنم بھی حق ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل کرے گا۔ اس کے جیسے بھی عمل ہوں۔" [1]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝۲۲ وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝۲۳ ﴾

(سبا: ۲۲-۲۳)

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱٤۰.

''اے میرے نبی! آپ مشرکوں سے کہہ دیجیے کہ جنھیں تم اللہ کے سوا معبود بنائے بیٹھے ہو انھیں پکارو تو سہی وہ تو آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں، اور نہ ان دونوں کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے، اور نہ ان لوگوں میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔ اور نہ اس کے نزدیک کوئی سفارش کام آئے گی، سوائے اس شخص کے جس کے لیے وہ سفارش کی اجازت دے گا، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دُور ہو جاتی ہے تو آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا کہا؟ تو اوپر والے فرشتے کہتے ہیں کہ ''حق کہا ہے'' اور وہ اونچی شان والا، بڑی کبریائی والا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی تمام کافروں سے بالعموم اور کفارِ مکہ سے بالخصوص فرمایا کہ جن بتوں کو تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھتے ہو ذرا انھیں پکارو تو سہی، کیا وہ تمہاری پکار کا جواب دیتے ہیں؟ جواب یقیناً نفی میں ہوگا، اس لیے کہ وہ پتھر کے بے جان صنم ہیں، آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی چیزوں میں سے ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں، نہ ہی ان کی تخلیق وملکیت میں وہ اللہ کے کسی بھی حیثیت سے شریک ہیں، اور نہ کارہائے کائنات کے چلانے میں اللہ کو ان کی مدد کی ضرورت ہے، مفسرین لکھتے ہیں کہ جب ان کی عاجزی اور بے کسی اس حد کو پہنچی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرح انھیں پکارنا اور اُن سے اُمیدیں وابستہ کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

اور قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی سفارش کام نہیں آئے گی، قیامت کے دن سفارش اسی کی سنی جائے گی، جسے اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا، اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو اس آیت کریمہ اور قرآنِ کریم کی دیگر کئی آیتوں میں بیان فرمایا ہے۔ سورۃ النجم آیت نمبر چھبیس (۲۶) میں ہے:

﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ٥﴾ [النجم : ٢٦]

”اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لیے چاہے اجازت دے دے۔“

اورسورۃ الانبیاء آیت نمبر اٹھائیس (۲۸) میں ہے:

﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ٥﴾

[الانبیاء: ۲۸]

”وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کریں گے بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہو، وہ تو خود ہیبت الٰہی سے لرزاں وترساں ہوں گے۔“ (۔تیسیر الرحمن)

اے اللہ! ہمارے عقائد کی اصلاح کر اور ہمیں صراطِ مستقیم پر چلا۔ (آمین)

باب نمبر 27

اللہ تعالیٰ استہزا، تمسخر اور مکر کرنے والوں کو سزا دیتا ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَإِذَآ أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِىٓ ءَايَاتِنَا ۚ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٢١﴾ ﴾ (یونس: ۲۱)

”اور جب ہم لوگوں کو کسی تکلیف کے بعد اپنے فضل و کرم کا مزہ چکھاتے ہیں، تو وہ اچانک ہماری آیتوں کے بارے میں مکر و فریب سے کام لینے لگتے ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ اللہ اپنی چال میں تم سے زیادہ تیز ہے ہمارے فرشتے تمہاری مکاریوں کو لکھ رہے ہیں۔“

جو مشرکینِ مکہ کفر و عناد کی وجہ سے اپنی من مانی نشانی کا مطالبہ کرتے ہیں، ان کے خبث باطن اور اللہ کے ساتھ ان کی بدعہدی کا حال یہ ہے کہ جب قحط سالی اور تنگی رزق کے بعد اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتے ہوئے آسمان سے بارش بھیجتا ہے، اور ان کی روزی میں وسعت دیتا ہے تو اللہ کا شکر ادا کرنے کی بجائے اپنے بتوں کے سامنے سربسجود ہو جاتے ہیں، اور اللہ کی آیتوں کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بنانے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے کہا: آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کا عذاب تمہارے مکر و فریب سے زیادہ تیز ہے، فرشتے تمہاری سازشوں کو لکھ رہے ہیں، کوئی چیز ان سے مخفی نہیں ہے، اور جب ان سے مخفی نہیں تو اللہ سے تمہاری

سازشیں کیسے مخفی رہ سکتی ہیں، تمھیں ان کی سزا مل کر رہے گی۔

جو اللہ کے نیک بندوں کا استہزا اور تمسخر کرتے ہیں اللہ اُن کا استہزا کرتا ہے، اور ان کو گمراہی کے لق ودق صحرا میں بھٹکا دیتا ہے۔ اس امر کو قرآن ان لفظوں سے بیان کرتا ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۱۵ ﴾ (البقرہ: ۱۵)

''اللہ ان کا مذاق اُڑا رہا ہے، اور اِن کو ان کی سرکشی میں بڑھنے دے رہا ہے جس میں وہ بھٹک رہے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ منافقین تم لوگوں کا مذاق اُڑاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کا مذاق اُڑائے گا یعنی ان سے انتقام لے گا، انھیں دنیا میں ذلت وحقارت میں مبتلا کرے گا، اور آخرت میں ان کے ساتھ مذاق یہ ہوگا کہ مومنین جب اپنا نور لے کر چلیں گے تو اچانک منافقین کا نور بجھ جائے گا، اور یہ ظلمت وتاریکی میں بھٹکتے رہ جائیں گے۔ اس سے بڑھ کر ان کا استہزا اور کیا ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ﴾ (الحدید: ۱٤)

''یعنی جب مومنین اپنا نور لے کر آگے بڑھ جائیں گے، اور منافقین ظلمت میں ٹامک ٹوئیاں کھانے لگیں گے (تو وہ ایمان والوں کو پکار پکار کر) کہیں گے کہ دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ تو (مومن بندے) کہیں گے: ہاں تھے تو سہی مگر تم نے (نفاق کرکے) اپنے آپ کو بلا میں ڈالا، اور تم تو ہماری ہلاکت وتباہی کا انتظار کرتے تھے، دل سے ہمارے خیر خواہ نہ تھے، اور اللہ اور رسول کی طرف سے تم کو شک ہی رہا۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ

﴿وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۷۹﴾ (التوبۃ : ۷۹)

''جو لوگ ان مومنین کی عیب جوئی کرتے ہیں جو اپنی خوشی سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں، اور ان مومنوں کے صدقہ کا بھی مذاق اُڑاتے ہیں جن کے پاس اپنی محنت کی کمائی کے علاوہ صدقہ کرنے کے لیے اور کچھ نہیں ہوتا، اللہ ان کا مذاق اُڑاتا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت رقم طراز ہیں:

''منافقین ہر حال میں مسلمانوں پر عیب لگاتے تھے، اگر کوئی زیادہ مال اللہ کی راہ میں دیتا تو کہتے کہ یہ ریاکار ہے، اور اگر کوئی مزدور اپنی مزدوری لاکر صدقہ کے مال میں جمع کرادیتا تو کہتے کہ اللہ کو اتنے تھوڑے مال کی کیا ضرورت تھی۔ محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کی ترغیب دلائی تو سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار ہزار صدقہ کیا، اور عاصم بن عدی نے ایک ''سو وسق'' کھجور صدقہ کیا تو منافقین نے طنز کیا کہ یہ محض ریاکاری ہے، اور ابوعقیل نے اپنی مزدوری ایک صاع کھجور لاکر صدقہ کے کھجوروں میں ڈالیں تو منافقین نے ان کی خوب ہنسی اُڑائی، اور کہا کہ اللہ ابوعقیل کے ایک صاع کھجور کا محتاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے منافقین کا یہ انجام بتایا کہ وہ اپنے مؤمن بندوں کے استہزا کا انتقام ضرور لے گا، منافقین کو رسوا کرے گا، اور اپنے مومن بندوں کو اونچا کرے گا، اور آخرت میں ان منافقین کو دردناک عذاب ملے گا۔'' (تیسیر الرحمن)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ''غزوۂ تبوک کے موقعہ پر ایک آدمی نے کہا: ہم نے اپنے ان قراء جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ ان کے بڑے بڑے پیٹ، انتہائی جھوٹی زبانیں، اور یہ جنگ کے وقت بہت زیادہ بزدلی کا مظاہرہ کرنے والے ہیں۔ قراء سے اس کی

مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ یہ بات سنتے ہی سیّدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے جھوٹ بولا ہے درحقیقت تم منافق ہو، میں ابھی جا کر رسول اللہ ﷺ کو بتاتا ہوں۔ چنانچہ سیّدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ قرآن نے ان سے پہلے ہی نبی کریم ﷺ کو حالات سے آگاہ کردیا ہے۔ پھر وہ آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس عذر پیش کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ اونٹنی پر سوار تھے۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم نے تو یہ بات محض دل لگی اور ہنسی مذاق میں کہی ہے۔ ہم تو عام سواروں کی طرح اپنی مسافت طے کرنے کے لیے یہ بات کر رہے تھے۔ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس وقت کا منظر ابھی تک میرے سامنے ہے جب کہ وہ آدمی اونٹنی کے کجاوے کی رسی کے ساتھ چمٹا ہوا تھا، اور کنکریاں اس کے پاؤں کو زخمی کر رہی تھیں اور وہ مسلسل یہ کہہ رہا تھا:

((إِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ))

''ہم تو محض کھیل کود اور دل لگی کر رہے تھے۔''

اور رسول اللہ ﷺ یہ فرما رہے تھے:

((أَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهِ وَرَسُوْلِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ .))

''کیا تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟''

آپ نہ تو اس کی طرف نظر التفات فرماتے اور نہ ہی اس سے زیادہ اسے کوئی بات فرماتے۔''

(ابن جریر: ۱۰/ ۱۱۹)

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر کو یوں بیان کیا:

﴿ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝۴۶ ﴾ (ابراهيم: ٤٦)

''اور ان لوگوں نے اپنی چال چلی تھی، اور اللہ کو ان کی چالوں کا پتہ تھا اگرچہ ان کی سازشیں ایسی تھیں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔''

اہل مکہ نبی کریم ﷺ اور دعوتِ اسلام کے خلاف بڑی زبردست سازشیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی وہ تمام سازشیں لکھی جارہی ہیں جن کا بدلہ انھیں مل کر رہے گا، اور وہ سازشیں اتنی خوف ناک تھیں کہ پہاڑوں کو اکھاڑ پھینکتیں اور انھیں تہہ و بالا کردیتیں لیکن اللہ اپنے نبی ﷺ اور دین اسلام کی حمایت کرتا رہا، اوران کی چالیں دھری کی دھری رہ گئیں۔

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿ وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝﴾ (الحاقة: ر٤٤ تا ٤٧)

”اور اگر (میرے نبی) بعض باتیں گھڑ کر میری طرف منسوب کردیتے۔ تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر ہم ان کی شہہ رگ کاٹ دیتے۔ پھر تم میں سے کوئی ہمیں روکنے والا نہ ہوتا۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی لکھتے ہیں:

”اگر محمد ﷺ جیسا کہ مشرکین مکہ افترا پردازی کرتے ہیں ہماری طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے تو ہم انھیں بڑی سخت سزا دیتے اور دل کی طرف جانے والی ان کی رگ کو کاٹ دیتے، اور وہ ہلاک ہوجاتے، اور تم میں سے کوئی ہمیں ایسا کرنے سے نہ روک سکتا۔ لیکن اللہ کریم نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس نے اپنے رسول ﷺ کے معجزات کے ذریعہ تائید کی، قرآن نازل کرکے ان کی صداقت کی دلیل پیش کی، دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرمائی، اور ان کے ممالک کا آپ کو مالک بنادیا۔ یہ ساری باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف سے قرآن میں ایک کلمہ کا بھی اضافہ نہیں کیا بلکہ قرآن کا ایک ایک کلمہ کلامِ الٰہی ہے۔“ (تیسیر الرحمن)

باب نمبر 28

اللہ تعالیٰ ہی بندوں سے خوف وغم دُور کر کے امن وسکون بخشتا ہے

اللہ تعالیٰ سورۂ قریش میں فرماتا ہے:

﴿ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۝ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۝ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ ﴾ (سورة القريش)

”(ہم نے ابرہہ اور اس کی فوج کے ساتھ جو کچھ کیا) قریش کو مانوس بنانے کے لیے کیا۔ انھیں جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس بنانے کے لیے کیا۔ پس (اس نعمت کے شکر کے لیے) انھیں چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ جس نے انھیں بھوک دُور کرنے کے لیے کھانا دیا اور خوف سے امن دیا۔“

”عربی زبان میں ”إِيْــلَافِ“ کا معنی کسی چیز کا عادی ہونا ہے، بہت سے مفسرین کا خیال ہے کہ ”لِاِیْلٰفِ“ میں جار و مجرور کا تعلق اس سے پہلی والی سورت یعنی سورۃ الفیل سے ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے ”اصحابِ فیل“ کے ساتھ جو کچھ کیا اس لیے کیا تا کہ اہل قریش یمن و شام کے سفر کے عادی رہیں، اور بے خوف و خطر سفر کرتے رہیں، قریش پر ہمارا یہ احسان تھا۔ چنانچہ اہل قریش جب تجارت کے لیے مکہ سے باہر جاتے تو کوئی قبیلہ ان پر حملہ نہیں کرتا تھا، قبائل عرب کہتے تھے کہ یہ لوگ اللہ کے گھر والے ہیں، انھیں چھیڑ کر کوئی اللہ سے عداوت نہ کرے اور ان کے اس عقیدے کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے ”اصحابِ فیل“ کے واقعے

سے کردی کہ جب ابرہہ حبشی خانۂ کعبہ کو گرانے کے لیے آیا تو اللہ تعالیٰ نے اُسے ہلاک کردیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اہل قریش کو انھی نعمتوں کی یاد دہانی کرائی ہے، اور کہا ہے کہ ہم نے ابرہہ اور اس کی فوج کے ساتھ ایسا اس لیے کیا تاکہ اہل قریش تجارت کے لیے بے خوف وخطر شام ویمن کا سفر کرتے رہیں اور کوئی ان پر حملہ نہ کرے۔

قریش کے لوگ سال میں دو بار تجارتی سفر کرتے تھے، سردی کے زمانہ میں یمن اور گرمی میں شام جاتے تھے، اور اپنا تجارتی مال بیچ کر وہاں سے کھانے پینے کی چیزیں لاتے تھے، اور سال بھر آرام سے مکہ مکرمہ میں زندگی گزارتے تھے۔

اسی لیے آیت نمبر تین (۳) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ ان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شمار نہیں کیا جاسکتا، اور ان میں سے ہر نعمت ان سے شکر کا تقاضا کرتی ہے لیکن سردی اور گرمی کے زمانے میں شام ویمن کی طرف ان کا سفر کرنا تو اتنی بڑی نعمت ہے کہ اسے یاد کر کے انھیں ضرور ربّ کعبہ کی عبادت کرنی چاہیے جس نے ان اسفار کے ذریعہ ان کی روزی کا انتظام کیا، اور اہل حرم ہونے کے سبب انھیں خوف وہراس سے نجات دی، نہ کوئی ان پر حملہ کرتا ہے اور نہ ہی کوئی ان سے قتال کی سوچتا ہے۔

ابن زید کہتے ہیں کہ عرب کے لوگ ایک دوسرے پر چھاپہ مارتے تھے، اور ایک دوسرے کو قیدی بنالیتے تھے۔ اہل حرم کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا تھا۔ لوگوں کے دلوں میں حرم کی عزت لوگوں کو ان پر حملہ کرنے سے باز رکھتی تھی۔ پھر انھوں نے ''سورۃ القصص'' کی آیت (۵۷) پڑھی: ﴿أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ...... ''کیا ہم نے انھیں امن وامان اور حرمت والے حرم میں جگہ نہیں دی، جہاں تمام اقسام کے پھل کھچے چلے آتے ہیں۔'' نیز ''سورۃ العنکبوت'' کی آیت (۶۷) پڑھی: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ﴾ ...... ''کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو پرامن بنادیا ہے حالانکہ اس کے اردگرد سے لوگ اُچک لیے جاتے ہیں۔''

(تیسیر الرحمن)

مدینہ کی جانب ہجرت کے واقعہ کے متعلق سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ روانہ ہوئے تو قوم کے لوگ ہماری تلاش میں تھے، مگر سراقہ بن مالک کے سوا ہمیں کوئی نہ پاسکا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ ہم تک پہنچنے والا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا .)) ...... ''غم نہ کرو، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔'' [1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝ ﴾ (التحریم: ١٠ تا ١٢)

''اللہ نے کافروں کے لیے مثال بیان کی ہے نوح کی بیوی کی اور لوط کی بیوی کی، دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں ان دونوں (عورتوں) نے ان دونوں (مردوں) کے ساتھ خیانت کی، تو دونوں اللہ کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے، اور ان سے کہا جائے گا کہ تم دونوں آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہوجاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے مثال بیان کی ہے فرعون کی بیوی کی، جب اس نے کہا: اے میرے رب! تو میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون اور اس کی بداعمالیوں سے نجات دے اور مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔ اور مریم بنت

عمران کی مثال بیان کی ہے، جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی، تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی، اور مریم نے اپنے رب کی شریعت اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزار بندوں میں سے تھی۔‘‘

’’ان مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میرے بتائے ہوئے احکامات پر اور میرے رسول کے طریقے پر چلے گا اسے دنیا میں بھی امن وسکون ملے گا اور آخرت میں بھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے دلیل کے طور پر کافروں اور مومنوں دونوں کے لیے مثالیں بیان کیں۔ کافروں کے لیے سیّدنا نوح اور سیّدنا لوط رحمہما اللہ کی بیویوں کی مثالیں بیان کیں کہ یہ دونوں عورتیں خیانت کرتی رہیں، اسلام قبول نہ کیا تو یہ دنیا میں بھی رسوا ہوئیں، اور آخرت میں بھی ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر گیارہ (۱۱) میں فرمایا کہ اہل ایمان کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال ہے (ان کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا) کہ انھوں نے اپنے رب سے دُعا کی کہ اے میرے رب! تو میرے لیے جنت میں ایک گھر بنا دے، اور مجھے فرعون اور اس کے برے اعمال، اور ہر ظالم کے فتنہ وآزمائش سے محفوظ رکھ۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دُعا قبول فرمالی، چنانچہ اس دُعا کے بعد وہ جب تک دنیا میں زندہ رہیں ایمانِ کامل اور سکونِ قلب کے ساتھ زندہ رہیں، اور آزمائشوں اور فتنوں سے محفوظ رہیں۔ آیت نمبر بارہ (۱۲) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے اہل ایمان کے لیے مریم بنت عمران کی مثال بھی بیان کی ہے، جنھوں نے فجور و زنا سے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور عفت و پاک دامنی کی اعلیٰ ترین مثال بن کر دنیا میں رہیں۔‘‘

(تیسیر الرحمن)

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ ﴾

(البقرۃ: ۳۸)

''ہم نے کہا: تم سب اس سے نیچے جاؤ پھر اگر تمھیں میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پابندی کریں گے انھیں نہ تو کوئی خوف لاحق ہوگا، اور نہ ہی وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے۔''

اس آیت کریمہ میں سیّدنا آدم علیہ السلام کے زمین پر اُتارے جانے کا ذکر ہوا ہے تاکہ اس کے بعد آنے والا حکم اس پر مرتب ہوسکے، اور یہاں مراد سیّدنا آدم علیہ السلام کی اولاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا آدم علیہ السلام کی اولاد کو خطاب کرکے کہا کہ تم زمین پر رہو اور ہم تمہاری ہدایت کے لیے کتابیں اُتاریں گے اور انبیاء و رسل علیہم السلام بھیجیں گے تو جو لوگ میری بھیجی ہوئی ہدایت کی اتباع کریں گے، انھیں نہ دنیا میں کسی کھوئی ہوئی چیز کا غم ہوگا، اور نہ آخرت میں اپنے انجام کے بارے میں کوئی خوف لاحق ہوگا۔ سورۂ انعام میں فرمایا:

﴿ وَمَا نُرۡسِلُ ٱلۡمُرۡسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَۖ فَمَنۡ ءَامَنَ وَأَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ ۝٤٨ ﴾

(الانعام : ٤٨)

''اور ہم نے اپنے انبیاء و رسل صرف اس لیے بھیجے ہیں تاکہ وہ انسانوں کو (جنت کی) خوشخبری دیں، اور (جہنم سے) ڈرائیں، پس جو لوگ ایمان لائیں گے، اور اعمالِ صالحہ کریں گے انھیں نہ مستقبل کا کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ ماضی کا غم۔''

انبیاء و رسل علیہم السلام کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف لوگوں کو بلائیں، جنت کی خوشخبری دیں اور جہنم سے ڈرائیں، ان کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ کافروں کی خواہش اور ان کی منشا کے مطابق اللہ تعالیٰ سے نشانیاں بھیجنے کی دُعا کرتے رہیں تو جو شخص انبیاء و رسل علیہم السلام کی اتباع کرتے ہوئے ایمان لائے گا اور اعمالِ صالحہ کرے گا، اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا، نہ انھیں ماضی کا کوئی غم ہوگا اور نہ مستقبل کا کوئی خوف۔ اور جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے گا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور یہ اللہ سے ان کی سرکشی کرنے کا انجام ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے تو وہ اپنے دشمنوں اور دوستوں کو بھی جانتا ہے، اللہ

تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اس کے دوستوں کو نہ ماضی کا غم ہوگا اور نہ مستقبل کا کوئی خوف۔ فرمایا:

﴿ أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝٦٢ ﴾

(یونس : ٦٢)

''آگاہ رہو! بے شک اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف لاحق ہوگا نہ کوئی غم۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''آیت میں '' أَوْلِيَــــآءَ '' سے مراد وہ مخلص اہل ایمان ہیں جو اللہ کی بندگی اور گناہوں سے اجتناب کی وجہ سے اس کے قریب ہوجاتے ہیں۔ یہاں ان کی صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اہل ایمان ہوتے ہیں اور گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں، '' ولی '' کا معنی قریب ہے، یعنی مومن جب ایمان اور اعمالِ صالحہ پر کاربند ہوتا ہے اور شرک اور دوسرے گناہوں سے دُور رہتا ہے تو اللہ کے قریب ہوجاتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ولایت کی ایک نشانی یہ ہے کہ ولی ''مستجاب الدعوات'' ہوتا ہے، یعنی اس کی دُعا اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے، اور مسند بزار میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اللہ کے اولیاء کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جنھیں دیکھ کر اللہ یاد آئے۔''

(تیسیر الرحمن)

اور سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو نہ تو نبی ہیں اور نہ ہی شہید، مگر روزِ قیامت اللہ کے ہاں ان کے مرتبے کو دیکھ کر انبیاء وشہداء بھی رشک کریں گے۔'' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں بھی بتلایئے یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللّٰهِ عَلٰى غَيْرِ أَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا أَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا ، فَوَاللّٰهِ إِنَّ وُجُوهَهُمْ لَنُورٌ ، وَإِنَّهُمْ عَلٰى نُورٍ: لَا يَخَافُونَ

إِذَا خَافَ النَّاسُ ، وَلَا يَحْزَنُوْنَ إِذَا حَزِنَ النَّاسُ ، وَقَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ:
﴿ أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ ﴾)) [1]

”یہ ایسی قوم ہے جو بغیر آپس کی کسی رشتہ داری کے اور بغیر آپس کے مالی لین دین کے (صرف) اللہ کی رضامندی کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اللہ کی قسم! ان کے چہرے پُرنور ہوں گے اور وہ نور پر ہوں گے، وہ خائف نہیں ہوں گے، جب لوگ خائف ہوں گے، اور وہ غمگین نہیں ہوں گے جب لوگ غمگین ہو رہے ہوں گے، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”خبردار! اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ تو خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غم کھائیں گے۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٨٢﴾ ﴾ (الأنعام: ٨٢)

”جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا، انہی کے لیے امن ہے اور یہی راہِ راست پر ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے امن انہی کو نصیب ہوگا، جنھوں نے شرکیہ اعمال کے ذریعہ اپنے ایمان کو فاسد نہیں بنایا ہوگا، اور دنیا میں بھی یہی لوگ اہل حق ہیں۔

[1] سنن ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی الرھن.، رقم: ٣٥٢٧،

باب نمبر 29

مختارِ کل صرف اللہ تعالیٰ ہے

کائنات کے جملہ اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اس امر کو قرآن میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿١٣﴾ ﴾ (فاطر: ۱۳)

''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے، اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور اس نے آفتاب و ماہتاب کو اپنے حکم کے تابع بنا رکھا ہے ہر ایک اپنے مقرر وقت پر چلتا رہتا ہے، وہی اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور اس کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کی جھلی کے بھی مالک نہیں ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اپنی مایہ ناز تفسیر میں فرماتے ہیں:

''مذکورہ بالا مظاہر قدرت وعلم وحکمت اور بندوں کے ساتھ اپنے لطف وکرم کے اعمال بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں کے لیے اعلان کر دیا کہ وہی قادرِ مطلق سب کا رب اور مالک کل ہے، اور مشرکین اس کے سوا جن معبودوں کو پکارتے ہیں وہ تو ایک تنکے کے بھی مالک نہیں ہیں وہ اگر انھیں پکاریں گے تو ان کی پکار کا جواب نہیں دیں گے اس لیے کہ وہ بے جان ہیں، اور اگر بفرضِ محال سن بھی لیں تو تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہیں کیونکہ وہ نفع ونقصان کے

ایک ذرہ کے برابر بھی قدرت نہیں رکھتے ہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

سورۂ اعراف میں ہے:

﴿ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۱۲۸ ﴾

(الأعراف : ۱۲۸)

''موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، بے شک یہ زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک بنا دیتا ہے۔ اور آخرت کی کامیابی اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے۔''

''جب فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کیا اور سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف رجوع کرنے، اسی سے مدد مانگنے اور اسی پر بھروسہ کرنے اور صبر کرنے کی نصیحت کی اس لیے کہ ہر حال میں مومن کا لگاؤ اللہ سے ہوتا ہے۔ اس کا یہ یقین کامل ہوتا ہے کہ جس کا معین و مددگار اللہ ہوتا ہے، اس کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اشارہ کے ذریعہ بشارت دی کہ بالآخر غلبہ تمھیں ہی حاصل ہوگا، اور زمین کے سردار آلِ فرعون نہیں بلکہ تم ہوگے اس لیے کہ زمین کا مالک اللہ ہے، وہ جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے۔''

(تیسیر الرحمن)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ڔ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ڔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۱۸۸ ﴾

(الأعراف : ۱۸۸)

''آپ کہہ دیجیے کہ میں تو اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں، سوائے اس کے

جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کا علم رکھتا تو بہت ساری بھلائیاں اکٹھی کر لیتا، اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو صرف ایمان والوں کو جہنم سے ڈرانے والا، اور جنت کی خوشخبری دینے والا ہوں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اللہ کے لیے اپنی کامل عبودیت کا اعلان کریں، اور اس بات کا اعلان کریں کہ سارے اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، میں اپنی ذات کے نفع ونقصان کا بھی مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ تعالیٰ نے میری قسمت میں نفع ونقصان کو لکھ دیا ہے۔

صحیح بخاری میں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "اور اپنے قریبی رشتے داروں کو، اللہ کے عذاب سے ڈرا۔" تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ۔ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا ۔اشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ، لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ ، لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئاً ، يَا عَبَّاسَ ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَيَا صَفِيَّةَ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ، لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ، وَيَا فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ ﷺ سَلِيْنِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِيْ ، لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا .)) [1]

"اے قریش کے لوگو! یا اس طرح کا کوئی کلمہ آپ نے کہا: تم لوگ (نیک اعمال کے بدلے) اپنی جانوں کو بچالو (کیونکہ) میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا، اے عبد مناف کے بیٹو! میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا، اے عباس عبدالمطلب کے بیٹے! میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا، اے صفیہ میری پھوپھی! میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الوصايا، باب يدخل النساء والوالد في الأقارب: ٢٧٥٣.

آ ؤں گا۔ اے فاطمہ محمد ﷺ کی بیٹی! میرے مال سے تو جو چاہے مانگ لے لیکن اللہ کے سامنے میں تیرے کچھ کام نہیں آ ؤں گا۔''

ایک روایت میں یوں آتا ہے: ایک آدمی کے گلے میں تکلیف تھی تو اس نے اپنے ہاتھ کے ساتھ لوہے کی سلاخ کے ذریعے اپنے گلے کو داغا جس وجہ سے وہ فوت ہوگیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مِيْتَةَ سَوْءٍ لِلْيَهُوْدِ! يَقُوْلُوْنَ: أَفَلَا دَفَعَ عَنْ صَاحِبِهِ! وَمَا أَمْلِكُ لَهُ وَلَا لِنَفْسِي شَيْئًا .)) [1]

''یہود کے لیے بری موت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے ساتھی کی تکلیف کیوں نہ دور کی، حالانکہ میں نہ تو اس کے لیے کسی چیز کا مالک ہوں اور نہ ہی میں اپنے آپ کے لیے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ڮ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦﴾ ﴾ (یونس: ١٥-١٦)

''اور جب ان کے سامنے ہماری صاف اور کھلی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو جو ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس میں کچھ تبدیلی لے آؤ، آپ کہہ دیجیے کہ میں اسے اپنی جانب سے نہیں

---

[1] سنن ابن ماجة، كتاب الطب، باب من اكتوى، رقم: ٣٤٩٢.، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

بدل سکتا میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی ہوتی ہے اگر میں اپنے
رب کی نافرمانی کروں تو یقیناً میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔
آپ کہہ دیجیے اگر اللہ نے چاہا ہوتا تو میں تمہارے سامنے اس کی تلاوت نہ کرتا،
اور اللہ تمھیں اس کی خبر نہ دیتا میں تو تمہارے درمیان اس سے پہلے ایک عمر
گزار چکا ہوں تم عقل سے کیوں کام نہیں لیتے۔''

''نبی کریم ﷺ جب مشرکین کے سامنے قرآن کی ان آیات کی تلاوت فرماتے جن میں توحید باری تعالیٰ کا اثبات اور شرک باللہ کی تردید ہوتی تو قیامت اور جزاء وسزا کا انکار کرنے والے مشرکین بطورِ چیلنج یا بطورِ استہزا آپ سے کہتے کہ اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ جس میں ہمارے بتوں کی عیب جوئی نہ ہو، یا ان آیتوں کے بدلے جن سے ہمیں تکلیف پہنچتی ہے۔ دوسری آیتیں لے آؤ جنھیں سن کر ہمیں تکلیف نہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے جواب میں یہ کہنے کا حکم دیا ہے کہ میں تو صرف اللہ کی جانب سے نازل شدہ وحی کی اتباع کرتا ہوں اگر میں نے اللہ کی نافرمانی کی تو قیامت کے دن اللہ مجھے عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

آیت نمبر سولہ (۱۶) میں مذکورہ بالا مضمون کی تائید کے طور پر فرمایا کہ تمہارے سامنے قرآنِ کریم کی تلاوت میں اللہ کے ارادے اور اس کی مشیت کے مطابق کرتا ہوں، اور اگر اللہ چاہتا کہ میں تلاوت نہ کروں تو میں نہیں کر سکتا تھا، اور میری زبانی اس کا علم تمھیں حاصل نہیں ہوتا اور پیدائش سے لے کر بعثت تک پورے چالیس سال تک میں تمہارے درمیان رہا ہوں، میری صداقت وامانت کے چرچے تم میں سے ہر ایک کی زبان پر ہیں، اور مجھے پڑھنا لکھنا بھی نہیں آتا لیکن جب اللہ نے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا تو اس کا نازل کردہ قرآن تمھیں سناتا ہوں۔ کیا تم ان تمام دلائل وقرائن سے تم اس نتیجے پر نہیں پہنچتے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ میری یا کسی اور کی من گھڑت بات نہیں ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

سورۂ یونس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ ﴾ (یونس: ٤٩)

"آپ کہہ دیجیے کہ میں تو اپنی ذات کے لیے دفع ضرر اور حصولِ منفعت کی قدرت نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے، ہر قوم کا ایک وقت مقرر ہے جب ان کا وقت آ جائے گا تو ایک گھڑی نہ وہ پیچھے ہوں گے اور نہ آ گے۔"

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝ ﴾ (الرعد: ٣٨)

"اور ہم نے آپ سے پہلے انبیاء ورسل بھیجے، اور انھیں بیویاں اور اولاد دی اور کسی رسول کو یہ قدرت حاصل نہیں تھی کہ وہ اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی نشانی لا سکے، ہر کام کا مقرر وقت لکھا ہوا ہے۔"

"مذکورہ بالا آیات میں ان کافروں کی تردید کی گئی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے بار بار سیّدنا موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام جیسی نشانیاں لانے کا مطالبہ کرتے تھے، حالانکہ کہ اللہ کا رسول اس کی مرضی کے بغیر کوئی نشانی نہیں لا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے وقت اور حالات کے تقاضے کے مطابق ہر وقت کے لیے ایک فیصلہ کر رکھا ہے جب وہ وقت آتا ہے تو اس کا ظہور ہوتا ہے ان فیصلوں کا تعلق کافروں کی خواہشوں سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی مشیت سے ہے۔" (تیسیر الرحمن)

﴿ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ (القصص: ٦٨)

"اور آپ کا رب جو چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے (اپنی رسالت

کے لیے) چن لیتا ہے ان مشرکوں کو کوئی اختیار نہیں (کہ وہ ہمارے شریک چنے) اللہ تمام عیوب سے پاک اور مشرکوں کے شرک سے بلند و بالا ہے۔''

''اس آیت کریمہ میں بندوں سے خلق و اختیار کی نفی کی گئی ہے کہ نہ وہ کسی چیز کو پیدا کر سکتے ہیں اور نہ انھیں یہ اختیار حاصل ہے کہ اللہ کا نبی بننے کے لیے جسے چاہیں اختیار کریں اور جس کا چاہیں انکار کریں۔ بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا نبی بناتا ہے، اور نہ بندوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جس چیز کی چاہیں عبادت کریں اور جیسے چاہیں عبادت کریں۔ یہ حق اللہ خالقِ کائنات کا ہے کہ وہ صرف اپنی بندگی کا حکم دیتا ہے، شرک سے منع کرتا ہے، اور اپنی بندگی کا مشروع طریقہ بتاتا ہے، بندوں کا کام صرف اطاعت و بندگی ہے، اسی لیے آیت کے آخر میں کہا گیا ہے کہ اللہ کی ذات مشرکوں کے شرک سے پاک و بلند و بالا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کی تردید میں نازل ہوئی تھی، جب اس نے کہا تھا کہ دونوں بستی والوں میں سے کسی بڑے آدمی کو کیوں نہ اللہ نے اپنا نبی بنایا؟ نیز عام مشرکوں کی تردید میں نازل ہوئی تھی، جنھوں نے اپنی مرضی سے اللہ کے لیے شریک بنا لیے تھے اور گمان کر بیٹھے تھے کہ یہ معبودانِ باطلہ قیامت کے دن ان کے سفارشی بنیں گے۔'' (تیسیر الرحمن)

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي ، فَلْيَخْلُقُوْا حَبَّةً وَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً .)) [1]

''اس سے بڑا ظالم کون ہے جو میری مخلوق کی طرح بنانا چاہتا ہے (اگر وہ طاقت رکھتا ہی ہے تو) اسے چاہیے کہ کوئی (اناج کا) دانہ بنائے یا کوئی ذرہ بنا کے دکھائے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب نقض الصور، رقم: ٥٩٥٣.

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا ﴿٥٦﴾ ﴾ (بنی اسرائیل : ٥٦)

''آپ کہہ دیجیے کہ تم نے جنھیں اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھ رکھا ہے، وہ نہ تمہاری تکلیف دُور کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ ہی اسے بدل ڈالنے کی۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں ان مشرکین کی تردید کی گئی ہے جو فرشتوں کے مجسموں کی پوجا کرتے تھے اور ان اہل کتاب کی بھی تردید کی گئی ہے جو سیّدنا عزیر، سیّدنا عیسیٰ اور سیّدہ مریم علیہم السلام کے معبود ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ ان تمام مشرکین اور اہل کتاب سے کہہ دیجیے جو اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں تم پر جب کوئی مصیبت آئے تو ذرا اپنے ان معبودوں کو پکار کر دیکھو تو سہی کیا وہ تمہاری تکلیف کو دُور کرتے ہیں یا دوسروں کی طرف اسے پھیر دیتے ہیں؟ جواب معلوم ہے کہ یہ اس کی قطعی طور پر قدرت نہیں رکھتے، کیوں کہ نفع ونقصان پر قادر تو صرف اللہ ہے۔''

(تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١٢٨﴾ ﴾ (آل عمران : ١٢٨)

''ان کافروں کے معاملہ میں آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے، چاہے تو ان کی توبہ قبول کرے یا چاہے تو انھیں عذاب دے، اس لیے کہ وہ ظالم ہیں۔''

''امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی فجر کی نماز میں کہا کرتے تھے: اے اللہ! فلاں اور فلاں قبائل عرب پر لعنت بھیج تو اس پر آیت اُتری کہ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ﴾..... ''ان کافروں کے معاملے میں آپ کو

کوئی اختیار نہیں۔“

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری اور احمد نے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دوسری رکعت میں حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ پر لعنت بھیجتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کی۔

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے امام احمد نے روایت کیا ہے کہ جنگ اُحد میں آپ زخمی ہوئے تو آپ نے کہا کہ وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے ساتھ ایسا سلوک کیا تو یہ آیت اُتری۔“ (تیسیر الرحمن)

مذکورہ بالا آیاتِ مبارکہ اور احادیث طیبہ سے ثابت ہوا کہ کائنات کے جملہ اختیارات صرف اور صرف اللہ عزوجل کے پاس ہیں۔ پس رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مختارِ کل کا عقیدہ رکھنا قرآن وسنت کے سراسر مخالف ہے۔

باب نمبر 30

اللہ تعالیٰ ہی بنی نوع انسان کا خالق حقیقی ہے

اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَ مَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٢﴾ ﴾

(یٰسٓ : ٢٢)

''اور مجھے کیا ہے کہ میں اس اللہ کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے، اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی رقم طراز ہیں:

''پھر اس مردِ مومن نے دعوت کے لیے غایت درجہ کا حکیمانہ اسلوب اختیار کرتے ہوئے جو بات لوگوں سے کہنی تھی، اس کا مخاطب اپنے آپ کو بناتے ہوئے کہا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ میں اس ذاتِ برحق کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے، یعنی کیا وجہ ہے کہ تم لوگ اس اللہ کی وحدانیت کے قائل نہیں ہوتے جو تمہارا خالق ہے، اور مرنے کے بعد جس کے پاس تمھیں لوٹ کر جانا ہے کیا یہ بات کسی طرح عقل میں آتی ہے کہ میں اس خالق و مالک کل کو چھوڑ کر ایسے بے جان بتوں کی پرستش کروں کہ اگر اللہ مجھے کسی تکلیف میں مبتلا کر دے تو وہ میرے کسی کام نہ آئیں۔ نہ وہ اللہ کے ہاں سفارشی بن سکتے ہیں، اور نہ ہی خود اس تکلیف کو دُور کر سکتے ہیں، یعنی یہ کتنی بڑی حماقت آمیز بات ہوگی کہ جن بتوں کو میں اپنے ہاتھوں سے تراشوں، انھی کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں، اگر میں ایسا کروں گا تو کھلم کھلا گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا، لوگو سن لو! کہ میں اُس

رب پر ایمان لے آیا، جو ہم سب کا خالق ورازق اور مالک کل ہے، یعنی گواہ رہو کہ میں ربّ العالمین پر ایمان رکھتا ہوں، اور بتوں کا انکار کرتا ہوں۔''

(تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْإِنسَٰنُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ ٱلْكَرِيمِ ۝٦ ٱلَّذِى خَلَقَكَ فَسَوَّىٰكَ فَعَدَلَكَ ۝٧ فِىٓ أَىِّ صُورَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝٨ ﴾

(الانفطار: ٦، ٧، ٨)

''اے انسان! تجھے تیرے رب کریم سے کسی چیز نے بہکا دیا۔ جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے درست بنایا، پھر تجھے معتدل انسان بنایا۔ اس نے جس شکل میں چاہا تیرے جسم کی ترکیب کی۔''

''یہاں خطاب ان تمام کافر و فاسق انسانوں سے ہے جو دنیا میں مصیبت کی زندگی گزارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے انسان! تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا ہے کہ تو اپنی فطرت سے منحرف ہوگیا ہے، اور اپنے اس ربّ کی نافرمانی کر رہا ہے جو عظیم وجلیل اور کامل وقادر ہے، اور جس نے تجھ پر یہ احسان کیا ہے کہ تجھے کامل الخلقت انسان بنایا ہے، عقل وحواس اور اپنی گوناگوں نعمتوں سے نوازا ہے، تم کچھ بھی نہیں تھے تو اس نے تمھیں ایک نطفہ حقیر سے پیدا کیا، ایک مکمل آدمی بنایا، کان، آنکھ اور عقل جیسی نعمت دی، ہاتھ پاؤں دیئے، سینے میں دھڑکتا ہوا دل دیا، اور ہر طرح سے ایک مکمل آدمی بنایا، اور اس کا کمال قدرت دیکھو کہ اس نے تم میں سے کسی کو گورا، اور کسی کو کالا بنایا، کسی کو لمبا اور کسی کو ٹھگنا بنایا، اور پھر تم میں سے کسی کو مذکر اور کسی کو مؤنث بنایا، یہ سب اس کی قدرت کی کاریگری اور اس کی کمال صناعی ہے جس کا تقاضا ہے کہ تم اپنے رب کی نافرمانی نہ کرو، ہر دم اس کی بندگی میں لگے رہو، اور کسی حال میں بھی اس کے احکام سے سرتابی نہ کرو۔'' (تیسیر الرحمن)

اللہ تعالیٰ ہی انسانوں کا خالق ہے، اس امر کو قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ (المؤمن: ٦٧)

''اس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر لوتھڑے سے، پھر وہ تمھیں (رحم مادر سے) بچہ کی شکل میں نکالتا ہے، پھر (تمہارے لیے زندگی کے اسباب مہیا کرتا ہے) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ، پھر (تمھیں زندہ رکھتا ہے) تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ، اور تم میں سے بعض اس سے پہلے ہی مر جاتے ہیں اور تاکہ تم سب اپنے اپنے مقرر وقت کو پہنچ جاؤ، اور شاید کہ تم لوگ ان باتوں کو سمجھو۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''اے انسانو! اُسی ذات برحق اور مالک کل نے تم سب کو مٹی سے پیدا کیا (یعنی تمہاری اصل مٹی ہے، یا یہ کہ تمہارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا) پھر تمہارے باپ کے نطفۂ حقیر کو رحم مادر تک پہنچایا، پھر اسے منجمد خون بنایا، پھر بچہ کی شکل میں تمھیں تمہاری ماں کے بطن سے باہر نکالا، یعنی مختلف احوال سے گزار کر تمھیں ایک ننھے منھے بچے کی شکل میں دنیا بھیجا، پھر تمہاری پرورش کی، یہاں تک کہ تم بھرپور جوان بن گئے اور پھر مرورِ ایام و سال کے ساتھ تم بوڑھے ہو جاتے ہو۔ اور تم میں سے بعض رحم مادر سے مردہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور کوئی کمسنی ہی میں وفات پا جاتا ہے، اور کوئی عہد جوانی میں اور کوئی عہد پیری سے قبل۔ اے انسانو! تمھیں ان سارے احوال سے اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کون گزارتا ہے، تمھیں ان باتوں پر غور وفکر کرنا چاہیے تاکہ تم ربّ العالمین کی قدرت وعظمت کا اعتراف

کر سکو، اور بعث بعد الموت کے متعلق تمہارا ایمان و یقین پختہ ہو جائے۔

اے لوگو! وہی معبودِ برحق حقیر قطرۂ منی کو زندگی دیتا ہے، اور وہی انسانوں کو عمریں پوری ہو جانے کے بعد انھیں موت دیتا ہے، اسے کبھی بھی موت لاحق نہیں ہوگی اور اس کے سوا تمام جن و انس مر جائیں گے، اور وہ معبود برحق جب کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو کلمہ ''کُنْ'' کے ذریعہ اسے وجود میں لے آتا ہے، محال ہے کہ وہ چاہے اور کوئی چیز وجود میں نہ آئے۔'' (تیسیر الرحمن)

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تمہاری پیدائش کی تیاری تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک (نطفہ کی صورت میں) کی جاتی ہے۔ پھر وہ اتنے ہی دنوں میں جما ہوا خون بنا رہتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں میں وہ گوشت کا ایک ٹکڑا بنا رہتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں کے لکھنے کا حکم دیتا ہے۔ اسے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل، اس کا رزق، اس کی زندگی کی مدت اور یہ کہ وہ بد ہے یا نیک ان کے متعلق لکھ دو۔'' [1]

سیّدنا بسر بن جحاش قرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی میں تھوکا پھر اس پر اپنی انگشت شہادت رکھ کر فرمایا:

((يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَنّٰى تُعْجِزُنِيْ ابْنَ آدَمَ! وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ مِثْلِ هٰذِهِ ، فَإِذَا بَلَغَتْ نَفْسُكَ هٰذِهِ ، وَأَشَارَ إِلٰى حَلْقِهِ قُلْتَ: أَتَصَدَّقُ ، وَأَنّٰى أَوَانُ الصَّدَقَةِ؟)) [2]

---

[1] صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة، رقم: ٣٣٠٨.

[2] سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا، رقم: ٢٧٠٧، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! تو مجھے کیسے عاجز کرسکتا ہے حالانکہ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے، اور پھر جب تیرا نفس اس تک پہنچ گیا ہے اور (یہ کہتے ہوئے) آپ نے اپنی حلق کی طرف اشارہ کیا۔ تو اب کہتا ہے کہ میں صدقہ کرتا ہوں، اب بھلا صدقے کا وقت کہاں؟“

مذکورہ بالا آیاتِ مبارکہ اور احادیث طیبہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی انسانوں کا خالقِ حقیقی ہے، اس کے علاوہ کوئی اور خالق نہیں، لہٰذا ہمیں صرف اُسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

باب نمبر 31

اللہ تعالیٰ لہو ولعب اور عبث کاموں سے منزہ ہے

اللہ تعالیٰ لہو ولعب اور عبث کاموں سے منزہ اور مبرا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ ﴾

(المؤمنون: ۱۱۵)

''کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ ہم نے تمھیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف دوبارہ لوٹائے نہیں جاؤ گے۔''

مذکورہ بالا آیت میں ''بعث بعد الموت'' کا انکار کرنے والے کافروں کو ڈانٹ پلائی جا رہی ہے کہ کیا تم اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ ہم نے تمھیں بغیر کسی مقصد کے اور بے کار پیدا کیا ہے، اور تمھیں مرنے کے بعد دوبارہ ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آنا ہے۔ اللہ کی ذات اس سے بہت ہی بلند و بالا ہے کہ وہ کسی چیز کو بیکار پیدا کرے۔ ہم نے تمھیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کی بھی عبادت کرے گا، جس کی کوئی دلیل نہیں ہے تو اُسے اس برے عمل کا اپنے رب کے حضور کھڑے ہو کر حساب دینا ہوگا، اور اسے اس برائی کا بدلہ مل کر رہے گا۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ ﴾

(الدخان: ۳۸۔۳۹)

''اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو لہو ولعب

کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ ہم نے انھیں برحق و بامقصد پیدا کیا ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ اس بات کو جانتے نہیں ہیں۔‘‘

مذکورہ بالا یہ آیات ’’بعث بعد الموت‘‘ اور قیامت کے دن کی جزا اور سزا کی دلیل ہیں، اس لیے کہ یہ بات حکمت سے عاری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو بغیر کسی مقصد کے پیدا کیا ہے، اور ایک وقت آئے گا کہ سب کچھ فنا ہو جائے گا، اور اس کے بعد کچھ بھی نہیں ہوگا، یہ تو ایسی لغویات ہیں جو عقلمند انسانوں کے بارے میں نہیں کہی جاسکتیں، تو اس ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں کیسے کہی جاسکتی ہیں، جس نے انسانوں کو عقل کی نعمت سے نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ جن وانس اس کی عبادت کریں، اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکرادا کریں، تو جو شخص ایسا کرے گا، اسے وہ قیامت کے دن اس کے نیک اعمال کا اچھے سے اچھا بدلہ دے گا، اور جو ایسا نہیں کرے گا، اور کفر وشرک کی راہ اختیار کرے گا، اسے وہ ذلیل ورسوا کرے گا، اور بدترین عذاب میں مبتلا کرے گا۔

سورۂ انبیاء میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝۱۶ ﴾

(الأنبياء: ١٦)

’’اور ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کھیل تماشہ کے طور پر نہیں پیدا کیا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ مشرک اور کافر قوموں کو ان کے کفر ومعاصی کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے، یہ دلیل ہے کہ آسمان وزمین اور ان کے درمیان پائی جانے والی مخلوقات کو اس نے بے کار اور عبث نہیں پیدا کیا، بلکہ ان تمام کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ اس کے بندے اس کی گوناگوں نعمتوں

سے بہرہ ور ہوں، اس کا شکر ادا کریں، اور اسے یاد کرتے رہیں۔ اسی لیے جو قومیں اس کے ذکر وشکر سے روگردانی کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

مذکورہ بالا آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ عبث اور بے کار کاموں سے منزہ ہے۔ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے۔

باب نمبر 32

اللہ تعالیٰ ہی خالقِ ارض وسما ہے

زمین وآسمان کو پیدا کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔قرآن مجید اس حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے:

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۱۰﴾ (لقمان : ۱۰)

''اس نے آسمانوں کو بغیر ایسے ستونوں کے پیدا کیا ہے جنھیں تم دیکھ سکو اور زمین پر مضبوط پہاڑ رکھ دیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں ہچکولے کھلائے، اور اس پر ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے، اور ہم نے آسمان سے بارش برسائی جس کے ذریعہ زمین میں ہر قسم کی عمدہ چیزیں اُگائیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت وحکمت کے چار مظاہر بیان کیے ہیں اور پھر آیت نمبر گیارہ (۱۱) میں مشرکین مکہ کو دعوت فکر ونظر دی ہے کہ اللہ کے سوا جن باطل معبودوں کی تم لوگ پرستش کرتے ہو، انھوں نے تو کچھ بھی پیدا نہیں کیا ہے، پھر کیوں تم انھیں اپنا معبود مانتے ہو، حقیقت یہ ہے کہ تم کھلی گمراہی میں مبتلا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بغیر نظر آنے والے ستونوں کے سہارے قائم کر رکھا ہے، اس نے محض اپنی قدرت سے نظامِ جاذبیت کے ذریعہ انھیں ان کو متعین جگہوں میں ثابت کر دیا ہے۔ زمین میں پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ دیئے ہیں تاکہ زمین ہلنے نہ پائے، اگر زمین پر اللہ تعالیٰ پرشکوہ اور بلند و بالا پہاڑوں کو نہ گاڑتا تو کوئی چیز اپنی جگہ باقی نہ رہتی اور اس پر رہنے

والے انسانوں اور دیگر حیوانات کو سکون وقرار حاصل نہ ہوتا اور ان کی زندگی دوبھر ہو جاتی۔

اس نے مختلف قسم کے جانور پیدا کر کے انھیں زمین کے تمام گوشوں میں پھیلا دیا، اور اس نے آسمان سے بارش بھیجی جو انسانوں اور جانوروں کی زندگی کے لیے ازبس ضروری ہے، اور اس کے ذریعہ زمین میں قسم قسم کی غذائیں اور دوائیں پیدا کیں جو انسانی زندگی کے لیے بہت ہی نافع ہیں۔ ان تمام چیزوں کا خالق صرف اللہ ہے ان کاموں میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے، اس لیے صرف وہی عبادت کے لائق ہے، لیکن ظالم مشرکین ضلالت وگمراہی کی مہیب وادیوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں، اور انھیں توفیق نہیں ہوتی کہ وہ اللہ کی ان مخلوقات میں غور وفکر کر کے تمام باطل معبودوں سے رشتہ توڑ کر اپنی جبین نیاز اللہ کے سامنے جھکائیں۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٦﴾ ﴾ (لقمان: ۲۵۔۲۶)

"اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ کہیں گے: اللہ نے آپ کہہ دیجیے کہ تمام تعریفیں صرف اللہ کے لیے ہیں، بلکہ ان میں سے اکثر لوگ جانتے ہی نہیں ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے ان کا مالک اللہ ہے، بے شک اللہ بڑا بے نیاز، بڑی تعریفوں والا ہے۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی رقم طراز ہیں:

"مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! اگر آپ ان مشرکین سے پوچھیں کہ ان آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ کہیں گے: اللہ نے۔ تو پھر آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کا شکر ہے کہ تمھارے خلاف حجت قائم ہوگئی۔ جب تم اعتراف کرتے ہو کہ وہی خالق ورازق اور مالک کل ہے، تو پھر تم کس دلیل کی بنیاد پر اس کے سوا دوسرے جھوٹے معبودوں کی پرستش کرتے ہو؟

اللہ نے فرمایا: مشرکین کی عدم توفیق کا حال یہ ہے کہ ایسی کھلی حقیقت کو بھی نہیں سمجھ پاتے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا: اے میرے نبی! آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کے مملوک اور اسی کے بندے ہیں وہ ذاتِ برحق سب سے بے نیاز اور محمود الصفات ہے، اس کو مشرکین یا غیر مشرکین کی عبادتوں کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے آپ غم نہ کیجیے، اور وہ عبادت کریں یا نہ کریں پرواہ نہ کیجیے۔''

(تیسیر الرحمٰن)

نیز احادیث سے بھی یہ امر ثابت ہے کہ آسمان وزمین کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ ، وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ ، وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ ، وَخَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ)) [1]

''اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) موجود تھا، اور اس کے سوا کوئی چیز موجود نہیں تھی، اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے لوحِ محفوظ میں ہر چیز کو لکھ دیا تھا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔''

اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاطر میں ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰي بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۝۴۰ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ڬ وَ لَىِٕنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ

[1] صحيح بخاري ،كتاب بدء الخلق، رقم: ٣١٩١ .

بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾ (فاطر: ۴۰۔ ۴۱)

''اے میرے نبی! آپ مشرکوں سے پوچھئے کیا تم نے اپنے ان دیوتاؤں کے بارے میں کبھی غور کیا ہے جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ذرا مجھے دکھلاؤ تو سہی کہ انھوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے، یا آسمانوں کی پیدائش میں اللہ کے ساتھ ان کی کوئی شرکت ہے؟ یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے جس میں ان کے شرک کے لیے کوئی دلیل موجود ہے؟ بلکہ یہ ظالم لوگ ایک دوسرے سے صرف دھوکے اور فریب کی باتیں کرتے ہیں۔ بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو گرنے سے تھام رکھا ہے، اور اگر یہ دونوں گر جائیں تو اس کے سوا کوئی انھیں تھامنے والا نہیں ہے، وہ بے شک بڑا بردبار، بڑا معاف کرنے والا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان پائی جانے والی تمام مخلوقات کا خالق و مالک تنہا اللہ ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے۔ اسی حقیقت کو مشرکین قریش کے دل و دماغ میں عقلی دلیل کے ذریعہ اتارنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: آپ ان مشرکین سے پوچھئے کہ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، کیا وہ زمین کے پیدا کرنے میں اللہ کے شریک رہے ہیں یا آسمان کے پیدا کرنے میں، کہ وہ تمھاری نظر میں عبادت کے مستحق بن گئے ہیں؟ یا اللہ کی کوئی نوشتۂ تحریر تمھارے پاس ہے جس میں لکھا ہے کہ اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بنانا جائز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ یہ ظالم لوگ اپنے آپ کو ایک دوسرے سے یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ ہمارے یہ معبود اللہ کے نزدیک سفارشی بنیں گے، اور ہمیں اس کے قریب کریں گے، اس لیے بغیر دلیل و برہان کے ان کی عبادت کرتے ہیں۔ بتوں اور جھوٹے معبودوں کی انتہائی عاجزی اور بے بسی بیان کرنے کے بعد اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی

عظیم قدرت کی دلیل پیش کی ہے کہ صرف اس کی ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو ان کی جگہوں میں ثابت کر دیا ہے، ان کے اندر ایسی قوت پیدا کر دی ہے کہ سارے آسمان اپنی جگہوں میں بغیر کسی مرئی سہارے کے قائم ہیں، اور زمین بھی اپنی جگہ ثابت ہے، اس میں حرکت پیدا نہیں ہوتی ہے، ورنہ آسمان انسانوں کے سروں پر گر کر انھیں تباہ کر دیتا، اور زمین ہل کر تمام مخلوقات کو تہہ و بالا کر دیتی اور ان کا جینا دوبھر ہو جاتا۔ یہ سب محض اس قادرِ مطلق اور مالک کل کی طاقت و قدرت کے سہارے قائم ہیں جو نہایت بردبار اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝ ﴾ (ابراھیم: ۱۰)

''ان کے رسولوں نے کہا کیا تمھیں اللہ کے بارے میں شبہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، وہ تمھیں اپنی طرف اس لیے بلاتا ہے، تاکہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے، اور ایک وقت مقرر تک تمھیں مہلت دے، انھوں نے کہا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو، چاہتے ہو کہ ہمیں ان معبودوں سے روک دو جن کی ہمارے آباء و اجداد عبادت کرتے تھے، اس لیے تم ہمارے سامنے (اپنی صداقت کی) کوئی دلیل پیش کرو۔''

''انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی قوموں کو کفر اور آسمانی رسالت و دعوت کے انکار پر غایت درجہ حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تم لوگوں کو اللہ کے وجود، اس کی وحدانیت اور اس کے معبودِ حقیقی ہونے میں شبہ ہے، حالاں کہ آسمان و زمین کا وجود اس بات پر شاہد قاطع ہے، اور

کسی شک کی گنجائش نہیں چھوڑتا کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہی ہر چیز کا خالق و مالک اور معبود ہے، اور وہی تمھیں ہم پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے، ہم لوگ ازخود تمھیں اس کی طرف نہیں بلا رہے ہیں۔ اگر تم ہماری تصدیق کرتے ہوئے اللہ پر ایمان لے آؤ گے، تو وہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا، اور ایک وقت معین تک دنیاوی زندگی سے مستفید ہونے دے گا۔ کافروں نے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو دوبارہ ردّ کر دیا اور کہا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو، کھاتے پیتے ہو، تمھیں ہم پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے اور نہ تم فرشتہ ہو۔ بس تمہارا مقصد یہ ہے کہ ہمیں ہمارے آباء واجداد کے معبودوں کی عبادت سے روک دو، اس لیے ہم تمہاری بات اسی وقت مانیں گے جب کوئی واضح اور صریح نشانی لاؤ کہ واقعی تم اللہ کے نبی ہو۔ یہ ان کا محض عناد اور ہٹ دھرمی تھی، ورنہ ہر نبی نے ایسے معجزے اور نشانیاں پیش کیں جو قوموں کی اس یقین دہانی کے لیے کافی تھیں کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ ﴾ (ق: ۳۸)

''اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے، اور ہمیں کوئی تھکن نہیں ہوئی۔''

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ''اس آیت سے مقصود ''بعث بعد الموت'' کا اثبات اور اس کی تاکید ہے اس لیے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کی تخلیق سے اسے کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی، وہ یقیناً اور بدرجہ اولیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر)

سورۃ الاحقاف میں آیا ہے:

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

قَدِيْرٌ ﴾ (الاحقاف : ۳۳)

''کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور ان کے پیدا کرنے سے نہ تھکا، وہ یقیناً مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے، ہاں! وہ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''سیّدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہود کہا کرتے تھے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر ساتویں دن ہفتہ کے دن آرام کیا اور اپنے اسی باطل عقیدہ کے سبب وہ لوگ ہفتہ کے دن کو آرام کا دن کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس افترا پردازی کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ﴾ ...... ''ہمیں آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی۔''

(تیسیر الرحمن)

باب نمبر 33

اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا

اللہ تعالیٰ اپنے انقلاب آفرین کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ٚ وَ اغْفِرْ لَنَا ٚ وَ ارْحَمْنَا ٚ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ ﴾

(البقرة: ٢٨٦)

”اللہ کسی آدمی کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں کرتا، جو نیکی کرے گا اس کا اجر اسے ملے گا، اور جو گناہ کرے گا اس کا خمیازہ اس کو بھگتنا پڑے گا، اے ہمارے رب! بھول چوک اور غلطی پر ہمارا مؤاخذہ نہ کر، اے ہمارے رب! اور ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا کہ تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے رب! اور ہم پر اس قدر بوجھ نہ ڈال جس کی ہم میں طاقت نہ ہو، اور ہمیں درگزر فرما، اور ہماری مغفرت فرما، اور ہم پر رحم فرما، تو ہمارا آقا اور مولیٰ ہے، پس کافروں کی قوم پر ہمیں غلبہ نصیب فرما۔“

شیخ عبدالرحمٰن السعدی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ "تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے تم اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ۔ اللہ اس کا حساب تم سے لے گا۔" تو مسلمان بہت پریشان ہوئے کیونکہ انہوں نے یہ سمجھا کہ دل میں جس قسم کے خیالات ہوں خواہ وہ پختہ یقین کی صورت میں ہوں یا عارضی خیالات دل میں جاگزیں ہوں، یا آ کر گزر جانے والے سب کا مواخذہ ہوگا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کام کا مکلّف نہیں فرماتا۔ ان کاموں کا حکم دیتا ہے جو وہ کر سکتا ہو۔ ان کا حکم نہیں دیتا جو اس کی طاقت سے بڑھ کر ہوں جیسے ارشاد ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج: ۷۸)

"اس نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔"

ایسے نہیں جو انسانوں کے لیے انتہائی دشوار ہوں بلکہ یہ تو روح کی غذا بدن کی دوا اور نقصان سے بچاؤ کا ذریعہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جن کاموں کا حکم دیا ہے وہ رحمت اور احسان کی بنا پر دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود جب کوئی عذر پیش آ جائے جس سے مشقت کا اندیشہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس حکم میں تخفیف اور آسانی فرما دیتا ہے کبھی تو اس عمل کو مکلّف کے ذمہ سے مکمل طور پر ساقط فرما دیتا ہے کبھی اس کا کچھ حصہ معاف کر دیتا ہے، جیسے بیمار اور مسافر کے لیے بعض احکام میں تخفیف کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ہر کسی کو وہی نیکی ملے گی جو اس نے کمائی اور اس کے ذمے وہی گناہ لکھا جائے گا جس کا اس نے ارتکاب کیا کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا، اور کسی کی وجہ سے دوسرے کی نیکیاں ضائع نہیں ہوں گی۔ نیکی میں ﴿كَسَبَتْ﴾ کا لفظ فرمایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو نیکی معمولی سی کوشش سے بھی حاصل ہو جاتی ہے، بلکہ بعض اوقات صرف نیت کی وجہ سے ہی ثواب مل جاتا ہے جب کہ گناہ کے لیے ﴿اِكْتَسَبَتْ﴾

کا لفظ فرمایا گیا ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ انسان کے ذمے گناہ اس وقت نہیں لکھا جاتا جب تک وہ اس کا ارتکاب نہ کر لے اور اس کی کوشش نہ کرے۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کے ایمان کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ انسان سے کوتاہی، غلطی اور بھول چوک کا صدور ممکن ہے اور یہ بتایا کہ اس نے ہمیں صرف ایسے اعمال کا حکم دیا ہے جس کو انجام دینے کی طاقت ہم میں موجود ہے۔" تفسیر السعدی : ١/٣٥٥، ٣٣٦

اس آیت کریمہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اتنا ہی مکلّف کرتا ہے جتنی کی وہ طاقت رکھتا ہے اور یہ کہ وہ اپنے قول و فعل کا ذمہ دار ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بندے کو اپنی جناب میں گریہ وزاری اور دُعا کرنے کی تعلیم دی ہے تا کہ نیکیاں کرنے میں جو تقصیر ہوئی ہے اسے اللہ معاف کر دے اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کی یہ دُعا قبول کر لی۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب بندوں نے یہ دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہاں! میں نے قبول کر لی۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

فائدہ :...... "اس آیت سے یہ شرعی قاعدہ مأخوذ ہے کہ دین اسلام میں تمام اعمال کی بنیاد نرمی اور آسانی پر ہے۔" (تیسیر الرحمن)

ذیل میں ہم متعدد احادیث ذکر کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ احکام کا مکلّف نہیں بناتا:

سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے بواسیر کا مرض تھا تو میں نے نبی کریم ﷺ سے نماز کے متعلق دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((صَلِّ قَائِمًا ، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا ، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰی جَنْبٍ .)) [1]

"کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر طاقت نہیں تو بیٹھ کر پڑھو اور اگر اس کی بھی طاقت

---

[1] صحیح بخاری ، کتاب التفسیر ، رقم : ١١١٧.

نہیں تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھو۔"

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"جسے پانی کے استعمال سے کسی نقصان کا اندیشہ ہو وہ (فرضی غسل کی جگہ) تیمّم کرے۔"[1]

دورانِ سفر قصر نماز پڑھنے کا جواز۔ (النساء:۱۰۱)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ "بڑی عمر کے بوڑھے شخص کو روزہ چھوڑنے کی رُخصت دی گئی ہے، وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے اور اس پر قضا نہیں۔"[2]

سورۂ طلاق میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ ﴾ (الطلاق : ۷)

"مناسب یہ ہے کہ صاحب مقدور اپنی مقدور کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اسی میں سے خرچ کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے، اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جو اس نے اسے دیا ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی دے گا۔"

"اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مطلقہ دودھ پلانے والی ماں کے بارے میں باپ کو حکم دیا ہے کہ اگر وہ مالدار ہے تو بچے کی ماں پر خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لے بلکہ ماں اور بچے دونوں پر فراخ دلی کے ساتھ خرچ کرے، اور اگر تنگ دست ہے تو اپنے حسبِ حال خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بناتا۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے تنگ دستوں کو خوشخبری دی ہے کہ وہ ان کی پریشانی اور تنگ حالی کو عنقریب دُور کر دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ (الانشراح)

---

[1] سنن ابو داؤد، کتاب الطھارۃ، رقم: ۳۳٤۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٥٠٥.

......''بے شک تنگ دستی کے ساتھ آسانی ہے۔''

مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے سچ کر دکھایا کہ ان کی تنگ دستی دُور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں ''روم'' اور ''فارس'' کے خزانوں کا مالک بنادیا۔ البتہ عام مسلمانوں کی تنگ دستی کو دُور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی شرط لگادی ہے، جیسا کہ اسی سورت کی آیات نمبر دو اور تین (۲،۳) میں گزر چکا ہے کہ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے راستے نکال دے گا، اور ایسی جگہ سے اُسے روزی دے گا جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگی، اور اسی سورت کی آیت نمبر چار (۴) میں فرمایا: ''جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے معاملات کو آسان بنادے گا۔'' (تیسیر الرحمن)

مذکور بالا آیاتِ مبارکہ اور احادیث طیبہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اُن کی طاقت کے بقدر احکامِ شرعیہ کا مکلّف بناتا ہے۔

باب نمبر 34

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سب اعمال سے باخبر ہے

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سب اعمال سے بخوبی آگاہ ہے۔ قرآنِ کریم اس حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے:

﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

(التغابن: ۱۱)

''اور جب کسی شخص کی موت کا وقت آئے گا تو اللہ اسے ہرگز مہلت نہیں دے گا اور تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اس کی پوری خبر رکھتا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان منافقین کی یہ تمنا ہرگز پوری نہیں ہوگی کہ انھیں موت کے وقت صدقہ وخیرات کرنے کے لیے تھوڑی دیر کی مہلت دے دی جائے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا نظامِ ازلی ہے کہ جب کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے ایک لمحہ کی بھی مہلت نہیں دی جاتی۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تمہارے کارناموں سے اچھی طرح واقف ہے، اس لیے قیامت کے دن وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: ''ایک دفعہ رات کو رسول اللہ ﷺ ''بقیع'' کے قبرستان گئے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے پیچھے پیچھے گئیں پھر آپ سے پہلے ہی تیز تیز چلتے ہوئے گھر آگئیں۔ آپ آئے تو آپ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا۔ اے عائشہ! تمھیں

کیا ہوا ہے کہ تمہارا سانس پھولا ہوا ہے۔ انھوں نے کہا: کوئی بات نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَتُخْبِرِينِي أَوْ لَيُخْبِرَنِّي اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ .)) [1]

''تم مجھے بتادو، ورنہ باریک بین، خبردار یعنی اللہ تعالیٰ مجھے خبر دے دے گا۔''

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے: ''نبی کریم ﷺ اپنے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ یہود کے پاس بنوکلاب کے دو مقتولین کی دیت کے لیے اعانت کی غرض سے بات چیت کے لیے گئے۔ انھوں نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ آپ یہاں تشریف رکھئے ہم آپ کی ضرورت پوری کردیتے ہیں۔ آپ انتظار کرنے لگے، اور دوسری طرف یہودیوں نے نبی کریم ﷺ کے قتل کا پروگرام بنالیا، چنانچہ ایک بدبخت عمرو بن حجاش نے کہا کہ میں اس چکی کو اوپر لے جاکر آپ کے سر پر گرادیتا ہوں، یہ ابھی باہم مشاورت میں ہی مصروف تھے کہ اللہ ربّ العالمین (جسے بندوں کے ہر عمل کی خبر ہے) نے سیّدنا جبریل علیہ السلام کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو خبر دے دی، اور آپ جلدی سے اُٹھے اور مدینہ کی جانب چل پڑے۔''

الرحیق المختوم، ص: ۴۰۰، ملخصاً

اللہ تعالیٰ بندوں کے ہر چھوٹے بڑے عمل سے بخوبی آگاہ ہے۔ قرآنِ مجید کے یہ کلمات اس پر شاہد عدل ہیں:

﴿ وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ﴾

(الحدید: ۱۰)

''اور تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی میراث صرف اللہ کے لیے ہے، تم میں سے کوئی اس کے برابر نہیں

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، رقم: ۹۷۴.

ہوسکتا جس نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا، وہ لوگ درجہ میں ان سے زیادہ اونچے ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا، اور جہاد کیا۔ اور اللہ نے ہر ایک سے جنت کا وعدہ کیا ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اس کی پوری خبر رکھتا ہے۔"

"اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو زجر و توبیخ کی ہے جو محتاجی کے ڈر سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں، حالانکہ یہ مال اس اللہ نے ہی دیا ہے جو آسمان و زمین کے خزانوں کا مالک ہے، اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے۔ آیت کے دوسرے حصہ میں جس کی ابتداء ﴿لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ﴾ سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے، جنھوں نے فتح مکہ یا صلح حدیبیہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا تاکہ حق کی آواز بلند ہو۔ ان "سابقین اوّلین" کے برابر وہ لوگ نہیں ہوسکتے، جنھوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کیا، اور اس وقت جہاد کیا جب اسلام کو قوت و غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کا اجر و ثواب، بعد کے صحابہ کرام کے مقابلے میں اس لیے زیادہ رکھا کہ اسے ان کے کامل خلوص نیت، غایت للّٰہیت اور اس بات کا خوب علم تھا کہ انھوں نے کیسی تنگی اور پریشانی کے زمانے میں اللہ کی راہ میں خرچ کیا تھا۔

[نسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صحابہ کا ایک درہم دوسروں کے ایک لاکھ سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔]

اور یہ بات سب اہل ایمان جانتے ہیں کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس آیت میں مذکور فضیلت کے سب سے زیادہ حقدار تھے، اس لیے کہ انھوں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنا سارا مال خرچ کر دیا تھا۔" (تیسیر الرحمن)

اللہ تعالیٰ کو بندوں کے دلوں کے وساوس اور آنکھوں کی حرکات تک کا علم ہے۔ چنانچہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ ﴾ (النور: ۳۰)

"اے میرے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، ایسا کرنا ان کے لیے زیادہ بہتر ہے، بے شک وہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں، اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝۱۷ ﴾ (بنی اسرائیل: ۱۷)

"اور ہم نے نوح کے بعد بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا، اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے خوب واقف ہے، اور انھیں اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی رقم طراز ہیں:

"گزشتہ قوموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ رہا ہے کہ جب انھوں نے کفر و سرکشی کی راہ اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت میں کفار مکہ کے لیے ایک قسم کی دھمکی ہے کہ اگر وہ بھی اپنے کفر پر جمے رہے تو کوئی بعید نہیں کہ اللہ کا عذاب ان پر نازل ہو جائے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ کا ربّ اپنے بندوں کے گناہوں سے خوب واقف ہے، اس لیے انھیں ڈر کر رہنا چاہیے کہ کہیں ان کا گناہ ان کی ہلاکت کا سبب نہ بن جائے، اس لیے کہ قوموں کی ہلاکت کے ذکر کے بعد گناہوں کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کسی قوم کو اس کے گناہوں کی وجہ سے ہی ہلاک کیا جاتا ہے۔" (تیسیر الرحمن)

سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ۝۹۸ ﴾ (آل عمران : ۹۸)

''(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو؟ اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس پر شاہد ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان سے کہیں، تم لوگ جان بوجھ کر کیوں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہو؟ اور تم مجھ پر کیوں ایمان نہیں لاتے؟ خود بھی اسلام میں داخل نہیں ہوتے، اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو بھی روکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال پر شاہد ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَحَسِبُوْۤا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾

(المائدة : ۷۱)

''اور یہ سمجھ بیٹھے کہ (ان کے خلاف) کوئی فتنہ کھڑا نہیں ہوگا، اس لیے اندھے اور بہرے ہوگئے، پھر اللہ نے ان پر نظر کرم کیا لیکن ان میں سے اکثر پھر اندھے اور بہرے ہوگئے، اور اللہ ان کے کرتوتوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔''

اس امر کو سورۂ فاطر میں یوں ارشاد فرمایا:

﴿ وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝۴۵ ﴾ (فاطر : ۴۵)

''اور اگر اللہ لوگوں کا ان کے کرتوتوں پر مواخذہ کرتا تو وہ زمین پر کسی جاندار کو نہ رہنے دیتا، لیکن اس نے ایک وقت مقرر تک انھیں مہلت دے رکھی ہے، پس جب ان کا وقت آجائے گا تو بیشک اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

’’اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ آدمی کے ہر گناہ پر دنیا میں ہی اس کا مواخذہ کرتا اور اس پر عذاب نازل کر دیتا تو کرۂ ارض پر کوئی ذی روح باقی نہ رہتا، اس نے انسانوں کے حساب و کتاب کے لیے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے، جب وہ وقت آ جائے گا تو وہ سب کو اکٹھا کرے گا، اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا و سزا دے گا، اور وہ خوب واقف ہے کہ کون اس دن عذاب کا مستحق ہوگا اور کون اعزاز و اکرام کا۔‘‘ وباللہ التوفیق.

(تیسیر الرحمن)

باب نمبر 35

اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہے

اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ اور اگر اس کی نافرمانی کی جائے تو اس کی پکڑ بھی بڑی سخت ہے۔ چنانچہ خلاق دو عالم اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴾

(الکھف : ۵۸)

''اور آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا، رحم کرنے والا ہے، اگر وہ ان کے کرتوتوں پر اِن کا مواخذہ کرتا تو جلد ان پر عذاب بھیج دیتا، بلکہ ان کے عذاب کا ایک وقت مقرر ہے، اس وقت وہ اللہ کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں پائیں گے۔''

عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بے پایاں مغفرت اور رحمت کا ذکر کیا ہے، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخش دیتا ہے جو کوئی توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے، اور اسے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے۔ اور اسے اپنے احسان میں شامل کر لیتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ان کے گناہوں پر گرفت کرے تو ان پر فوراً عذاب بھیج دے مگر وہ حلم والا ہے، وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا، وہ اپنے بندوں کو مہلت دیتا ہے مہمل نہیں چھوڑتا جب کہ گناہوں کے آثار کا واقع ہونا ضروری امر ہے اگرچہ اس میں طویل مدت تک تاخیر ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے فرمایا:

((بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا .))

بلکہ ان کے لیے ایک وعدہ ہے ہرگز نہیں پائیں گے اس سے ورے سرک جانے کی جگہ یعنی ان کے لیے ایک وقت مقرر ہے جس میں انہیں ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی یہ جزا انہیں ضرور ملے گی اور اس جزا و سزا سے بچنے کی ان کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ اس سے بچنے کے لیے کوئی پناہ گاہ ہے نہ کوئی جائے فرار...... اوّلین و آخرین میں یہی سنت الٰہی ہے کہ وہ عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ وہ انہیں توبہ اور انابت کی طرف بلاتا ہے اگر وہ توبہ کر کے رجوع کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دیتا ہے اور ان کو اپنی رحمت کے سائے میں لے کر ان سے عذاب کو ہٹا دیتا ہے۔'' (تفسير السعدى)

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا اور نہایت مہربان ہے، اسی لیے ان کافروں کے کفر و معاصی پر ان کا مواخذہ نہیں کرتا ہے، ورنہ ان کے جیسے جرائم ہیں، ان پر جلد ہی عذاب آ جانا چاہیے تھا اور اس تاخیر عذاب کے سبب ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے اسلام لانے کی توفیق دے دی اور جو اپنے حال پر باقی رہے ان کو ان کے کفر و عناد کے مطابق سزا دینے کا ایک وقت مقرر ہے، جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔'' (تيسير الرحمن)

سیّدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ .)) [1]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت (ڈھیل) دیتا رہتا ہے، حتی کہ جب اسے پکڑیں گے تو پھر نہیں چھوڑیں گے۔''

بقولِ شاعر:

---

[1] صحيح بخاري، كتاب تفسير القرآن، رقم: ٤٦٨٦.

نہ جا اُس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اُس کی دیر گیری سے کہ سخت ہے انتقام اُس کا

ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾ ﴾ (النحل: ٦١)

’’اور اگر اللہ لوگوں کے ظلم کی وجہ سے ان کی گرفت کرتا تو زمین پر کسی چوپائے کو نہ چھوڑتا لیکن وہ تو انھیں ایک وقت مقرر تک کے لیے مہلت دیتا ہے، پس جب ان کا وقت آ جائے گا تو وہ ایک گھڑی بھی نہ پیچھے ہوسکیں گے اور نہ آ گے۔‘‘

ڈاکٹر لقمان سلفی اس آیت کے تحت رقم طراز ہیں:

’’اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا انتہائی کرم، عفوو درگزر اور حلم و بردباری بیان فرمائی ہے کہ اگر وہ لوگوں کا ان کے گناہوں پر مواخذہ کرتا تو زمین پر کسی ذی روح کو باقی نہ چھوڑتا لیکن ان پر رحم کرتے ہوئے موت کے وقت تک انھیں مہلت دیتا ہے تا کہ جو کوئی مغفرت طلب کرے، اُسے معاف کردے اور جو اپنے گناہوں پر اصرار کرے اس کے عذاب میں زیادتی کردے، اور جس کا وقت مقرر آ جائے گا، اُسے ایک لمحہ کی بھی مہلت نہیں دی جائے گی اور نہ وقت مقرر سے پہلے اُسے موت آئے گی۔‘‘ (تیسیر الرحمن)

باب نمبر 36

اللہ تعالیٰ ہی مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہے

اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ (۲۵۹)

(البقرہ: ۲۵۹)

”یا اس آدمی کے حال پر غور نہیں کیا، جو ایک بستی سے گزرا جو اپنی چھتوں سمیت گری پڑی تھی، اس نے کہا کہ اللہ کس طرح اس بستی کو مر جانے کے بعد زندہ کرے گا تو اللہ نے اسے ۱۰۰ سو سال کے لیے مردہ کر دیا پھر اسے اٹھایا، اللہ نے کہا کہ تم کتنی مدت اس حال میں رہے، اس نے کہا کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ اس حال میں رہا ہوں، اللہ نے کہا، بلکہ ۱۰۰ سو سال رہے ہو، پس اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو، وہ خراب نہیں ہوئی ہیں، اور اپنے گدھے کو دیکھو، اور تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیں، اور گدھے کی ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ ہم انہیں کس طرح اٹھا کر ایک دوسرے سے جوڑتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، جب حقیقت اس کے سامنے کھل کر آ گئی تو کہا میں

جانتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں:

”اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت کی ایک عظیم دلیل پیش کی ہے جس کا ہر آدمی یوم قیامت سے پہلے اسی دنیا میں ادراک کرسکتا ہے، اور اس دلیل کا اجراء اللہ تعالیٰ نے جس آدمی کے جسم پر کیا، اس کے بارے میں کئی اقوال ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ وہ عزیز علیہ السلام تھے، کسی نے کہا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے، مجاہد کا قول ہے کہ وہ بنی اسرائیل کا ایک فرد تھا، اور یہی قول اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ واقعہ کے سیاق و اسباق سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آدمی اللہ کی اس قدرت میں شبہ کرتا تھا کہ وہ دوبارہ مردوں کو زندہ کرے گا۔ اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ وہ نبی نہ تھا، بلکہ ایک عام انسان تھا جسے بعث بعد الموت میں شبہ تھا۔

وہ شخص ایک ایسی بستی سے گزرا جو مکمل طور پر تہہ و بالا ہو چکی تھی اور اس کے رہنے والے سبھی لوگ مر چکے تھے۔ اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ان لوگوں کو اللہ کیسے زندہ کرسکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اور دیگر لوگوں کے حال پر رحم کرتے ہوئے اسے ۱۰۰ سو سال کے لیے مردہ بنا دیا، اس کا گدھا بھی مر گیا اور اس کے پاس کھانے پینے کی جو چیزیں تھیں وہ سب علیٰ حالہ باقی رہیں، ان میں کوئی تبدیلی نہ آئی، جب اللہ نے اسے دوبارہ زندہ کیا تو اس سے پوچھا کہ کتنے دن تم اس حال میں باقی رہے؟ تو اس نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم تب اللہ تعالیٰ نے اسے بعض انبیاء کے ذریعے خبر دی کہ وہ ۱۰۰ سو سال مردہ رہا ہے، پھر اللہ نے اس سے کہا کہ تم اپنے کھانے پینے کی چیزیں دیکھو وہ خراب نہیں ہوئی ہیں، اور اپنے گدھے کو دیکھو، اس کے چیتھڑے ہو چکے ہیں، اور اس کی

ہڈیاں سڑ گل گئی ہیں، اس کے بعد اللہ نے اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے گدھے کو زندہ کیا تو وہ بول اٹھا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور یقیناً ہر فرد بشر کو قیامت کے دن زندہ کرے گا۔'' (تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝۲۶۰﴾ (البقرة : ٢٦٠)

'' اور یاد کرو جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے رب! مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے! اللہ نے کہا کہ تم اس پر ایمان نہیں رکھتے، ابراہیم نے کہا: ہاں (اے میرے رب!) لیکن (چاہتا ہوں کہ) میرا دل مطمئن ہو جائے اللہ نے کہا چار پرندے لے کر انہیں اپنے آپ سے مانوس بنا لو، پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر ڈال دو پھر انہیں بلاؤ، وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں، اور جان لو کہ اللہ زبردست اور بڑی حکمت والا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں بعث بعد الموت کی دوسری عظیم دلیل ہے، جس کا اجراء اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کے ہاتھوں کیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے اللہ! میں ان آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کیا اس حقیقت پر تمہارا ایمان نہیں ہے؟ ابراہیم نے کہا اے اللہ! میرا ایمان ہے کہ تو مردوں کو زندہ کرے گا اور انہیں نیکی و بدی کا بدلہ دے گا، لیکن اس حقیقت کے بارے میں عین الیقین کا درجہ حاصل کرنا چاہتا ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی، اور کہا کہ چار چڑیوں کو ذبح کر کے

ایک ساتھ ملا دو، اور انہیں مختلف پہاڑوں پر ڈال دو، پھر انہیں بلاؤ وہ تمہارے پاس اڑتی چلی آئیں گی۔ ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ اور وہ سب اڑتی ہوئی ان کے پاس آ گئیں۔“

جمہور اہل علم کا خیال ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس بارے میں شبہ نہیں تھا کہ اللہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے بلکہ ان کا مقصود یہ تھا کہ قدرت الٰہیہ کا مظاہرہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر مزید سکونِ قلب اور عین الیقین حاصل کریں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی خبر آنکھوں سے دیکھ لینے کی مانند نہیں ہے۔ (مسند احمد) اور یہ جو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ((نَحْنُ اَحَقُّ بِاالشَّكِّ مِن اِبْرَاهِيْمَ)) کہ ”ہم لوگ ابراہیم علیہ السلام کے مقابلے میں شک میں مبتلا ہونے کے زیادہ قریب تھے۔“ (بخاری، مستدرک حاکم) تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ابراہیم علیہ السلام شک میں مبتلا ہوتے تو ہم لوگ اس کے زیادہ قریب تھے، اور جب ہم شبہ نہیں کرتے ہیں تو ابراہیم علیہ السلام کیسے کر سکتے ہیں“؟ (تیسیر الرحمن)

اللہ تعالیٰ نے جابجا قرآن میں مختلف مثالوں کے ذریعے اس امر کو بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴾ (الروم : ۱۹)

”وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے، اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، اور اس طرح تم لوگ بھی اپنی قبروں سے نکالے جاؤ گے۔“

”اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی جانب سے تسبیح و تحمید اور طاعت و بندگی کا مستحق اس لیے ہے کہ اس کی ذات قادر مطلق ہے وہ ہر بات، ہر چیز اور ہر فعل پر بلاشبہ قادر ہے۔ وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے جیسے انسان کو نطفہ سے اور چوزے کو انڈے سے نکالتا ہے، اور نطفہ کو (جس میں بظاہر کوئی جان نہیں ہوتی ہے) انسان سے اور انڈے کو میدان سے نکالتا ہے، اور

وہی خشک اور قحط زدہ زمین کو بارش کے پانی کے ذریعہ زندگی دیتا ہے، اور دیکھتے ہی دیکھتے اس میں پودے لہلہانے لگتے ہیں تو جو ذات برحق تمام چیزوں کی پیدائش اور تمہاری پیدائش پر پہلی بار قادر ہے، وہی تمہیں تمہاری قبروں سے دوبارہ نکالنے پر یقیناً قادر ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ اَوَ لَمۡ یَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰہُ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ فَاِذَا ہُوَ خَصِیۡمٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۷۷﴾ وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلۡقَہٗ ؕ قَالَ مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَ ہِیَ رَمِیۡمٌ ﴿۷۸﴾ قُلۡ یُحۡیِیۡہَا الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَہَاۤ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ؕ وَ ہُوَ بِکُلِّ خَلۡقٍ عَلِیۡمُۨ ﴿۷۹﴾ ﴾

(یٰس : ۷۷۔۷۹)

''کیا انسان غور نہیں کرتا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا ہے، پھر وہ کھلا جھگڑالو بن گیا ہے۔اور ہمارے لیے مثال بیان کرتا ہے، اور اپنی تخلیق کی حقیقت کو بھول گیا ہے۔ کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو گل سڑ جانے کے بعد کون زندہ کرے گا۔ آپ کہہ دیجیے کہ انہیں وہ اللہ زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، اور وہ اپنی تمام مخلوقات کے بارے میں پورا علم رکھتا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے (اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے) کہ عاص بن وائل سہمی ایک گلی سڑی ہڈی لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسے اپنی چٹکی سے مسل کر پھینک دیا، اور کہا اے محمد! کیا اب اسے اللہ دوبارہ زندہ کرے گا؟ تو آپ نے فرمایا ہاں! اسے دوبارہ اٹھائے گا، اور تمہیں بھی وہ موت دے گا پھر زندہ کرے گا پھر جہنم میں داخل کر دے گا، اسی واقعہ کے بعد سورۂ یٰسین کی یہ آخری آیتیں نازل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ انسان کو ایک حقیر نطفہ سے پیدا کرتا ہے پھر اسے بڑا کرتا ہے یہاں

تک کہ وہ بھر پور جوان آمی بن جاتا ہے لیکن وہ اپنے کبروغرور کے نشے میں اپنی حقیقت کو بھول جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک بنانے لگتا ہے اور کہنے لتا ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ مرجانے کے بعد لوگ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جائیں گے حالانکہ اسے سوچنا چاہیے کہ جس قادر مطلق نے اسے پہلی بار ایک نطفہ حقیر سے پیدا کیا ہے۔ وہ یقیناً اس پر قادر ہے کہ اسے دوبارہ پیدا کرے۔'' (تیسیر الرحمن)

ارشاد فرمایا:

﴿ اَ يَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝۳ ﴾ (القیامة : ۳)

''کیا نسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کریں گے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وہی بات بصراحت کہی ہے جس کو ثابت کرنے کے لیے اس نے اس سے پہلی دو آیتوں میں قسم کھائی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا کافر وملحد یہ سمجھتا ہے کہ وہ مرکر گل سڑ جائے گا، اس کا وجود ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا اور ہم اس کی ہڈیاں زمین سے نکال کر انہیں جمع کر کے اسے دوبارہ زندہ نہیں کریں گے؟ یہ اس کی خام خیالی ہے، ہم یقیناً اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی ہڈیوں کو جمع کریں، بلکہ ہم تو اس سے بڑی بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو اونٹ اور گدھے کی کھر کی مانند یکجا کر دیں تاکہ ان سے وہ دقیق و باریک نہ لے سکے جو وہ اپنی انگلیوں کے ذریعہ لیتا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

نیز صحیح بخاری کے اندر موجود ہے کہ سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ لَمَّا اَيِسَ مِنَ الْحَيَاةِ اَوْصَى أَهْلَهُ:

اذَامُتُّ فَاجْمَعُوْا لِیْ حَطَباً کَثِیراً، ثُمَّ أوْرُوْا نَارًا حَتَّی اِذَا اَکَلَتْ لَحْمِیْ وَخَلَصَتْ اِلٰی عَظْمِیْ فَخُذُوْهَا فَاطْحَنُوْهَا فَذَرُّوْنِیْ فِي الْیَمِّ فِيْ یَوْمٍ حَارٍّ ـ اَوْ رَاحٍ فَجَمَعَهُ اللّٰهُ فَقَالَ: لِمَ فَعَلْتَ؟ قَالَ: مِنْ خَشْیَتِكَ فَغَفَرَ لَهٗ)) [1]

''بنی اسرائیل کے ایک شخص کی موت کا وقت جب قریب آیا اور وہ بالکل زندگی سے نا امید ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے لیے بہت سے لکڑیاں جمع کرنا۔ پھر ان سے آگ جلانا، حتیٰ کہ آگ میرے جسم کو راکھ بنا دے، اور صرف ہڈیاں باقی رہ جائیں تو ہڈیوں کو پیس لینا، اور پھر کسی سخت گرمی کے دن میں (یا فرمایا کہ) سخت ہوا کے دن میں مجھ کو سمندر کے اوپر ہوا میں اڑا دینا (لیکن اس کے باوجود بھی)، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے جمع کیا اور پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کہا تھا؟ اس نے کہا کہ تیرے ڈر کی وجہ سے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔''

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُس آدمی کے بکھرے ذرات کو جمع کیا بالکل اُسی طرح مردوں کو بھی دوبارہ زندہ کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۲۸﴾ (لقمان: ۲۸)

''تم سب کو پہلی بار پیدا کرنا اور تم سب کو دوبارہ روز قیامت زندہ کرنا ایک شخص کو پیدا کرنے سے زیادہ نہیں ہے۔ بے شک اللہ بڑا سننے والا، بڑا دیکھنے والا ہے۔''

''مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ابی بن خلف کی تردید میں نازل ہوئی تھی۔ اس نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف مراحل سے گزار کر پیدا کیا

[1] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیآء، رقم: ۳۴۷۹.

ہے اور پوری دنیا کے انسانوں کو صدیوں سے پیدا کیا ہے، پھر تم یہ کیسے کہتے ہو کہ وہ دوبارہ تمام انسانوں کو ایک دن میں پیدا کرے گا، اور ان سے حساب لے گا، اور ہر ایک کو اس کے اچھے یا برے اعمال کا بدلہ دے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ وہ ہر چیز پہ قادر ہے وہ ایک آن میں کلمۂ ''کُن'' کے ذریعہ دوبارہ تمام انسانوں کو پیدا کرے گا، اس کے لیے ایک جان کو پیدا کرنا اور تمام جانوں کو پیدا کرنا برابر ہے، کوئی چیز اس کے ارادے اور فیصلے کے پورا ہونے میں آڑے نہیں آ سکتی۔'' (تیسیر الرحمن)

نیز فرمایا:

﴿الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿٧٨﴾ وَ الَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ ﴿٧٩﴾ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿٨٠﴾ وَ الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿٨١﴾ وَ الَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿٨٢﴾﴾

(الشعراء: ۷۸ ۔ ۸۲)

''جس نے مجھے پیدا کیا ہے پھر وہ میری رہنمائی کرتا ہے، اور جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو ہو وہ مجھے شفا دیتا ہے، اور جو مجھے موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن وہ میرے گناہ معاف کر دے گا۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''ان آیات کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں صرف اس رب العالمین کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا ہے، اور جو دین و دنیا کی ہر بھلائی کی طرف میری رہنمائی کرتا ہے، اور جو مجھے کھلاتا ہے، اور پلاتا ہے یعنی اس نے مجھے ہر بھلائی کی طرف میری رہنمائی کرتا ہے، اور جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے یعنی اس نے مجھے روزی دینے کے لیے تمام آسمانی اور زمینی اسباب مہیا کئے، بادل بھیجا، پانی کو برسایا، زمین کو زندگی دی اور انواع و اقسام کے پھل اور

غذائی مادے پیدا کئے اور پانی کو صاف شفاف اور میٹھا بنایا جسے جانور اور انسان سبھی پیتے ہیں، اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا دینے پر اس کے سوا کوئی قادر نہیں ہوتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ادب کے طور پر بیماری کو اپنی طرف اور شفا کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا، ورنہ معلوم ہے کہ بیماری اور شفا دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔ اس رب العالمین کی صفت یہ بھی ہے کہ وہی تمام انسانوں کو موت دیتا ہے اور قربِ قیامت کے وقت وہ سب کو دوبارہ زندہ کرے گا، اور اسی سے امید کی جاتی ہے کہ قیامت کے دن وہ میرے گناہوں کو معاف کردے گا۔

باب نمبر 37

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝﴾ (آل عمران: ٢٥)

''پس کیسا حال ہوگا ان کا، جب ہم انہیں ایک دن جمع کریں گے جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں، اور ہر آدمی کو اس کے کیئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔''

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہاری اور یہود ونصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے کئی مزدور کام پر لگائے اور کہا، ایک قیراط پر میرا کام صبح سے دوپہر تک کون کرے گا؟ اس پر یہودیوں نے (صبح سے دوپہر تک) اس کا کام کیا۔ پھر اس نے کہا، آدھے دن سے عصر تک ایک قیراط کے عوض میرا کام کون کرے گا؟ تو یہ کام نصاریٰ نے کیا۔ پھر اس نے کہا کہ عصر سے غروب آفتاب تک میرا کام دو قیراط پر کون کرے گا؟ تو تم یعنی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ لوگ ہو کہ جنہوں نے یہ کام کیا اس پر یہود و نصاریٰ نے غصہ کیا، اور کہا: ہم نے کام زیادہ کیا اور مزدوری کم دیئے گئے۔ اس شخص نے کہا، کیا میں نے تمہارے حق میں کوئی کمی کی ہے؟ سب نے کہا: نہیں، تو اس نے کہا: ((فَذٰلِكَ فَضْلِي أُوْتِيهِ مَنْ أَشَاءُ))...... ''یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہوں زیادہ دوں۔'' [1]

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاجارة، رقم: ٢٢٦٨.

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝﴾ (آل عمران : ٣٧)

''تو اس کے رب نے اسے شرف قبولیت بخشا، اور اس کی اچھی نشوونما کی، اور زکریا کو اس کا کفیل بنایا، جب بھی زکریا اس کے پاس محراب میں جاتے، اس کے پاس کھانے کی چیزیں کھاتے، وہ پوچھتے کہ اے مریم! یہ چیزیں کہاں سے تیرے لیے آئی ہیں؟ وہ کہتیں کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔''

''مفسرین نے لکھا ہے کہ جب بھی زکریا علیہ السلام ان کے پاس جاتے تو موسم سرما کا پھل موسم گرما میں اور موسم گرما کا پھل موسم سرما میں پاتے تھے۔ آیت میں اشارہ ہے کہ مریم علیہا السلام دن رات عبادت میں لگی رہتی تھیں، اور محراب سے صرف بشری تقاضوں کے لیے نکلتی تھیں۔

فائدہ :...... آیت میں دلیل ہے کہ اللہ کے دوستوں کے ذریعہ کرامات صادر ہوتی ہیں۔ اس کی تصدیق خبیب بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے جنہیں مکہ مکرمہ میں کافروں نے شہید کر دیا تھا ان کے پاس قید کے زمانے میں انگور کے گچھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) آیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب الجهاد)'' (تیسیر الرحمٰن : ١/١٧٥)

خالقِ ارض وسما نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝﴾ (آل عمران : ٤٠)

''زکریا نے کہا، اے میرے رب! مجھے لڑکا کیسے ہوسکتا ہے جب کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے؟! کہا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"جب زکریا علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ اللہ انہیں بیٹا عطاء کرے گا، تو ظاہری حالات کے پیش نظر تعجب کرنے لگے، اور کہنے لگے کہ اے میرے رب! مجھے لڑکا کیسے ہو گا، میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں، اور میری بیوی بانجھ ہے؟! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اور تمہاری بیوی جس حال میں ہو اسی حال میں لڑکا پیدا ہو گا، اس لیے کہ اللہ کسی ظاہری سبب کا محتاج نہیں، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی، اور اس کے نزدیک کوئی بات بھی بڑی نہیں ہے۔" (تیسیر الرحمن)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق دریافت کیا، تو آپ نے مجھے بتایا:

((اَنَّهٗ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ)) [1]

"یہ عذاب ہے اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اسے بھیج دیتا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نواسہ آپ کے ہاتھوں میں موت کی کشمکش سے دو چار تھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسوں بہہ نکلے۔ یہ دیکھ کر سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! یہ کیا؟ آپ نے فرمایا:

((هٰذِهٖ رَحْمَةٌ يَضَعُهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ)) [2]

"یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ بندوں میں جسے چاہتا ہے اس کے دل میں رکھ دیتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۴۷﴾

(آل عمران: ٤٧)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم: ٣٤٨٤.

[2] صحیح بخاری، کتاب الأیمان والنذور، رقم: ٦٦٠٠.

’’مریم نے کہا، اے میرے رب! مجھے لڑکا کیسے ہوسکتا ہے؟ مجھے تو کسی انسان نے چھوا بھی نہیں ہے۔ کہا، اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب کسی چیز کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اُسے کہتا ہے کہ ’’ہوجا‘‘ تو وہ چیز ہوجاتی ہے۔‘‘

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

’’جب مریم علیہا السلام کو بذریعہ ملائکہ یہ بشارت مل گئی، تو اپنی مناجات میں کہا کہ اے میرے رب! مجھے لڑکا کیسے ہوسکتا ہے؟ میرا نہ تو کوئی شوہر ہے، اور نہ میرا ارادہ شادی کرنے کا ہے، اور نہ ہی میں بدکار عورت ہوں؟ تو فرشتوں نے اللہ کی طرف سے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اللہ کا ایسا ہی فیصلہ ہے کہ بغیر کسی مرد کے ملاپ سے وہ تمہیں بیٹا عطا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی سبب کا محتاج نہیں اور کوئی شے اسے عاجز نہیں کرسکتی۔‘‘ (تسیر الرحمن)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور گفتگو کرتے ہوئے کہا: ((مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ)) ’’جو اللہ تعالیٰ اور آپ چاہیں‘‘ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کیا تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیا ہے‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلکہ تو کہا کر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔‘‘ [1]

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾﴾ (الشوریٰ: ۴۹۔۵۰)

’’آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اللہ کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے یا

---

[1] سنن ابن اجه، کتاب الکفارات، رقم: ۲۱۱۷۔ سلسلة لأحادیث الصحیحة، رقم: ۱۳۹۔ الأدب المفرد، للبخاری، رقم: ۷۸۳.

انہیں لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ وہ بے شک بڑا جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے۔''

آسمانوں اور زمین کا بادشاہ صرف اللہ ہے، اس کی بادشاہت میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے، وہ جیسے چاہتا ہے ویسے کرتا ہے، اور جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، کسی کو بیٹا دیتا ہے، کسی کو بیٹی دیتا ہے، اور کسی کو دونوں دیتا ہے، اور کسی کو بانجھ بنا دیتا ہے یعنی اس کے یہاں اولاد نہیں ہوتی۔ ان تمام رازوں اور بھیدوں کو صرف وہی جانتا ہے اور وہ ہر بات کی قدرت رکھتا ہے۔ اس لیے بندہ کو اللہ کی تقدیر وقسمت پر ہر حال میں راضی رہنا چاہیے، اسی میں اس کے لیے دین ودنیا کی بھلائی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۖ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ①﴾ (التحریر : ۱)

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ کے شان نزول میں دو قسم کی حدیثیں آئی ہیں۔ ایک حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن ان کے گھر میں اپنی لونڈی ماریہ قبطیہ سے مباشرت کر لی۔ اس وقت حفصہ اپنے میکے چلی گئی تھیں۔ واپس آنے کے بعد جب انہیں اس کا اندازہ ہوا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ نے میری باری کے دن تو میرے گھر میں وہ کام کیا ہے جو کسی دوسری بیوی کے ساتھ آپ نے کبھی نہیں کیا، آپ نے کہا، کیا تم یہ پسند نہیں کرو گی کہ میں اب کبھی اس کے قریب نہ جاؤں، حفصہ نے کہا: ہاں۔ تو آپ نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا، اور کہا کہ یہ بات کسی کو نہ بتانا، لیکن حفصہ نے عائشہ کو بتا دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر کر دی اور یہ آیت نازل فرمائی۔

دوسرا واقعہ شہد پینے کا ہے۔ بخاری و مسلم کی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت میں ہے کہ آپ زینب بنت جحش کے پاس دیر تک رہتے اور شہد پیتے تھے، اس لیے عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپس میں طے کیا کہ ہم دونوں میں سے جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آئیں، آپ سے کہے کہ آپ کے منہ سے ''مغافیر'' کی بو آرہی ہے، کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب آپ ان دونوں میں سے ایک کے پاس گئے، تو انہوں نے ویسا ہی کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ نہیں۔ میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے۔ اب میں کبھی نہیں پیوں گا، میں نے قسم کھالی۔ اور تم کسی کو یہ بات نہ بتانا، تو یہ آیت نازل ہوئی۔

امام شوکانی لکھتے ہیں کہ دونوں ہی واقعات صحیح ہیں، اس لیے ممکن ہے کہ یہ آیت دونوں ہی واقعات کے بعد نازل ہوئی ہو، دونوں ہی واقعات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ کے بارے میں اپنی بعض بیویوں سے بات کی، اور کہا کہ وہ کسی دوسرے کو نہ بتائے۔ آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حلال بنایا ہے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اسے کسی کی مرضی کی خاطر اپنے اوپر حرام کرلے۔ آیت میں اس بات کی بھی صراحت کردی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس لغزش کو درگزر فرمایا دیا، ان پر رحم فرمایا، اور مسلمانوں کے لیے ایک شرعی حکم نازل کیا، کہا: اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم کھالے تو اس کا کفارہ کیا ہے جس کی تفصیل سورۃ لمائدہ آیت (۸۹) میں آئی ہے: ''اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا کھلا دتیا ہے اوسط درجے کا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا اس کو پکڑا دینا، ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے اور جس کے پاس مقدور نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم کھالو۔''

اس لیے جو شخص بھی کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرلے گا، چاہے وہ کھانے پینے کی چیز ہو یا کوئی لونڈی ہو یا کسی کام کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھالے گا پھر قسم کو توڑنا چاہے گا۔ اس پر مذکورہ بالا کفارہ واجب ہوگا۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمہارا مولیٰ ہے، دین اور دنیاوی امور میں تمہاری تربیت کرنی چاہتا ہے اور تمہیں بری باتوں سے دور رکھنا چاہتا ہے، اسی لئے اس نے قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب کر دیا ہے، تاکہ تم اس سے بری الذمہ ہو جاؤ۔ اور اللہ بڑا جاننے والا اور بڑی حکمتوں والا ہے، اسی لیے اس نے ایسے احکام واجب کیے ہیں جو تمہارے حالات کے مناسب اور تمہارے لیے مفید ہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

اور سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْجَنَّةِ: اَنْتِ رَحْمَتِىْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِىْ ، وَقَالَ لِلنَّارِ: اِنَّمَا اَنْتِ عَذَابِىْ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِىْ)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے جنت سے کہا، تو میری رحمت ہے میں تیرے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے آگ سے کہا، تو میرا عذاب ہے میں تیرے ذریعے اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں گا عذاب دوں گا۔''

پس اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٨٥.

باب نمبر 38

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا دوست اور مددگار ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ۝۱۰۷﴾ (البقرة: ۱۰۷)

''کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ کے لیے ہے، اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی ولی ہے اور نہ مددگار۔''

اس آیت کریمہ میں فرمایا جارہا ہے کہ آسمان اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ساری مخلوق اس کے زیر اطاعت ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کو بہر حال بجالانا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جو چاہے گا حکم دے گا، اور جس کام سے چاہے گا روکے گا اور جو حکم چاہے گا منسوخ کرے گا اور جو چاہے گا باقی رکھے گا۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! کبھی امارت طلب نہ کرو، کیونکہ اگر یہ تمہارے طلب کرنے پر دی گئی تو تم اس کے حوالے کر دیے جاؤ گے اور اگر بغیر طلب کے تمہیں عطا ہو تو اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے شامل حال ہوگی۔'' [1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: جب تم سوال کرو اللہ تعالیٰ سے کرو، جب مدد طلب کرو، اللہ تعالیٰ سے کرو اور یہ جان لو کہ اگر پوری امت تمہیں کوئی نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو تمہیں کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی، اِلاّ یہ کہ جو اللہ تعالیٰ

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان والنذور، رقم: ۱۶۵۲.

نے لکھ دیا ہے، اور پوری امت تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کے لیے اکٹھی ہو جائے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی، الا یہ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔'' [1]

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ۝۱۷ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَ كَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ۝۱۸ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا نَصْرًا ۚ وَ مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ۝۱۹﴾ (الفرقان: ۱۷-۱۹)

''اور جس دن آپ کا رب انہیں اور اُن معبودوں کو جمع کرے گا، جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے تو وہ (ان معبودوں سے) پوچھے گا، کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا، یا یہ خود ہی راہ سے بھٹک گئے تھے۔ وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! تو تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، ہمارے لیے یہ ہرگز مناسب نہیں تھا کہ ہم تیرے سوا دوسروں کو اپنا دوست بناتے، لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو عیش و آرام کی زندگی دی، یہاں تک کہ یہ تجھے یاد کرنا بھول گئے اور یہ تھے ہی ہلاک ہونے والے لوگ۔ (تو اللہ مشرکوں سے کہے گا) ان معبودوں نے تمہاری بات کو جھٹلا دیا (کہ وہ عبادت کے لائق ہیں) اب نہ تم عذاب کو ٹال سکتے ہو، اور نہ اپنی مدد کر سکتے ہو، اور تم میں سے جو کوئی شرک کرے گا، اسے ہم بڑا عذاب دیں گے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ ان آیات کے تحت رقمطراز ہیں:

---

[1] سنن ترمذی، کتاب صفة القیامة، رقم: ۲۵۱۶۔ مسند احمد ۱/۲۹۳، رقم: ۲۶۶۹۔ علامہ البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب وہ میدان محشر میں مشرکین اور ان کے معبودوں کو اکٹھا کرے گا تو ان معبودوں سے وہ پوچھے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا، یا وہ خود ہی گمراہ ہو گئے تھے؟ تو وہ معبود کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تو تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے جب ہمارے لیے یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا کہ تیرے کسی کو اپنا ولی اور دوست بناتے اور اس کی عبادت کرتے تو پھر یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ ہم نے غیروں کو یہ حکم دیا ہوگا کہ تم لوگ اللہ کے سوا ہمیں ولی بنا لو اور ہماری عبادت کرو۔ بات یہ ہے کہ تو نے انہیں گونا گوں نعمتوں سے نوازا تھا تو ہونا یہ چاہیے تھا کہ وہ تیرا شکر ادا کرتے اور تیرے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے، لیکن نتیجہ الٹا رہا یعنی وہ شہوتوں میں ڈوب گئے، اور تجھے بھول گئے، اور اس طرح ہلاکت و بربادی ان کی قسمت بن گئی۔''

آیت (۱۹) میں انہیں مشرکین کو مخاطب کر کے اللہ نے کہا، جنہیں تم اپنا معبود کہتے تھے اور جن کی عبادت کرتے تھے، انہی معبودوں نے تمہیں جھٹلا دیا، اس لیے اب تم عذاب کو اپنے آپ سے ٹال سکتے ہو اور نہ ہی کوئی تمہاری مدد کے لیے آگے بڑھے گا۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ سنا دیا کہ جو کوئی شرک کا ارتکاب کر کے آپ پر ظلم کرے گا، وہ اسے بہت بڑے عذاب میں مبتلا کرے گا۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَٰتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ ﴾ (الحج : ۳۹)

''جن مومنوں کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے انہیں اب جنگ کی اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ ان پر ظلم ہوتا رہا ہے۔ اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے

پر قادر ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''ترمذی، نسائی اور طبری وغیرہم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکل جانے پر مجبور کر دیئے گئے تو یہ آیت نازل ہوئی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت سنی تو کہا کہ اب جنگ ہو گی۔ مسند احمد کی ایک روایت میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، جہاد سے متعلق یہ پہلی آیت نازل ہوئی تھی۔ مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی تعداد کم اور مشرکین کی تعداد زیادہ تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صبر کی تلقین کرتا رہا۔ ''بیعت العقبہ'' کی رات میں اہل مدینہ کی تعداد اسی (۸۰) سے زیادہ تھی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد اجازت چاہی کہ منیٰ میں موجود مشرکوں کو قتل کر دیں، تو آپ نے فرمایا: مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ ہجرت کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین مدینہ میں جمع ہو گئے اور مہاجرین اور انصار کی مجموعی تعداد سے مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی طاقت وجود میں آ گئی، اور مدینہ ان کی چھاؤنی اور مسلمانوں کا دار اسلام بن گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر کے جہاد کو مشروع کر دیا۔'' (تیسیر الرحمن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد جنگ حنین کے لیے نکلے، اور لڑائی کی تو ((فَنَصَرَ اللّٰهُ دِيْنَهُ وَالْمُسْلِمِيْنَ)) ''اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور مسلمانوں کی نصرت فرمائی۔

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ کرتے تو یہ دعا مانگا کرتے:

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَضُدِيْ وَنَصِيرِيْ بِكَ اَحُولُ، وَبِكَ اَصُولُ، وَبِكَ اُقَاتِلُ)) [1]

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، رقم: ۲٦۳۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''اے اللہ! تو ہی میرا بازو اور میرا مددگار ہے، تیری ہی توفیق سے میں کچھ کرنے کی طاقت رکھتا ہوں تیری مدد سے میں حملہ کرتا ہوں، اور تیرے تعاون سے ہی میں (دشمن سے) لڑتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرمایا:

﴿وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝﴾ (الانعام : ۷۰)

''اور آپ ان لوگوں کو چھوڑ دیجیے جنہوں نے لہو ولعب کو اپنا دین بنا لیا ہے، اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے، اور آپ قرآن کے ذریعہ نصیحت کرتے رہیے کہ کہیں کوئی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاکت وبربادی کی طرف نہ دھکیل دیا جائے، اس کا اللہ کے سوا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، اور اگر وہ ہر قسم کا معاوضہ دے گا تو اس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا، یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاکت کی طرف دھکیل دیئے گئے، ان کے پینے کے لیے کھولتا ہو گرم پانی ہوگا اور ان کے کفر کی وجہ سے انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ کہتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ جو لوگ دین اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں، آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے انہیں تو دنیا کی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے، وہ مطمئن ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں اور ہر سعادت دنیا کی لذتوں میں ہے۔ آپ ان کے

جھٹلانے کی پرواہ نہ کیجیے اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجئے، یہ لوگ بڑے عذاب کی طرف بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ اور اس قرآن کے ذریعہ لوگوں کو خوف دلاتے رہیئے کہ کہیں وہ اپنے برے اعمال کی بدولت روز قیامت ہلاک و برباد نہ کردیئے جائیں، جس دن ان کا اللہ کے سوا نہ کوئی ولی ہوگا جو طاقت کے ذریعہ ان کی مدد کرے، اور نہ کوئی سفارشی جو بذریعہ سفارش اللہ کا عذاب ٹال سکے اور اس دن وہ تمام قسم کے فدیے بھی دینا چاہئیں گے تو قبول نہ ہوگا۔ اللہ کے دین کا مذاق اڑانے والے اپنے برے اعمال اور حرام شہوتوں میں ڈوبے رہنے کی وجہ سے ہلاک کردیے جائیں گے۔ اس دن پینے کے لیے انہیں گرم پانی دیا جائے گا۔ اور ان کے کفر کی وجہ سے نہیں آگ کا دردناک عذاب دیا جائے گا جو آگ ان کے جسموں میں ہمیشہ مشتمل رہے گی (اللہ تعالیٰ ہمارے جسموں پر جہنم کی آگ حرام کردے") (تیسیر الرحمن)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "فلاں شخص کی آل میری دوست نہیں ہے میرے دوست تو اللہ تعالیٰ اور نیک عمل کرنے والے مسلمان ہیں۔" [1]

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۲۱۵.

باب نمبر 39

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے دنیا وآخرت میں کافی ہے

خلاّق دو عالم اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿١٧٣﴾ ﴾

(آل عمران : ١٧٣)

''جن سے لوگوں نے کہا کہ کفار تم سے جنگ کے لیے جمع ہوگئے ہیں، تم اس سے ڈر کر رہو، تو اس خبر نے ان کا ایمان بڑھا دیا، اور انہوں نے کہا کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''سیرت ابن ہشام میں ہے کہ معبد الخزاعی جب ابوسفیان اور اس کی فوج کو مسلمانوں سے مرعوب کرنے کے بعد واپس ہوگئے۔ تو عبد القیس کا ایک قافلہ ابوسفیان کے پاس سے گزرا، اس نے پوچھا کہ تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ کہا مدینہ، پوچھا کس لیے؟ کہا: خوراک حاصل کرنے کے لیے، ابوسفیان نے کہا کہ تم لوگ محمد کو ہمارا ایک پیغام پہنچا دو، اس کے بدلے ہم تمہیں عکاظ کے بازار میں کشمش دیں گے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ کہا کہ جب محمد سے ملاقات ہو تو کہہ دینا کہ ہم نے باقی مسلمانوں کا صفایا، کرنے کے لیے آنے کا فیصلہ کر لیا

ہے۔عبدالقیس کا یہ قافلہ حمراء الأسد میں ہی رسول اللہ ﷺ سے جا ملا، اور ابوسفیان کا پیغام پہنچا دیا، تو اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں نے کہا " حسبنا الله و نعم الوكيل" کہ "اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور بہتر کارساز ہے" اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت میں پہلے (النـاس) سے مراد قافلہ عبدالقیس، اور دوسرے سے مراد ابوسفیان اور اس کا لشکر ہے، اس خبر سے مسلمانوں کا ایمان بڑھ گیا اور اللہ پر اعتماد اور توکل میں اضافہ ہو گیا۔

احادیث میں " حسبنا الله و نعم الوكيل" کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ امام بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ "حسبنا الله و نعم الوكيل" ابرہیم علیہ السلام نے کہا، جب وہ آگ میں ڈالے جانے لگے، اور محمد ﷺ نے کہا جب لوگوں نے کہا کہ مشرکین قریش اپنی پوری قوت مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے جمع کر رہے ہیں۔" (تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ ؕ وَ یُخَوِّفُوۡنَکَ بِالَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ ؕ وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنۡ ہَادٍ ﴿۳۶﴾ وَ مَنۡ یَّہۡدِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنۡ مُّضِلٍّ ؕ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِعَزِیۡزٍ ذِی انۡتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ ﴾ (الزمر: ٣٦-٣٧)

"کیا اللہ اپنے بندے (نبی ﷺ) کے لیے کافی نہیں ہے اور مشرکین آپ کو اللہ کے سوا جھوٹے معبودوں سے ڈراتے ہیں، اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، کیا اللہ زبردست انتقام لینے والا نہیں ہے۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

"اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول اللہ ﷺ کو اطمینان دلایا ہے کہ آپ کا

رب آپ کے لیے یقیناً کافی ہے، اس لیے کفار آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے، اور ان کی سازشیں دھری کی دھری رہ جائیں گی ۔ اور وہ لوگ اپنی غایت جہالت و نادانی میں آپ کو اپنے بتوں سے ڈراتے ہیں، کہتے ہیں کہ وہ بت آپ کو قتل کروا دیں گے یا جنون میں مبتلا کر دیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جس کو گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا جیسے کفار مکہ ہیں ۔ اور جسے اللہ ہدایت دے جیسے آپ ہیں، اسے راہ راست سے کوئی بھٹکا نہیں سکتا ہے۔ اور اللہ بڑا زبردست اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی پوری قدرت رکھتا ہے ۔ اس لیے اگر کفارِ قریش اس کے رسول کی ایذا رسانی اور اپنے کفر و عناد سے باز نہ آئے تو وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے کر رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کفار مکہ میدان بدر میں جس طرح ذلیل و رسوا کیے گئے تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں ۔ اور بالآخر مکہ فتح ہو گیا اور کافروں کی طاقت ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گئی ۔'' (تیسیر الرحمن)

سورۂ زمر میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ قُلْ أَفَرَءَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ﴾ (الزمر: ۳۸)

'' اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے، تو وہ کہیں گے انہیں اللہ نے بنایا ہے، آپ کہہ دیجیے، تمہارا کیا خیال ہے جن معبودوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیے تو کیا وہ جھوٹے معبود اللہ کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر دیں گے، یا وہ مجھے اپنی رحمت سے نوازنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو مجھ سے روک دیں گے، آپ کہہ دیجئے کہ میرے لیے اللہ کافی ہے بھروسہ کرنے والے صرف اسی پر بھروسہ کرتے ہیں ۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں کفار مکہ کی جہالت و نادانی اور ان کی کم عقلی بیان کی گئی ہے کہ آپ جب ان سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ تو فوراً جواب دیں گے کہ اللہ ہے۔ تو پھر وہ لوگ خالق ارض و سماوات کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہیں؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبانی ان سے پوچھا کہ اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف دینی چاہے تم لوگ جن بتوں کی پرستش کرتے ہو کیا وہ میری اس تکلیف کو دور کر دیں گے؟ اور وہ مجھے اپنے فضل و کرم سے نوازنا چاہے تو کیا وہ بت اسے روک دیں گے؟ جواب یقیناً نفی میں ہے، اس لیے کہ ان کے اندر نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت نہیں ہے، اس لیے اے کفارِ قریش! میرا یہ اعلان سن لو کہ میرا اللہ میرے لیے کافی ہے، میں اسی پر بھروسہ کروں گا اور اسی کی عبادت کروں گا، کیونکہ تمام بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اپنے گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه)) [1]

تو اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ تجھے کفایت کی گئی ہے، اور تجھے بچالیا گیا، اور شیطان اس سے الگ ہو جاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۝۵۸﴾ (الفرقان : ۵۸)

''اور آپ ہمیشہ زندہ رہنے والے پر بھروسہ کیجیے جو کبھی نہیں مرے گا، اور اس کی

[1] سنن ترمذی، کتاب الدعوت، رقم: ۳۴۲۶، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

پاکی اور حمد و ثنا بیان کرتے رہیے، اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح باخبر ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ تمام دعوتی اور غیر دعوتی امور میں صرف اللہ پر بھروسہ کیجیے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، ساری مخلوقات مر جائے گی اور وہ اکیلا زندہ رہے گا، اس لیے وہی اس لائق ہے کہ اس پر بھروسہ کیا جائے، اور دعوت الی اللہ کی راہ میں جو تکلیفیں اور صعوبتیں پیش آئیں، انہیں برداشت کرنے اور ثابت قدم رہنے کے لیے اللہ کی تسبیح بیان کیجیے، نماز پڑھیے، اور ذکر الٰہی میں مشغول رہیے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خوب واقف ہے، اس لیے آپ کافروں اور مشرکوں کے کفر و شرک پر نہ کڑھیں، اللہ ان کے ایک ایک گناہ کو گن رہا ہے اور ان کا بدلہ دیر یا سویر انہیں مل کر رہے گا۔'' (تیسیر الرحمن)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ الْتَمَسَ رِضَا اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ)) [1]

''جو شخص لوگوں کی ناراضگی کے باجود اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی ضرورت سے کافی ہو جائے گا۔''

[1] سنن ترمذی، کتاب الزھد، رقم: ٢٤١٤، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

باب نمبر 40

صرف اللہ تعالیٰ سے ہی ڈرنا چاہیے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۳۷ ﴾ (الاحزاب : ۳۷)

''اور جب آپ اُس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ نے احسان کیا، اور آپ نے بھی احسان کیا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو، اور اللہ سے ڈرو، اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا، اور آپ لوگوں سے خائف تھے حالانکہ اللہ زیادہ حقدار تھا کہ آپ اُس سے ڈرتے۔ پس جب زید نے اپنی ضرورت پوری کرلی تو ہم نے اس سے آپ کی شادی کردی، تاکہ مومنوں کے لیے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے اپنی ضرورت پوری کرلیں۔ اور اللہ کے فیصلے کو بہرحال ہونا ہی تھا۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اپنی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں:

''آیت کا مفہوم یہ کہ زید بن حارثہ جنہیں اللہ نے اسلام اور اپنے نبی کی صحبت جیسی نعمتوں سے نوازا، اور جن پر نبی کریم ﷺ نے بھی احسان کیا کہ انہیں آزاد کردیا، ان سے محبت کی، اور اپنی پھوپھی زاد سے ان کی شادی کردی۔

آپ ﷺ ان سے کہتے تھے کہ تم اپنی بیوی کو طلاق مت دو، اور اس کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اس لیے کہ طلاق اس کے لیے عار کا سبب بن جائے گی، اور اسے ذہنی تکلیف ہوگی، اور تم اپنا بھی خیال کرو ایسا نہ ہو کہ اس کے بعد تمہیں اچھی بیوی نہ ملے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے، زینب ہمیشہ زید کو اپنی خاندانی شرافت کا احساس دلاتی تھیں اور کڑوی کسیلی سناتی تھیں۔ اسی لیے زید نے انہیں طلاق دے دینا چاہی تو آپ ﷺ انہیں صبر وضبط کی نصیحت کرتے تھے، حالانکہ آپ بذریعہ وحی اس بات سے خوب واقف تھے کہ طلاق ہوگی اور اللہ کے حکم کے مطابق آپ ﷺ کی زینب سے شادی ہوگی لیکن لوگوں کے اس طعنہ کے ڈر سے کہ محمد نے اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کر لی ہے، زید کو طلاق دینے سے روکتے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کے طعنوں سے ڈرتے ہیں، حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اپ اس سے ڈریں اور اس کے فیصلے کو جلد نافذ ہونے دیں۔

مزید وضاحت کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب زید نے زینب سے شادی کر کے اپنی ضرورت پوری کر لی، تو ہم نے بغیر ولی و گواہان اور بغیر مہر کے آپ کی شادی اس سے کر دی، تاکہ ہمیشہ کے لیے یہ بات واضح ہو جائے کہ منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے ان کے شوہروں کی موت یا طلاق دے دینے کی بعد شادی کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے اور اللہ کے فیصلے کو بہر حال انجام پانا ہی ہے۔''

(تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝۵۲﴾ (النحل: ۵۲)

''اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اُسی کا ہے، اور صرف اُسی کی

اطاعت دائمی طور پر لازم ہے، کیا تم اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرتے ہو۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

”اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہی آسمان وزمین کی ہر چیز کا مالک ہے، اور ہر حال میں اور ہر وقت اسی کی طاعت وبندگی واجب ہے، اور اس کے علاوہ کسی سے ڈرنا اس کی وحدانیت، خالقیت اور رزاقیت پر ایمان لانے کے منافی ہے، نیز فرمایا کہ تم لوگ اللہ کے سوا غیروں سے ڈرتے ہو، حالانکہ تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں وہ تمام کی تمام اللہ کی دی ہوئی ہیں، اور جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی جناب میں گریہ وزاری کرتے ہو، اس لیے کہ تم جانتے ہو کہ اس کے علاوہ کوئی اسے دور نہیں کرسکتا۔ اور تمہارے حال پر رحم کھاتے ہوئے جب وہ اس تکلیف کو دور کردیتا ہے تو تم میں سے کچھ لوگ اس کے ساتھ غیروں کو شریک بنانے لگتے ہیں، اور کہنے لگتے ہیں کہ یہ ہمارے معبودوں کا کرشمہ ہے، انہی کی بدولت ہماری یہ تکلیف دور ہوئی ہے، اور اس طرح وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور کفر وعناد مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی، اور کہا کہ کچھ دنوں کے لیے مزے اڑا لو۔ عنقریب قیامت کے دن تمہیں اپنے انجام اور ٹھکانے کا پتہ چل جائے گا۔“ (تیسیر الرحمن)

نیز فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱتَّقُوا ٱللَّهَ وَٱبْتَغُوٓا إِلَيْهِ ٱلْوَسِيلَةَ وَجَٰهِدُوا فِى سَبِيلِهِۦ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝٣٥ ﴾ (المائدۃ: ۳۵)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور اس تک وسیلہ تلاش کرو، اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

”اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتا

رہا کرو۔

یہاں ''وسیلہ'' سے مراد قربت ہے یعنی اے اہل ایمان! اللہ سے قربت کی کوشش میں رہو۔ ابن عباس، مجاہد، عطاء اور سفیان ثوری وغیرہ ہم نے یہی تفسیر بیان کی ہے، قتادہ نے اس کی مزید توضیح کرتے ہوئے آیت کی تفسیر یوں کی ہے کہ اللہ کی بندگی اور اس کی رضا کے کاموں کے ذریعہ اس سے قربت حاصل کرو۔ ''وسیلہ'' جنت میں اعلیٰ مقام کا نام بھی ہے جو رسول اللہ ﷺ کا مقام اور جنت میں ان کا گھر ہوگا۔ یہ مقام رب العالمین کے عرش سے سب سے قریب ہے۔

امام مسلم نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مؤذن کو اذان دیتے سنو، تو جیسے وہ کہتا ہے ویسے ہی کہو، پھر مجھ پر درود بھیجو، اس لیے کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا، اللہ اس پر دس بار درود بھیجے گا، پھر میرے لیے اللہ سے ''وسیلہ'' مانگو جو جنت میں ایک ایسا مقام ہے جس کا حقدار اللہ کا صرف ایک بندہ ہوگا، اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہوں گا۔ جو شخص میرے لیے اللہ سے وسیلہ کا سوال کرے گا اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الوسیلہ'' میں ''وسیلہ'' کی بہت ہی مفید توضیح کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وسیلہ اور توسّل تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

1۔ واجبات و مستحبات کے ذریعہ اللہ کی قربت حاصل کرنا، جس کا ذکر قرآن کی اس آیت (۵۷) میں آیا ہے، وسیلہ کا یہ معنی فرض ہے اور اس کے بغیر مسلمانوں کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

2۔ نبی کریم ﷺ سے اللہ کے حضور دعا اور شفاعت کروانا، توسّل کا یہ معنی نبی کریم ﷺ کی زندگی میں پایا گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مختلف موقعوں سے آپ سے دعائیں کروائیں، اور قیامت کے دن آپ اپنی امت کے لیے شفاعت کریں گے۔

3۔ نبی کریم ﷺ کی ذات کے ذریعہ توسّل: یعنی اللہ تعالی کو آپ کی ذات کی قسم دلانا

اور ان کی ذات کے ذریعہ سوال کرنا۔ توسّل کی یہ قسم صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہے، نہ آپ کی زندگی میں اور نہ آپ کی وفات کے بعد، نہ آپ کی قبر کے پاس اور نہ کسی اور جگہ، اور نہ یہ چیز صحابہ کرام سے ثابت شدہ دعاؤں میں پائی جاتی ہے۔ بعض ضعیف احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے اور بعض ایسے لوگوں کی رائے ہے، جن کی رائے اسلام میں حجت نہیں۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے توسّل کی اس قسم کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ مخلوق کے توسل سے سوال کرنا جائز نہیں، اور نہ یہ کہنا جائز ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے تیرے انبیاء کے حق کے طفیل میں سوال کرتا ہوں۔

بعض لوگوں نے صحیح بخاری میں عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث کا غلط مفہوم سمجھا ہے، جس کی تفصیل یوں ہے کہ جب مدنیہ میں قحط سالی ہوئی تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ! پہلے جب قحط سالی ہوتی تھی تو ہم تیرے نبی کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو بارش ہوتی تھی! اب ہم تیرے نبی کے چچا کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ توسّل کا مفہوم آپ سے دعا کرانا ہے نہ کہ آپ کی ذات کے ذریعہ وسیلہ حاصل کرنا، یہی وجہ ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے دعا کروائی۔ اگر مقصود آپ کی ذات کے ذریعہ توسل ہوتا تو عباس رضی اللہ عنہ کی ذات کے ذریعہ توسّل کی کوئی ضرورت نہیں تھی، معلوم ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک توسّل کا مطلب دعا کروانا تھا، جو آپ کی وفات کے بعد ناممکن ہو گیا، اس لیے انہوں نے عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کروائی۔"

(تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوٓا أَيْمَٰنَهُمْ وَهَمُّوا۟ بِإِخْرَاجِ ٱلرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَٱللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾ ﴾ (التوبة : ١٣)

''کیا تم ایسے لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور رسول کو شہر بدر کرنے کا ارادہ کر لیا، اور تمہارے ساتھ عہد شکنی کی پہل انہوں نے ہی کی، کیا تم ان سے ڈرتے ہو، اگر تم مومن ہو تو اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرو۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کو بار بار مشرکینِ مکہ کے خلاف جنگ پر ابھارا جا رہا ہے، اور ان کے وہ اوصاف بیان کئے جا رہے ہیں جنہیں سن کر مسلمانوں کا غیظ وغضب بھڑکے اور ان کے خلاف جنگ پر آمادہ ہوں۔ اللہ نے کہا: یہ وہی مشرکین ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے گئے اپنے معاہدے کا پاس نہیں رکھا تھا، اور اپنے حلیف بنی بکر کی خزاعہ کے خلاف مدد کی تھی جو رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے اور جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو شہر سے نکالنے کی ''دار الندوہ'' میں سازش کی تھی حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ لوگ اللہ کے رسول کا احترام کرتے اور آپ کا مقام پہچانتے۔ اور غزوۂ بدر کے موقعہ سے قتال کی ابتدا انہی کی طرف سے ہوئی کہ تجارتی قافلہ کو بچانے کے لیے مکہ سے چلے تھے، اور قافلہ بچ کر نکل بھی گیا لیکن انہوں نے کبر وغرور میں آ کر مسلمانوں سے جنگ کی ٹھانی، اور مقام حدیبہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیے گئے معاہدۂ صلح کو توڑنے میں بھی پہل کی، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی سرکوبی کے لیے مکہ پر چڑھائی کرنی پڑی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان مشرکین سے ڈر کر جہاد فی سبیل اللہ سے پہلو تہی نہ کرو، اگر تم مومن ہو تو میرے عذاب اور میرے جبروت سے ڈرو۔'' (تیسیر الرحمن)

سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰـہ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِلْعَبْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ : مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَیْت

الْـمُنْكَرَ اَنْ لاَ تُغَيِّرَهٗ فَيَقُوْلُ: يَارَبِّ! خَشِيْتُ النَّاسَ ، فَيَقُوْلُ: اِيَّايَ كُنْتُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰى[1]))

''بلاشبہ روز قیامت اللہ تعالیٰ ایک بندے سے کہے گا کہ تو فلاں برائی کو دیکھ کر اسے روکنے سے کیوں باز رہا؟ وہ کہے گا، اے میرے پروردگار! میں لوگوں سے ڈر گیا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کہے گے کہ تجھے تو صرف مجھ سے ہی ڈرنا چاہیے تھا۔ (کیونکہ میں اس کا سب سے زیادہ مستحق ہوں)''

باب نمبر 41

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر مطلق ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (هود: ٤)

''اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز سے سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے:

((لَا اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰــهُ وَحْدَهٗ، لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر)) [1]

اور اللہ تعالیٰ اس چیز پر بھی قادر ہے کہ قیامت کے دن کافر کو چہرے کے بل چلائے، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((اَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهٖ؟ قَالَ: اَلَيْسَ الَّذِيْ اَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟)) [2]

''ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! کافر کو چہرے کے بل کیسے اٹھایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: کیا وہ ذات جس نے اسے دنیا میں دو قدموں پر چلایا ہے روز قیامت اسے چہرے کے بل چلانے پر قادر نہیں (قتادہ نے کہا کہ کیوں نہیں ضرور ہمارے پروردگار کی عزت کی قسم!)''

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الدعوات، رقم: ٦٣٣٠.

[2] صحيح بخاری، كتاب الرقاق، رقم: ٦٥٢٣.

روز قیامت جب اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونے والے آخری شخص سے مخاطب ہو کر اسے جنت میں دنیا اور اس کے برابر جگہ دینے کا اعلان کرے گا تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب! کیا تو مجھ سے مذاق کر رہا ہے، حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی یہ بات سن کر ہنس پڑے گا اور فرمائے گا:

((اِنِّیْ لَا اَسْتَهْزِیُٔ مِنْكَ، وَلٰكِنِّیْ عَلٰی مَا اَشَاءُ قَادِرٌ)) [1]

''بلاشبہ میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا، بلکہ میں جو چاہوں وہی کرنے پر قادر ہوں۔''

اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (الحشر: ۷)

'' اللہ نے اپنے رسول کو دیہات والوں سے جو مال دلوایا، تو وہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے اور رشتہ داروں، اور یتیموں، اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے، تا کہ وہ مال تمہارے مالداروں کے درمیان ہی نہ گھومتا رہ جائے، اور رسول تمہیں جو دیں اسے لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دیں اس سے رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''بعض صحابہ نے چاہا کہ بنی نضیر کے چھوڑے ہوئے اموال دیگر اموال غنیمت کی طرح ان کے درمیان تقسیم کر دیے جائیں حالانکہ وہ اموال غنیمت نہیں تھے، اس لیے کہ اس کے لیے صحابہ کو جنگ نہیں کرنی پڑی تھی، اور نہ دور دراز کا سفر کرنا پڑا تھا، بلکہ صرف دو میل کی مسافت پیدل چل کر بنی نضیر کے محلات تک پہنچ گئے، اور انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا، اور

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ٤٦٣.

اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، اس لیے بغیر کسی مزاحمت کے صرف چند دنوں کے بعد سب کچھ چھوڑ کر وہاں سے کوچ کر گئے۔ ایسے مال کو فقہ اسلامی کی اصطلاح میں ''مال فئ'' کہا جاتا ہے، اور مالِ غنیمت کی طرح تقسیم نہیں کیا جاتا بلکہ نبی کریم ﷺ کو اختیار تھا کہ وہ جسے چاہیں اس میں تصرف کریں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جو ملے اس پر راضی رہنا چاہیے، اور اگر آپ انہیں کچھ نہ بھی دیں تب بھی ان کے فیصلے پر راضی رہنا چاہیے۔ اس میں اموال غنیمت، اموالِ فئی اور دیگر تمام چیزیں داخل ہیں۔ علماء نے اسی آیت سے استدلال کر کے کہا ہے نبی کریم ﷺ کی ہر صحیح حدیث قرآن کے حکم میں داخل ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

آیت (۷) میں آیت (۶) کی تشریح کی گئی ہے۔ اس لیے دونوں کے درمیان حرف عطف استعمال نہیں کیا گیا، اور ''اهل القُرى'' سے مراد بنی نضیر کے یہود ہیں، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ مالدار مزید مالدار بن جائیں، اور فقرا کے صحابہ کی محتاجی دور نہ ہو۔

''كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةًۢ بَيْنَ الْأَغْنِيَآءِ مِنكُمْ'' کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دورِ جاہلیت میں یہ نظام تھا کہ اموالِ غنائم صرف مالداروں میں تقسیم ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ نے رسمِ جاہلی کو توڑنے کے لیے آیت کا یہ حصہ نازل فرمایا، اور بتایا کہ اموالِ غنیمت میں تمام مجاہدین کا حق ہے، اور ''مال فئی'' میں رسول اللہ ﷺ اپنی مرضی کے مطابق تصرف کریں گے۔

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰٓ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ﴾ (الأنعام: ٦٥)

''آپ کہہ دیجیے کہ وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے، یا مختلف ٹولیاں بنا کر تمہیں آپس میں الجھا دے، اور ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کا مزہ چکھا دے، آپ دیکھ لیجیے

کہ ہم اپنی نشانیاں کس طرح مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں، تاکہ انہیں بات سمجھ میں آ جائے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''یعنی اے میرے رسول اللہ! جن مشرکین نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مصیبت سے نجات پانے کے بعد اللہ کے شکر گزار بندے بن جائیں گے لیکن اپنا وعدہ بھول گئے، اور پھر شرک کرنے لگے۔ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اللہ کے عذاب سے امان محسوس کرنے کی کوئی وجہ نہیں، اس لیے کہ وہ تو ہر وقت اور ہر حال میں مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا کرنے پر قادر ہے وہ چاہے گا تو آگ یا پتھروں کی بارش برسا دے گا، یا آسمان کو ہی تمہارے سر پر گرا دے گا، یا چاہے گا تو کوئی طوفان بھیج دے گا یا زمین میں دھنسا دے گا، یا تمہیں مختلف ٹولیوں میں بانٹ دے گا، اور پھر تم آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے رہو گے۔

بخاری نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ((اعوذ بوجهك)) اس کے بعد جب آیت کا یہ حصہ ﴿اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ﴾ نازل ہوا تو آپ نے دوبارہ کہا: (اعوذ بوجهك) پھر جب ﴿اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ﴾ نازل ہوا تو آپ نے کہا: یہ زیادہ آسان ہے۔''

(تیسیر الرحمن)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَ يَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَ يُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۲۴﴾ (الشوری: ۲٤)

''کیا کفار مکہ کہتے ہیں کہ محمد نے، اللہ پر افترا پردازی کی ہے۔ پس اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگا دے، اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے، اور حق کو اپنے

کلام (قرآن) کے ذریعہ راسخ کر دیتا ہے۔ وہ بے شک سینوں میں چھپی باتوں کوخوب جانتا ہے۔‘‘

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

’’مشرکین کہتے ہیں کہ محمد جھوٹا ہے، اللہ نے اسے اپنا نبی نہیں بنایا ہے اور نہ ہی بذریعہ وحی اس پر اپنا قرآن نازل کیا ہے، اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے ان کی اس افترا پردازی کی تردیدیوں کی ہے کہ اگر آپ ہمارے نبی نہ ہوتے اور قرآن ہمارا کلام نہ ہوتا، بلکہ آپ کی افترا پردازی ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ کے دل پر مہر لگا دیتا، نہ کوئی معنی آپ کی سمجھ میں آتا اور نہ کوئی حرف آپ کی زبان سے ادا ہوتا، لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ وحی کا سلسلہ جاری ہے، قرآن نازل ہو رہا ہے، اور دین اسلام کے احکام مدون ہو رہے ہیں۔ یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اللہ آپ سے راضی ہے، اور قرآن ہمارا کلام ہے اور مشرکینِ عرب جھوٹے ہیں۔

آیت کے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بہرحال باطل کی بیخ کنی کر دیتا ہے اور قرآنی آیات کے ذریعہ حق کی جڑوں کو مضبوط کر دیتا ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اس میں بھی مشرکینِ مکہ کی گذشتہ افترا پردازی کی تردید کی گئی ہے کہ اگر قرآن اللہ کا کلام نہ ہوتا تو وہ اسے ضرور مٹا دیتا۔ زمخشری نے لکھا ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کے لیے وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کی افترا پردازیوں کو کامیاب نہیں ہونے دے گا، اور قرآن کریم کے ذریعہ دعوت حق کی جڑوں کو وہ ضرور مضبوط کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت جزیرہ عرب مشرکوں سے پاک ہوگیا اور توحید کا علم ہر طرف لہرانے لگا۔‘‘ (تیسیر الرحمن)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَئِنۡ شِئۡنَا لَنَذۡهَبَنَّ بِالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیۡنَا وَكِیۡلًا ﴿۸۶﴾﴾ (بنی اسرائیل: ۸۶)

''اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ ہم نے آپ پر وحی کی ہے اسے واپس لے لیں، پھر اس کاروائی پر ہمارے خلاف' آپ اپنا کوئی مددگار نہ پائیں گے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ پر قرآن کریم جیسی عظیم ترین نعمت کا احسان جتا رہا ہے جو مومنوں کے ہر درد کا درماں اور مجسمِ رحمت ہے۔ اگر وہ چاہتا تو اسے آپ کے سینے اور صفحہ قرطاس سے مٹا دیتا اور ایک آیت بھی باقی نہ رہتی، اور کوئی ہستی ایسی نہ ہوتی جو اللہ تعالیٰ کو اس سے روک سکتی، لیکن اس کا یہ فضل وکرم ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا ہے بلکہ وہ قربِ قیامت تک اس کی حفاظت فرمائے گا اور آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت پر دلیل و حجت بنا کر اِسے باقی رکھے گا۔ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا صرف یہی فضل وکرم نہیں ہے، بلکہ اس کے احسانات آپ پر بے شمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الانبیاء بنایا، آسمان کی زیارت کرائی، معراج کی رات بیت المقدس میں آپ نے انبیاء کی امامت کرائی، اور قیامت کے دن اللہ آپ کو شفاعت عظمیٰ کی اجازت دے گا۔'' (تیسیر الرحمن)

باب نمبر 42

اللہ تعالیٰ کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا

اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ۝﴾

(الأنفال : ٥٩)

''اور اہل کفر یہ نہ سمجھیں کہ وہ اللہ کی رسائی سے باہر نکل گئے ہیں، وہ اللہ کو کبھی بھی عاجز نہیں بنا سکتے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہاں وہ کفارِ قریش مراد ہیں جو میدان بدر سے جان بچا کر نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے کہ وہ ہرگز نہ سمجھیں کہ اللہ کی گرفت سے نکل گئے ہیں، اللہ کی گرفت سے کون نکل سکتا ہے، اسے کون عاجز بنا سکتا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَن يَسْبِقُونَا ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝﴾ (العنکبوت : ٤)

''یا جو لوگ برائیاں کرتے ہیں وہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ ہماری گرفت سے آگے بڑھ جائیں گے، کتنا برا حکم لگاتے ہیں وہ لوگ۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''مومنوں کا ان کے ایمان کے مراتب و درجات کے مطابق امتحان ہوگا، اور جو لوگ اس امتحان میں کامیاب رہیں گے، ان کا مقام جنت ہوگا، اور جو لوگ اس

دنیا میں کفر و معاصی کی زندگی اختیار کریں گے وہ اس خام خیالی میں نہ مبتلا ہوں کہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ کر نکل جائیں گے، اللہ برحق ان کی بداعمانیوں کی انہیں سزا دینے پر پوری طرح قادر ہے، اور وہ عذاب جہنم ہوگا جس سے سخت عذاب کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

نیز فرمایا:

﴿وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴾ (العنبکوت : ۲۲)

''اور تم اللہ کو نہ زمین میں ہرا سکتے ہو اور نہ آسمان میں، اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی یار و مددگار نہیں ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اے انسانو! تم اللہ کو کسی حال میں عاجز نہیں کرسکو گے، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں! جہاں کہیں بھی تم ہوگے وہ تمہیں دوبارہ زندہ کر کے میدان محشر میں جمع کرے گا، اور اس کے سوا تم اپنا کوئی یار و مددگار نہیں پاؤ گے۔'' (تیسیر الرحمن)

سورۂ احقاف میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾

(الأحقاف : ۳۲)

''اور جو کوئی اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول کرے گا، تو وہ زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کرسکتا، اور اللہ کے سوا اس کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوگا، وہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔''

ڈاکٹر لقمانی سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ جنوں میں اپنا کلام جاری رکھتے ہوئے اپنی قوم سے کہا: لوگو! جو شخص نبی کریم ﷺ کی دعوتِ توحید کو قبول نہیں کرے گا اور ان پر اور قرآن پر ایمان نہیں لائے گا، وہ اللہ سے بھاگ کر کہاں جائے گا، زمین کا ایک ایک حصہ اس کے زیر تصرف اور زیر حراست ہے۔ اس کی گرفت سے کون بچ سکتا ہے، اور اس کے مقابلے میں کون ایسے شخص کی مدد کر سکتا ہے جو لوگ نبی کریم ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے وہ کھلی گمراہی میں پڑ جائیں گے اور کبھی راہ راست پر نہیں آئیں گے۔''

قرآن دوسری جگہ اِس تصور کو یوں بیان کرتا ہے:

﴿أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِن شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿٤٤﴾﴾ (فاطر: ٤٤)

''کیا یہ لوگ زمین میں چل پھر کر دیکھتے نہیں کہ ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں حالانکہ وہ لوگ ان سے زیادہ طاقتور تھے، اور آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اسے عاجز بنا دے۔ وہ تو بے شک بڑا علم والا، بڑی قدرت والا ہے۔''

''اس آیت کریمہ میں کفارِ مکہ کو غور وفکر کی دعوت دی جا رہی ہے کہ ہر عقلمند انسان اپنے جیسے دوسرے انسان کی حالت دیکھ کر عبرت ونصیحت حاصل کرتا ہے کہا اگر میں نے بھی اسی جیسا کلام کیا تو ایسے ہی انجام سے دوچار ہوں گا اس لیے کفارِ مکہ سے ازراہِ ہمدردی کہا جا رہا ہے کہ کیا انہوں نے زمین میں گھوم پھر کر ان قوموں کا انجام نہیں دیکھا ہے جو ان سے پہلے

ان کے قرب وجوار میں رہتی تھیں، اور ان سے زیادہ قوت کی مالک تھیں لیکن جب انہوں نے اللہ سے سرکشی کی تو اس نے انہیں ہلاک کر دیا، اور انہیں کوئی نہیں بچا سکا۔ اس لیے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ کو عاجز بنا سکے، اور اس سے راہ فرار اختیار کر لے نبی کریم ﷺ کی ایک مسنون دعا میں آیا ہے: " ولا ملجأ ومنجأ منك الا اليك۔" "میرے رب تجھ سے بھاگ کر تیری ہی جناب میں پناہ ونجات مل سکتی ہے۔"

(بخاری، مسلم، ابوداؤد) (تیسیر الرحمان، ص: ۱۲۳۵)

باب نمبر 43

اللہ تعالیٰ کے ''کُنْ'' کہنے سے ہر چیز وقوع پذیر ہو جاتی ہے

﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۱۱۷﴾ (البقرة : ١١٧)

''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا (بغیر نمونہ دیکھے) پیدا کرنے والا ہے اور وہ جب کسی چیز (کو وجود میں لانے) کا فیصلہ کر لیتا ہے، تو کہہ دیتا ہے کہ ہو جاؤ وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''﴿بدیع السموت والارض﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو بغیر کسی سابق مثال کے پیدا کیا ہے جس طرح اس نے مسیح علیہ السلام کو بغیر باپ کے کلمہ ''کُنْ'' سے پیدا کیا۔ لفظ ''بدعت'' اسی سے مأخوذ ہے۔ ہر وہ بات جو اسلام میں نئی پیدا کی جائے اور جس کی تائید قرآن وسنت سے نہ ملے اسے بدعت کہا جاتا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے ((كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَة)) ''کہ اسلام میں ہر نئی بات بدعت ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت اور عظیم بادشاہی کی خبر دی ہے کہ جب وہ کسی چیز کے ہو جانے کا فیصلہ کرتا ہے ''کُنْ'' یعنی ہو جا کہتا ہے، اور وہ چیز اللہ کے ارادے کے مطابق وجود میں آ جاتی ہے۔ کوئی شے وجود میں آنے سے نافرمانی نہیں کر سکتی۔'' (تیسیر الرحمن)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَآ أَرَدْنَٰهُ أَن نَّقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٤٠﴾﴾

(النحل : ٤٠)

''جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو اس سے صرف یہ کہتے ہیں کہ ہو جا، پس وہ چیز ہو جاتی ہے۔''

''اس آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ ہو جا کہتا ہے، اور وہ چیز ممکن نہیں کہ کوئی شے اللہ کے اس قول کے بعد وجود میں نہ آئے اور لوگوں کا دوبارہ زندہ کیا جانا اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا قدرت سے خارج نہیں ہے، اس لیے ممکن نہیں کہ اللہ چاہے اور مردے دوبارہ زندہ نہ ہوں۔ باللہ التوفیق۔''

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَآ أَمْرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٨٢﴾﴾

(یٰس : ٨٢)

''اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے ''ہو جا'' اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔''

''بعث بعد الموت'' کی ایک تیسری دلیل آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہے یعنی جو ذات واحد عظیم آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر قادر ہے، وہ یقیناً کمزور اور صغرا لحجم انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ تو جو لفظِ ''کُن'' سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ ذات واحد جو ہر چیز کا مالک ہے، اور جس چیز میں چاہتا ہے اپنی مرضی و ارادے کے مطابق تصرف کرتا ہے، وہ ہر عیب و نقص سے پاک ہے ہر خوبی اور اچھائی کے ساتھ متصف ہے۔

باب نمبر 44

اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کو اجر وثواب دیتا ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٤٠﴾ ﴾ (النساء : ٤٠)

''بے شک اللہ ایک ذرہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا ہے، اور اگر کوئی نیکی ہوتی ہے تو اسے کئی گنا بڑھاتا ہے، اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا کرتا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبر دی ہے کہ وہ قیامت کے دن حساب کے وقت کسی پر ایک ذرہ کے برابر بھی ظلم نہ کرے گا بلکہ ایک نیکی کو کئی گنا بڑھائے گا، اور ایسے لوگوں کو اپنے پاس سے بھی اجر عظیم دے گا۔''

صحیحین میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثِ شفاعت میں روایت کی ہے کہ اللہ کہے گا ہو جاؤ جس کے دل میں ایک رائی کے دانے برابر بھی ایمان ملے اسے آگ سے نکال دو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس کے دل ایمان کا ادنیٰ ترین ذرہ بھی ہو جہنم سے نکال دو، چنانچہ بہت سے لوگ جہنم سے نکل جائیں گے۔ ابو سعید نے کہا کہ چاہو تو قرآن کی یہ آیت ﴿ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ ﴾ پڑھو، لیکن کافروں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں مل جائے گا، آخرت میں اس کی کوئی نیکی ان کے کام نہیں آئے گی۔''

(مسلم، ابو داؤد طیالسی ، تیسیر الرحمن)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا ، كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً ، وَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ عَشْرًا اِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ إِلٰى أَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ .))

''جو شخص کسی نیک کام کا ارادہ کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے (ارادے کی وجہ سے ہی) اس کے لیے اپنے پاس ایک مکمل نیکی لکھ لیتا ہے۔ اور اگر وہ اس پر عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس سے سات سو گنا تک (حسب خلوص ونیت) نیکیاں لکھ لیتا ہے۔'' ❶

سیّدنا مالک بن صعصعۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت میں ہے کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کرا دیا تھا کہ ((وَاَجْزِی الْحَسَنَةَ عَشْرًا))''اور میں ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دوں گا۔'' ❷

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ((اَلصِّيَامُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ)) روزہ میرے لیے ہے (اس لیے) میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔'' ❸

نیز فرمایا:

﴿إِن تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٧﴾﴾ (التغابن: ١٧)

''اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے تو وہ اسے تمہارے لیے کئی گنا بڑھا دے گا، اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ بڑا قدر دان، بڑا بردبار ہے۔''

---

❶ مسند احمد، رقم: ٢٥١٩ ـ مسند أبو عوانه: ١/ ٨٤ـ٨٥ـ شیخ شعیب نے اسے ''صحیح علی شرط مسلم'' قرار دیا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، رقم: ٣٢٠٧.

❸ صحیح بخاری، کتاب الصوم باب فضل الصوم، رقم: ١٨٩٤.

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی مزید ترغیب دلاتے ہوئے لوگوں سے کہا گیا کہ تم اس کی راہ میں جو حلال مال بھی خرچ کرو گے گویا اسے قرض دو گے جسے کئی گنا بڑھا کر تمہیں لوٹا دیا جائے گا، اور مزید برآں تمہارے گناہ بھی معاف کر دیے جائیں گے۔ اس لیے کہ وہ ''شکور'' ہے اپنے بندے کے تھوڑے عمل کے عوض اجرِ کثیر دیتا ہے، اور وہ ''حلیم'' ہے گناہوں پر جلد مواخذہ نہیں کرتا، بلکہ توبہ کی مہلت دیتا ہے، اور غائب وحاضر تمام اعمال کی خبر رکھتا ہے، اس لیے کوئی عمل خیر اس کے نزدیک ضائع نہیں ہوتا۔ اور وہ بڑا ہی زبردست اور بڑی حکمتوں والا ہے، اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، اور اس کے تمام اوامر ونواہی حکمتوں سے پُر ہیں جنہیں وہی جانتا ہے۔'' (تیسیر الرحمٰن)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی نے ایک کتا دیکھا جو سخت پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی کھا رہا تھا، تو اس نے اپنا موزہ پکڑا اور اس سے پانی بھر کر اسے پلانے لگا حتیٰ کہ اسے سیراب کر دیا ((فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ ، فَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ)) ''اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کام کی قدر کی، اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔'' [1]

سورۂ شوریٰ میں ایمان اور عمل صالح کی دولت سے بہرہ یاب لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَ هُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝۲۲ ﴾ (الشوریٰ : ۲۲)

'' اے میرے نبی! آپ اس دن ظالموں کو اپنے کرتوتوں کی بدولت خائف دیکھیں گے اور اس کا وبال ان پر آ کر رہے گا ، اور جو لوگ ایمان لائے

[1] صحیح بخاری، کتاب الوضوء، رقم: ۱۷۳۱.

اورانہوں نے عمل کیا، وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے، یہ لوگ جو چاہیں گے ان کے رب کے پاس انہیں ملے گا، یہی اللہ کا بڑا فضل ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں میدانِ محشر کا ایک منظر بیان کیا جارہا ہے کہ دنیا میں شرک ومعاصی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے لوگ اس دن اپنی بداعمالیوں کو یاد کرکے اپنے برے انجام سے شدید خائف ہوں گے، کیونکہ اس وقت انہیں یقین ہو جائے گا کہ اب عذاب نار سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

اور جنہوں نے دنیا میں رب العالمین کی ربوبیت کا اقرار کر لیا ہوگا، اسلام کو بحیثیت دین، اور محمد ﷺ کو بحیثیت نبی تسلیم کر لیا ہوگا، اور اپنی زندگی عمل صالح کے ساتھ گزاری ہوگی، ان کا مقام خوبصورت ترین جنتیں ہوں گی جن میں ان کے رب کی طرف سے ان کی مرضی کی ہر چیز ملے گی، اور اہل جنت پر اللہ کا یہ بڑا فضل وکرم ہوگا۔'' (تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۴﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

''اور محمد صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت سے انبیاء گذر چکے ہیں تو کیا اگر وہ مر جائیں گے یا قتل کر دیئے جائیں گے تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے، اور کوئی الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نہیں نقصان نہ کرے گا۔ اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔''

غزوات کے مورخین نے لکھا ہے کہ جب کچھ مسلمان میدان احد سے شکست کھا کر

بھاگ پڑے تو عبداللہ بن قمیۂ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنیکی غرض سے آگے بڑھا، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کا جھنڈا لیے وہیں موجود تھے۔ انہوں نے آپ کی طرف سے دفاع کرنا چاہا تو ابن قمیۂ نے انہیں قتل کر دیا، اور کہنا شروع کر دیا کہ میں نے محمد کو قتل کر دیا۔ شیطان بھی چیخ پڑا کہ محمد قتل ہو گیا۔ جب بہت سے مسلمانوں کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو جنگ کرنا بند کر دی، اور تھرا کر بیٹھ گئے۔ بعض نے کہا کہ کاش کوئی آدمی ہمارے لیے ابو سفیان سے امان مانگ لیتا۔ بعض منافقین نے کہا کہ اگر محمد نبی ہوتا تو قتل نہ ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرما کر اس ذہنیت کی تردید کی، اور کہا کہ محمد (ﷺ) تو ایک نبی ہے۔ ان سے پہلے بھی اللہ کے بہت سے انبیاء ورسل گزر چکے ہیں، تو کیا اگر وہ مر جائیں گے یا قتل کر دیئے جائیں گے تو تم لوگ اللہ کے دین سے پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو کہ جو شخص دین اسلام سے صرف اس وجہ سے پھر جائے گا تو وہ صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچائے گا، کیونکہ دین تو اللہ کا ہے اور عبادت اللہ کی کرنی ہے، وہ تو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، کسی نبی یا رسول کی موت یا قتل سے اللہ کا دین دنیا سے اٹھ نہیں جاتا، اسی لیے انس بن مالک کے چچا (انس بن نضر) نے جب صحابہ کا یہ حال دیکھا کہ اے لوگو! اگر محمد قتل کر دیئے گئے تو محمد کا رب زندہ ہے، وہ کبھی نہیں مرے گا، اور تم رسول اللہ ﷺ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے، آؤ جس مقصد کے لیے محمد ﷺ نے جنگ کی، اسی کے لیے تم بھی جنگ کرو اور جس کی خاطر محمد ﷺ نے جان دے دی تم بھی جان دے دو، پھر کہا اے اللہ! یہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں اسکے لیے معافی مانگتا ہوں اور اپنی برات کا اظہار کرتا ہوں، پھر اپنی تلوار کھینچ کر جنگ کرنی شروع کر دی یہاں تک کہ قتل کر دیئے گئے۔ رضی اللہ عنہ [1]

بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کی تلاوت کی، اور ان کی تلاوت سن کر تمام صحابہ نے تلاوت کرنی شروع کر دی اور عمر رضی اللہ عنہ تھر اکر بیٹھ گئے اور انہیں ایسا معلوم ہوا کہ جیسے یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے۔" (تیسیر الرحمن ۱/ ۲۱۱)

[1] دیکھیے: صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب: ۱۲.

باب نمبر 45

ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴾ (النحل : ٥٣)

''اور تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں اسی اللہ کی جانب سے ہیں، پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرتے ہو۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں وہ تمام کی تمام اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں، اور جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی جناب میں گریہ وزاری کرتے ہو۔

ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴾ (لقمان : ٢٠)

''کیا تم لوگ دیکھتے نہیں کہ اللہ نے تمہارے لیے تمام چیزوں کو مسخر کر رکھا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، اور اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر تمام کر دی ہیں۔ اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم بغیر دلیل اور بغیر کسی روشنی دینے والی کتاب کے جھگڑتے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں:

''لقمان کی نصیحتوں میں سب سے پہلی نصیحت شرک باللہ کا انکار تھا جو مخلوق کا اپنے خالق کے خلاف بغاوت کے مترادف ہے، اسی لیے ان نصیحتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر توحید و شرک کی بات چھیڑ دی ہے، اور مشرکینِ مکہ کے لیے اپنی گونا گوں نعمتوں کا ذکر کر کے انہیں شرک سے توبہ کرنے اور صرف اپنی عبادت کی دعوت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے مشرکین مکہ! کیا رات دن تمہارے مشاہدے میں یہ بات نہیں آتی کہ تمہارے فائدے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو مسخر کر دیا ہے جو آسمان میں ہیں، جیسے آفتاب و مہتاب، ستارے اور بارش ، اور جو زمین میں ہیں جیسے درخت نہر، پہاڑ ،سمندر، حیوانات اور معدنیات وغیرہ اور اس نے اپنی نعمتوں کو تم پر تمام کر دیا ہے، چاہے وہ ظاہری ہوں، جیسے اچھی شکل وصورت اور مناسب اعضائے جسمانی ، اور چاہے وہ باطنی ہوں، جیسے عقل و ادارک ،علم و معرفت اور دیگر بے شمار نعمتیں جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا ،لیکن صد حیف کہ ان تمام دلائل و براہین کے باوجود اللہ کی وَحدانیت اور اس کے بلاشریک معبود ہونے کے بارے میں بغیر کسی نقلی یا عقلی دلیل کے اور بغیر کسی آسمانی وحی کے صرف کبر وعناد کی بنیاد پر جھگڑتے ہو۔'' (تیسیر الرحمن)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلۡإِنسَٰنُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ ٱلۡكَرِيمِ ۝٦ ٱلَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّىٰكَ فَعَدَلَكَ ۝٧ فِيٓ أَيِّ صُورَةٖ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝٨﴾

(الانفطار: ٦ تا ٨)

''اے انسان! تجھے تیرے رب کریم سے کس چیز نے بہکا دیا جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے درست بنایا، پھر تجھے معتدل انسان بنایا اس نے جس شکل میں چاہا تیرے جسم کی ترکیب کی۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ ان آیات کے تحت رقمطراز ہیں:

''یہاں خطاب ان تمام کافر و فاسق انسانوں سے ہے جو دنیا میں معصیت کی زندگی گزارتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے انسان! تجھے کسی چیز نے دھوکے میں ڈال دیا ہے کہ تو اپنی فطرت سے منحرف ہو گیا ہے، اور اپنے اس رب کی نافرمانی کر رہا ہے جو عظیم وجلیل اور کامل وقادر ہے اور جس نے تم پر یہ احسان کیا ہے کہ تمہیں کامل الخلقت انسان بنایا ہے، عقل وحواس اور اپنی گونا گوں نعمتوں سے نوازا ہے ۔تم کچھ بھی نہیں تھے تو اس نے تمہیں ایک نطفۂ حقیر سے پیدا کیا، ایک مکمل آدمی بنایا کان، آنکھ اور عقل جیسی نعمت دی، ہاتھ اور پاؤں دیئے، سینے میں دھڑکتا ہوا دل دیا، اور ہر طرح سے ایک مکمل آدمی بنایا، اور اس کا کمال قدرت دیکھو کہ اس نے تم میں سے کسی کو گورا کسی کو کالا بنایا، کسی کو لمبا اور کسی کو ناٹا بنایا، اور پھر تم میں سے کسی کو مذکر اور کسی کو مؤنث بنایا، یہ سب اس کی قدرت کی کاری گری اور اس کی کمالِ صناعی ہے، جس کا تقاضا ہے کہ تم اپنے رب کی نافرمانی نہ کرو، ہر دم اسی کی بندگی میں لگے رہو۔ اور کسی حال میں بھی اس کے احکام سے سرتابی نہ کرو۔'' (تیسیر الرحمن:۲/ ۱۷۰۹)

باب نمبر 46

اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے

پروردگار عالم اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝۳۵ ﴾ (المؤمن: ۳۵)

''یعنی ان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے جو بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں، بہت ہی قابل نفرت ہے یہ بات اللہ کے نزدیک، اور اہل ایمان کے نزدیک۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تکبر کرنے والے سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی لکھتے ہیں:

''مرد مومن نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے کہا کہ جو لوگ حق کی آواز کو دبانے کے لیے شیطانی ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے بغیر کسی حجت و برہان کے اس کی آیتوں میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں، تاکہ لوگ ایمان نہ لائیں ان کا یہ کردار اللہ اور اس کے مومن بندوں کی نظر میں بہت ہی زیادہ مبغوض ہے۔ اور ایسے لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے، ان سے نورِ بصیرت چھین لیتا ہے پھر وہ حق و باطل کی تمیز سے محروم ہو جاتے

ہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِيْئَةً ، نُكِتَتْ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَإِنْ هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ صُقِلَ قَلْبُهُ ، وَإِنْ عَادَ زِيْدَ فِيْهَا حَتّٰى تَعْلُوَ عَلَى قَلْبِهِ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ .))

''بندۂ مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے، اگر وہ توبہ کرے اور اس گناہ سے باز آ جائے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے، اور اگر وہ مزید گناہ کرنے لگا جائے تو سیاہی میں بھی اضافہ ہونے لگتا ہے حتیٰ کہ اس کا سارا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) ذکر کیا ہے ''ہرگز نہیں ! بلکہ ان کے گناہوں کے باعث ان کے دل زنگ آلود ہیں۔'' [1]

سیّدنا ابومعبد الضمری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ تَرَكَ الْجُمْعَةَ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ .)) [2]

''جس نے سستی کرتے ہوئے جمعہ چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ اُس کے دل پر مہر لگا دے گا۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ أَبْصَارِهِمْ وَ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ (النحل : ١٠٨)

'' یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے، اور انہی پر غفلت طاری ہے۔''

---

[1] سنن ترمذی ، ابواب التفسیر ، رقم: ٣٣٣٤ ۔ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ١٦٧٠ .

[2] صحیح ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ١٠٥٢ ۔ سنن دارمی، رقم: ١٠٧١ .

نیز فرمایا:

﴿اَوَ لَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝١٠٠ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ۝١٠١﴾ (الأعراف: ١٠٠، ١٠١)

’’جو لوگ مِلک والوں کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اس کے وارث بن جاتے ہیں، کیا یہ بات ان کی اس طرف رہنمائی نہیں کرتی کہ اگر ہم چاہتے تو ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں پکڑ لیتے، اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے پھر وہ خیر کی کوئی بات سنتے ہی نہیں۔ ہم آپ کو ان بستیوں کی بعض خبریں سناتے ہیں، اور ان کے پاس ان کے انبیاء کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے لیکن جن باتوں کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے ان پر ایمان لانے والے نہ تھے۔ اللہ اسی طرح کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔‘‘

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

’’اس آیت کریمہ (١٠٠) میں بنی نوع انسان کے لیے ایک بڑی تنبیہ ہے کہ اس دنیا میں اللہ کے عذاب سے ہمیشہ ڈرتے ہوئے رہنا چاہیے، اور ان قوموں کے انجامِ بد سے عبرت حاصل کرنا چاہیے جو پہلے گزر چکی ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں گرفت میں لے لیا اسی طرح ممکن ہے ان لوگوں کو بھی اللہ ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لے، اور ان کے دلوں پر مہر لگا دے جو ان ہلاک کی گئی قوموں کے بعد آئے ہیں، اور اسی سرزمین پر انہی کی طرح گناہ بھی کر رہے ہیں جس پر گذشتہ قومیں آباد تھیں۔

آیت (١٠١) میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہا ہے کہ ہم

نے ابھی آپ کو پانچ انبیائے کرام اور ان کی امتوں کے واقعات اور ان کے انجام ہائے بد سنائے ہیں تاکہ آپ کی قوم عبرت حاصل کرے، اور ایمان لے آئے، اور تاکہ آپ کی تسلی ہو کہ مشرکین کی جانب سے آپ کو جو تکلیف پہنچ رہی ہے، وہ آپ ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ گذشتہ زمانوں میں دیگر انبیاء کو بھی ایسی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ ''(تیسیر الرحمن)

سورۂ یونس میں ارشاد فرمایا:

﴿ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ ﴾ (یونس: ۷٤)

'' پھر ہم نے ان کے بعد بہت سے رسولوں کو ان کی قوموں کے پاس بھیجا جو ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے، لیکن وہ ایسے نہیں تھے کہ جس چیز کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان لے آتے۔ ہم حد سے تجاوز کرنے والوں کے دلوں پر اسی طرح مہر لگا دیتے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

'' اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بعد ہود، صالح، ابراہیم، لوط اور شعیب علیہم السلام کو ان کی قوموں کی طرف معجزے اور شریعتیں دے کر مبعوث کیا، لیکن چونکہ کفار کی فطرت میں کجی تھی اور حق و صداقت کو جھٹلانا ان کی دیرینہ عادت تھی، اسی لیے جب اللہ تعالیٰ نے خاص طور سے ان میں سے ہر ایک کے لیے نبی بھیجا تو انہوں نے اس کی تکذیب کر دی۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والوں کے دلوں پر اسی طرح مہر لگا دیتے ہیں یعنی بندہ جب گناہ کرتا ہے، اور توبہ نہیں کرتا ہے تو گناہ کرنا اس کی طبعیت ثانیہ بن جاتی ہے، اور اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے، پھر اسے ایمان و عمل صالح کی توفیق نہیں ہوتی

اور اس کے دل میں خیر وشر کی تمیز باقی نہیں رہتی۔'' (تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝۴۶﴾ (الأنعام: ٤٦)

''آپ پوچھئے تمہارا کیا حال ہے اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے، اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے جو وہ چیزیں تمہیں دوبارہ عطا کردے۔ آپ دیکھ لیجئے کہ ہم نشانیوں کو کس طرح مختلف انداز میں پیش کرتے ہیں لیکن وہ پھر بھی اعراض سے ہی کام لیتے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''مشرکینِ مکہ کو نئے انداز میں زجر وتوبیخ کی جارہی ہے، اور ان کے مشرکانہ اعمال کے فساد کو بیان کیا جارہا ہے کہ اے میرے رسول اللہ! آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھ لے لے، اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو کیا اللہ کے سوا کوئی ہے جو انہیں دوبارہ لوٹا دے۔

آیت میں مذکورہ تین اعضاء جسمِ انسانی کے اشرف اعضاء ہیں جب وہ بے کار ہوجاتے ہیں تو جسمِ انسانی کا نظام مختل ہوجاتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہی تینوں کا ذکر کیا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ آپ دیکھ لیجئے کہ کس طرح ہم نشانیوں کو مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں لیکن مشرکین انہیں دیکھنے کے باوجود اعراض کرتے ہیں اور حسد وعناد اور کبر وغرور کی وجہ سے ان میں غور نہیں کرتے۔''

(تیسیر الرحمن)

باب نمبر 47

صرف اللہ تعالیٰ ہی نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی توفیق دیتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (الأنعام: ۱۷)

''اور اگر اللہ تمہیں کسی تکلیف میں مبتلا کر دے تو اللہ کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اس لیے کہ نفع و نقصان کا مالک صرف وہی ہے، اور وہ اپنی مخلوقات میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، جسے چاہتا ہے نیکی کرنے کی توفیق دیتا ہے اور گناہ سے بچا لیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

بخاری شریف میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''یہ کلمہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے: ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)) '' نہ نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ ہی گناہ سے بچنے کی طاقت ہے مگر صرف اللہ کی توفیق سے ہی۔'' [1]

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ٤٢٠٢.

حاضر ہوئے، اور انہوں نے عرض کیا کہ مالدار حضرات بلند درجات اور نعمتوں والا ٹھکانہ لے گئے۔ آپ ﷺ نے کہا، وہ کیسے؟ انہوں نے کہا، وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں، وہ روزے رکھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں، وہ صدقہ کرتے ہیں مگر ہم صدقہ نہیں کرتے، وہ غلام آزاد کراتے ہیں، لیکن ہم آزاد نہیں کراتے۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا کام نہ سکھاؤں، جس کے ذریعے تم وہ چیز حاصل کر لو، جس پر وہ تم سے سبقت لے گئے ہیں اور اس کے ذریعے تم اپنے بعد آنے والوں پر بھی سبقت لے جاؤ گے الا کہ جس نے اس طرح کیا جس طرح تم کرو گے۔ انہوں نے کہا، ضرور اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا: تم ہر (فرض) نماز کے بعد ۳۳، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، اللہ اکبر، الحمد للہ کہا کرو۔" (راوی کا بیان ہے کہ) فقراء مہاجرین پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، اور انہوں نے کہا کہ مالداروں نے بھی ہمارے اس کام کے متعلق سن کر اس طرح کرنا شروع کر دیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ)) "یہ اللہ کا فضل ہے ہو جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔" [1]

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲ ﴾

(فاطر: ۱، ۲)

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور ایسے فرشتوں کو اپنا پیغام رساں بنانے والا ہے، جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر ہیں، وہ اپنی مخلوقات کی تخلیق میں جو چاہے اضافہ کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، رقم: ۱۳۴۷.

چیز پر قدرت رکھتا ہے اللہ لوگوں کے لیے جو رحمت کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جسے وہ روک دے اس کے بعد اسے کوئی جاری کرنے والا نہیں، اور وہ بڑا زبردست بڑی حکمت والا ہے۔''

''الحمد'' سے مراد وہ تمام تعریفیں ہیں جو آسمانوں اور زمین کے درمیان ہوسکتی ہیں ان سب کا حقدار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بغیر سابق مثال و مادہ کے پیدا کیا ہے، اور جس نے فرشتوں کو انبیاء کے پاس وحی دے کر بھیجا، اور اپنے بعض دوسرے بندوں کے پاس انہیں الہام اور نیک خوابوں کے ذریعہ اپنا پیغام رساں بنا کر بھیجا، اور دیگر کارہائے بے شمار کی ذمہ داری ان کو سونپی، اور ان فرشتوں میں سے کسی کے دو، کسی کے تین اور کسی کے چار پر ہوتے ہیں اور کسی کے اس سے بھی زیادہ ہوتے ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ معراج کی رات جب رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تو ان کے چھ سو پر تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی حکمت کے مطابق جس چیز کو جتنی تعداد میں چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اس لیے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تمام رحمتوں، برکتوں، خیرات وارزاق کے خزانوں کا وہ تنہا مالک ہے، کسی کا اس میں دخل نہیں ہے، وہ اگر کسی کو ان میں سے دینا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا اور اگر کسی کو ان سے محروم کرنا چاہے تو کوئی اُسے دے نہیں سکتا۔ اور وہ جسے چاہے نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی توفیق عنایت کر دیتا ہے۔''

(تیسیر الرحمٰن)

چنانچہ امام مسلم اپنی صحیح میں پہلا باب قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

((بِعَونِ اللّٰهِ نَبْتَدِئُ ، وَ اِيَّاهُ نَسْتَكْفِي وَمَا تَوْفِيْقُنَا اِلَّا بِاللّٰه جَلَّ جَلَالُهٗ)) [1]

''اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ ہم ابتدا کرتے ہیں اور خاص اسی سے کفایت طلب کرتے ہیں، اور ہماری توفیق صرف اللہ جل جلالہ کی ہی مدد ہے۔''

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الایمان والاسلام والا حسان.

مزید فرمایا:

﴿أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَإِن تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۖ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ﴿٧٨﴾ مَّا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۖ وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ ۚ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿٧٩﴾﴾ (النسا: ۷۸، ۷۹)

''تم جہاں بھی ہو گئے موت تمہیں پالے گی اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں ہو، اور اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے، اور اگر کوئی برائی پہنچی تو کہتے ہیں کہ یہ تمہاری وجہ سے ہے، آپ کہہ دیجیے کہ سب اللہ کے پاس سے ہے، پس انہیں کیا ہو گیا ہے کہ بات سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ آپ کو جو بھلائی بھی پہنچی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور جو برائی بھی پہنچی ہے تو آپ کے کئے کا نتیجہ ہوتا ہے، اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ شاہد کے طور پر کافی ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ ان آیات کے تحت رقمطراز ہیں:

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ موت جس کے ڈر سے تم جہاد سے کترا رہے ہو، جب اس کا وقت آجائے گا تو وہ کہیں بھی تمہیں آدبوچے گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے منافقین کی ایک اور صفت بیان کی کہ جب ان کے مال و اولاد میں برکت ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، اور ہمیں اچھا جان کر ہی یہ سب کچھ دیا ہے، اور اگر قحط سالی اور مال و اولاد میں کمی ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ اے محمد! یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے تم ہی جب سے مدینہ میں آئے ہو یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے۔ اور اس بات میں تو یہود بھی منافقین

کے ساتھ شریک تھے، کہتے تھے کہ جب سے یہ آدمی رسول اللہ ﷺ اور اس کے اصحاب یہاں آئے ہیں، ہمارے اناجوں اور پھلوں میں کمی آ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ ان کے زعمِ باطل کی تردید کرتے ہوئے آپ کہئے کہ اے منافقو! نعمت یا مصیبت سب کا تعلق اللہ سے ہے، لیکن بات دراصل یہ ہے کہ تم جہالت وعناد میں مبتلا ہو تمہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

آیت (۷۹) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابن آدم! اگر تمہیں کوئی بھلائی ملتی ہے، تو یہ اللہ کا فضل وکرم ہوتا ہے، اور اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تمہارے کسی گناہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ترمذی نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ کو چھوٹی یا بڑی کوئی بھی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے گناہ کی وجہ سے پہنچتی ہے، اور اللہ تو اکثر گناہوں کو معاف کر دیتا ہے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ ''ہم نے آپ کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے، تا کہ آپ اللہ کی شریعت اور اس کے اوامر ونواہی ان تک پہنچا دیں۔ اور اللہ گواہ ہے کہ اس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪﴾ (التغابن: ۱۱)

''آدمی کو کوئی مصیبت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں پہنچتی، اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے، اللہ اس کے دل کو صبر واستقامت کی راہ دکھاتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے۔''

مفسرین نے اس آیت کریمہ کا سببِ نزول کفارِ مکہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر

مسلمانوں کا دین برحق ہوتا تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیاوی مصیبتوں میں گرفتار نہ کرتا، اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ مصیبت چاہے کوئی بھی ہو، کسی بھی انسان کو اللہ کے حکم اور اس کی مشئیت سے ہی لاحق ہوتی ہے، اس بارے میں اچھے اور برے سبھی برابر ہیں، لیکن جو بندۂ مومن اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اسے جو مصیبت لاحق ہوتی ہے وہ اللہ کی تقدیر اور اس کی مشئیت کے مطابق ہے، اللہ تعالیٰ اس کا ایمان بڑھا دیتا ہے اور اسے سکونِ قلب عطا فرماتا ہے، اور روز قیامت اسے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ زمر آیت (۱۰) میں فرمایا ہے ﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''صبر کرنے والوں کو بے حد وحساب اجر دیا جائے گا۔'' لیکن جو بندہ صبر کا دامن چھوڑ دے گا، اللہ کی تقدیر پر راضی نہیں ہوگا اور جزع فزع کرے گا، اسے اللہ اس کے نفس کے حوالے کر دے گا، اور قیامت کے دن اسے کوئی اچھا بدلہ نہیں ملے گا۔''

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ چیز کی پوری خبر رکھتا ہے، کائنات میں کوئی چیز اس کی اجازت اور اس کے علم کے بغیر وجود میں نہیں آتی۔ اور یہ بات اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کی تقدیر پر راضی رہا جائے، اور اس کی مشئیت کے آگے ہر دم سرِ تسلیم خم رکھا جائے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝﴾ (الحدید: ۲۱)

''لوگو! تم اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو، اور اس جنت کی طرف جس کی کشادگی آسمان وزمین کی کشادگی کی مانند ہے، ان کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اللہ عظیم فضل والا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں آخرت کی بیش بہا اور دائمی نعمتوں کے حصول کی رغبت دلائی گئی ہے۔ بندوں کو اللہ کی مغفرت اس کی رضا اور جنت کے حصول کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی نصیحت کی گئی ہے، اور یہ چیزیں صدق دل سے توبہ، طلب مغفرت، گناہوں سے دوری، عمل صالح اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنے سے حاصل ہوتی ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝﴾ (ھود: ۸۸)

''شعیب نے کہا، اے میری قوم کے لوگو! اگر میں (اللہ کی جانب) سے ایک صاف اور روشن راہ پر قائم ہوں، اور اس نے مجھے اپنی طرف سے اچھی روزی دی ہے، (تو کیا میں اسے چھوڑ دوں) اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تم کو روکتا ہوں اس کے الٹا کرنے لگوں، میں تو اپنی طاقت کی حد تک صرف اصلاح کرارادہ رکھتا ہوں، اور مجھے توفیق دینے والا صرف اللہ ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''شعیب علیہ السلام نے ان کے کفر وعناد اور استہزاء کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ لوگو! اللہ نے مجھے علم ونبوت کی نعمت سے نواز ہے، اور میری حلال روزی میں خوب وسعت عطا فرمائی ہے، تو کیا میرے لیے یہ مناسب ہے کہ صرف تمہیں خوش رکھنے کے لیے اللہ کی وحی میں خیانت کروں، لوگوں کو شرک وظلم سے روکنا اور

اصلاحِ نفس کی دعوت دینا چھوڑ دوں؟ اور میں نہیں چاہتا کہ جن کاموں سے تمہیں روکتا ہوں وہی کام میں خود کروں، تمہیں بتوں کی عبادت سے منع کروں اورخود اس پر عمل نہ کروں۔ اور میں نے جو تمہیں خیر کے کام کرنے کی دعوت دی ہے اور برائی سے روکا ہے تو میرا قصور تمہاری اصلاح ہے، اور ہر چیز کی توفیق دینے والا اللہ ہے، میرا اعتماد صرف اسی پر ہے اور خوشی اور غم ہر حال میں میرا ملجا وماویٰ صرف وہی ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''اے معاذ! اللہ کی قسم! مجھے تم سے بہت محبت ہے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا! اے معاذ، تجھے تاکید کرتا ہوں کہ کسی بھی نماز کے بعد یہ کلمات کہنا نہ چھوڑنا:

((اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِ كَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ)) [1]

''یا اللہ مجھے اپنا ذکر، شکر او بہترین عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمایا۔''

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۱۵۲۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

باب نمبر 48

اللہ تعالیٰ ہی عزت اور ذلت دیتا ہے

اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَآ إِلَى ٱلْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ ٱلْأَعَزُّ مِنْهَا ٱلْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ ٱلْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِۦ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝٨﴾

(المنافقون : ۸)

"(منافقین) کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس پہنچ گئے تو زیادہ عزت والا وہاں سے زیادہ ذلت والے کو نکال دے گا، حالانکہ عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے، اور مومنوں کے لیے ہے، لیکن منافقین یہ بات نہیں جانتے ہیں۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

"رئیس المنافقین عبداللہ نے کہا تھا: "اللہ کی قسم! مدینہ واپس پہنچ کر ہم میں جو عزت والا ہے، وہ ذلیل کو نکال دے گا۔ اور اس منافق کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ فی الحقیقت عزت وغلبہ اور سربلندی تو اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے لیے ہے، لیکن منافقین اپنی کور مغزی کے سبب اس حقیقت کا ادارک کرنے سے قاصر ہیں۔" (تیسیر الرحمن)

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظْمَةُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ وَاحِدًا مِنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِی النَّارِ)) [1]

"کبریائی میری چادر، اور عزت میرا ازار ہے، جس نے اس دونوں میں سے کسی

---

[1] مسند احمد: ۲/ ۴۱۴۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۳۲۸۔ ابن حبان نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

کو بھی مجھ سے چھیننے کی کوشش کی، میں اسے آگ میں پھینک دوں گا۔''

نیز قنوت وتر میں نبی اکرم ﷺ نے یہ الفاظ بھی سکھائے ہیں:

((وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ)) ❶

''اور جس سے تو دشمنی کرے، وہ معزز نہیں ہوسکتا۔''

اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً .)) ❷

''اے اللہ، (خاص کر) عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو عزت بخشی۔''

پس عزت و ذلت صرف اللہ کے اختیار میں ہے اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝١٣٩﴾ (النساء: ١٣٩)

''جو لوگ مومنوں کی بجائے کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں، کیا وہ ان کے پاس عزت کی تلاش میں جاتے ہیں حالانکہ تمام تر عزت تو اللہ کے اختیار میں ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں:

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا کافروں کی دوستی سے ان کا مقصد قوت و غلبہ حاصل کرنا ہے؟ تو یہ ان کی خام خیالی ہے اس لیے کہ عزت وقوت کا مالک تو صرف اللہ ہے، وہ جسے چاہتا ہے عزت اور کامیابی عطا کرتا ہے، کفار اللہ کی مرضی کے بغیر ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اس آیت سے مقصود لوگوں کو اس بات پر ابھارنا ہے کہ وہ صرف اللہ کے بندگان عاجز بن کر رہیں، اور اسی کی جناب میں عزت تلاش

---

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، رقم: ١٤٢٥۔ علامہ البانیؒ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ مستدرك حاكم: ٣/٨٣، رقم: ٤٥٤١۔ سنن الكبرى، للبيهقى: ٦/٣٧٠۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

کریں۔'' (تیسیر الرحمن)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ، وَالْجِنُّ وَ الْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ)) ❶

''میں تیری عزت کی پناہ پکڑتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے، مگر تو ہی ہے جسے موت نہیں جن وانس کو موت آتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًا ؕ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ ؕ وَ الَّذِیْنَ یَمْكُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَ مَكْرُ اُولٰٓىِٕكَ هُوَ یَبُوْرُ ۝۱۰﴾ (فاطر: ۱۰)

''جو شخص عزت چاہتا ہے اسے معلوم رہے کہ ساری عزت اللہ کے لیے ہے، اچھی باتیں اسی تک پہنچتی ہیں اور نیک عمل انہیں بلندی کی طرف لے جاتا ہے اور جو لوگ بُری باتیں پھیلانے کے لئے سازش کرتے ہیں ان کے لیے شدید عذاب ہے اور ان کی سازش بالآخر ناکام ہو کر رہے گی۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''دنیا و آخرت دونوں جہاں میں عزت طلبی کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی میں لگا رہے، اس لیے کہ دنیا و آخرت کا وہی مالک ہے، ہر طرح کی عزت و آبرو اسی کے اختیار میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے او اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

''آیت میں ((اَلْكَلِمُ الطَّیِّبُ)) سے مراد ہر وہ قول اور عمل ہے جو ذکر الٰہی

❶ صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم: ۷۳۸۳.

کے ضمن میں آتا ہے، بندہ جب اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو فرشتے ان کلماتِ ذکر کو لے کر اللہ تک پہنچاتے ہیں۔''

اور ذکر الٰہی عمل صالح کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے، اگر بندہ فرائض کی پابندی اور دیگر نیک اعمال کرتا ہے تو اس کے اذکار واوراد کو پَر لگ جاتے ہیں اور وہ اللہ تک پہنچ جاتے ہیں، اور جو شخص فرائض کی پابندی نہیں کرتا اس کے اذکار اس کے منہ پر مار دیئے جاتے ہیں۔

آیت کے آخر میں ((یَمْکُرُوْنَ السَّیِّئَاتِ)) سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک اور دیگر معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں، مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں کہ یہاں ریاکار لوگ مراد ہیں! ابوالعالیہ کا خیال ہے کہ ان سے مرادِ کفار مکہ ہیں جنہوں نے دارالندوہ میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازش کی تھی! اللہ نے ایسے لوگوں کو سخت عذاب کی دھمکی دی ہے، اور کہا ہے کہ ان کی سازشیں ناکام ہو کر رہیں گی، اور ریاکار کی ریاکاری لوگوں کے سامنے ظاہر ہو کر رہے گی۔''

(تیسیر الرحمن)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٥﴾﴾ (یونس : ٦٥)

''اور آپ کو مشرکین کی باتیں غمگین نہ بنا دیں، بے شک تمام عزت اور غلبہ اللہ کے لیے ہے۔ وہ خوب سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں:

''نبی کریم ﷺ کافروں کی استہزاء آمیز باتوں سے کبھی دل برداشتہ ہو جاتے تھے، تو اللہ نے فرمایا کہ آپ کافروں کی جھوٹی باتوں کی پرواہ نہ کریں اور غم نہ کھائیں، اس لیے کہ آسمان وزمین کی مملکت میری ہے، اور میں ہر چیز پر ہر حال

میں غالب ہوں، اس لیے یہ کفار آپ پر کبھی بھی غالب نہیں آ سکیں گے عزت و غلبہ آپ ہی کو ملے گا۔'' (تیسیر الرحمن)

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۶﴾ (آل عمران: ۲٦)

''آپ کہہ دیجیے کہ اے میرے اللہ! حقیقی بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا کرتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے ذلیل بنا دیتا ہے، تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو طریقۂ دعا سکھلایا ہے اور تسبیح وتحمید کی تعلیم دی ہے۔ اللہ تعالیٰ مالک کل، مالکِ مطلق، اور مالک حقیقی ہے۔ اپنے ملک میں جسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، ایجاد کرتا ہے، ختم کرتا ہے، مارتا ہے، زندہ کرتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ کوئی اسے روک سکتا ہے، وہ جسے چاہتا ہے، بادشاہ بنا دیتا ہے، اس لیے کہ حقیقی بادشاہت اسی کے ساتھ خاص ہے، اور دوسروں کی بادشاہت مجازی اور عارضی ہے، اسی کے ہاتھ عزت و ذلت ہے اور اسی کے ہاتھ میں تمام بھلائیاں ہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝۲۶ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝۲۷﴾ (یٰس: ۲٦، ۲۷)

''اس سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ، اس نے کہا، کاش! میری قوم کو معلوم

ہوجاتا کہ کس سبب سے میرے رب نے مجھے معاف کر دیا ہے، اور مجھے معزز بندوں میں شامل کر دیا۔‘‘

مذکورہ بالا آیات طیبہ اور احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ عزت کی بلندیوں پر پہنچانے والا اور ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گرانے والا اللہ ہی ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کے پاس یہ اختیار نہیں۔

باب نمبر 49

اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کو آزمائش میں ڈالتا ہے

ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾﴾ (البقرۃ: ۱۵۵)

''اور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف و ہراس اور بھوک سے، اور مال و جان اور پھلوں میں کمی سے، اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ خطاب صحابہ کرام کے لیے ہے، لیکن دیگر مومنین بھی اس میں شامل ہیں، اس لیے کہ جو لوگ دعوت الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی ذمہ داری قبول کریں گے ان کا مقابلہ اہل فسق و فجور سے ہوگا، اور جو لوگ حق پر قائم رہیں گے اور اس کی طرف دوسروں کو بلائیں گے ان کی آزمائش لازم ہے، یہی سنتِ ابراہیمی ہے اور یہ آزمائش اس لیے بھی ضروری ہے، تاکہ جھوٹے اور سچے، صبر کرنے والے اور جزع وفزع کرنے والے میں تمیز ہو سکے۔

اور جو صبر سے کام لیتا ہے، اللہ سے اجر کی امید رکھتا ہے اور راضی بقضائے الٰہی ہوتا ہے، اللہ اسے بشارت دیتا ہے کہ اس کا اجر اس کو پورا پورا ملے گا۔'' (تیسیر الرحمن)

جیسا کہ متعدد احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کو آزمائش کی بھٹی میں سے گزارا جاتا ہے ذیل میں ہم چند احادیث ذکر کرتے ہیں:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آزمائش کی شدت سے پناہ

مانگا کرتے تھے۔“ ❶

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ خَامَةِ الزَّرْعِ يَفِيْءُ وَرَقُهُ، مِنْ حَيْثُ أَتَتْهَا الرِّيحُ تُكَفِّئُهَا فَإِذَا سَكَنَتْ اعْتَدَلَتْ، وَكَذَالِكَ الْمُؤْمِنُ يُكَفَّأُ بِالْبَلَاءِ)) ❷

”مومن کی مثال کھیت کے نرم پودے کی مانند ہے کہ جدھر کی بھی ہوا چلتی ہے اس کے پتے اسی جانب جھک جاتے ہیں، اور جب ہوا رک جاتی ہے تو پتے بھی برابر ہو جاتے ہیں، اسی طرح مومن بھی آزمائش کی سختیوں سے دوچار رہتا ہے۔“

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ أَوِ الْمُؤْمِنَةِ، فِي جَسَدِهِ، وَفِي مَالِهِ، وَفِي وَلَدِهِ، حَتَّى يَلْقَى اللّٰهَ وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيْئَةٍ)) ❸

”مومن مرد یا مومن عورت ہمیشہ اپنے جسم، اپنے مال اور اپنی اولاد کے بارے میں آزمائش میں مبتلا رہتا ہے، حتیٰ کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اس پر کوئی گناہ بھی نہیں ہوگا۔“

سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے، اور ہو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ((إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)) پھر ((اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَاخْلُفْ لِي خَيْرًا مِّنْهَا)) کہے، تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا بہتر بدلہ عطا فرماتے ہیں۔“ ❹

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من جهد البلاء، رقم: ٦٣٤٧.

❷ صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم: ٧٤٦٦.

❸ مسند احمد ٢/٢٨٧، رقم: ٧٨٥٩۔ مستدرك حاكم، ١/٣٤٦، رقم: ١٣٢١۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے۔

❹ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، رقم: ٢١٢٦.

قرآن بھی اس امر کو بیان کرتا ہے کہ مومن پر اللہ تعالیٰ کی آزمائشیں آتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۵۳﴾ (آل عمران: ۱۵۳)

”جب تم بھاگے چلے جا رہے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے، اور رسول تمہیں تمہارے پیچھے سے بلا رہے تھے، تو اللہ نے تمہیں غم تا کہ تم سے جو کھو گیا اور تمہیں جو مصیبت لاحق ہوئی، اس پر غم نہ کرو اور اللہ تمہارے اعمال کی خوب خبر رکھتا ہے۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”اس آیت کریمہ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ (غزوۂ احد سے) راہ فرار اختیار کرنے کی وجہ سے انہیں مال غنیمت فوت ہو جانے کا غم، شکست کا غم، بہتوں کے زخمی ہونے کا غم، بہتوں کے قتل ہونے کا غم اور پھر یہ غم اٹھانا پڑا کہ شیطان نے یہ بات پھیلا دی کہ محمد کا قتل ہو گیا، اور یہ سب اس لیے ہوا تا کہ انہیں مصیبتوں پر صبر کرنے کی عادت پڑ جائے، اور ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جائے کہ فتح و نصرت اور حصولِ مالِ غنیمت سب اللہ کی جانب سے ہوتا ہے، اس کی قدرت و طاقت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔“ (تیسیر الرحمن)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝۷﴾ (الکهف: ۷)

”جو کچھ زمین پر ہے اسے ہم نے اس کی زینت بنایا ہے، تا کہ ہم انسان کو آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون سب سے اچھا ہے۔“

مزید فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَلَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَّبْعُوثُونَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوٓا إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝﴾

(ھود: ۷)

''اور اسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے، اور اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا، تاکہ تمہیں آزما کر دیکھے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون زیادہ اچھا ہے، اور اگر آپ کہیں گے کہ تم لوگ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے، تو کافر کہیں گے کہ یہ قرآن کھلا جادو ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ أَنَا اٰتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَّرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي ۖ لِيَبْلُوَنِيٓ ءَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ۖ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ۝﴾ (النمل: ۴۰)

''اس آدمی نے کہا جس کے پاس اللہ کی کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لے کر آ سکتا ہوں۔ جب سلیمان نے اس (تخت شاہی) کو سامنے رکھا دیکھا کہ تو کہا، یہ میرے رب کا فضل ہے، تاکہ وہ مجھے آزما کر دیکھے کہ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں، اور جو آدمی شکر ادا کرتا ہے، وہ درحقیقت اپنے لیے شکر ادا کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو جان لینا چاہئے کہ میرا رب بے نیاز اور کرم والا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ آصف بن برخیا نے کہا، جو بنی

اسرائیل میں سے تھا، اور سلیمان علیہ السلام کا وزیر تھا، اور جسے اللہ کا وہ اسم اعظم معلوم تھا جس کے ذریعہ اللہ سے مانگنے سے دعا قبول ہوتی ہے، اس نے کہا کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے اسے آپ کی خدمت میں حاضر کروں گا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ وہ خود سلیمان علیہ السلام تھے انہی کے پاس اللہ کی کتاب کا علم تھا۔ انہوں نے ہی جن سے کہا کہ اس سے پہلے تو میں سلیمان علیہ السلام کے سامنے آ گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ محض اللہ کا فضل وکرم ہے، ورنہ میرے اندر اس کی طاقت کہاں تھی۔ اللہ مجھے آزمانا چاہتا ہے کہ میں طاقت و بندگی کے ذریعہ اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا معصیت و نافرمانی کے ذریعہ اس کی ناشکری کرتا ہوں، اور جو کوئی اللہ کا شکر گزار ہوتا ہے تو اس کا فائدہ اسے ہی پہنچتا ہے کہ اس کی نعمت باقی رہتی ہے، اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ اپنے بندوں کے شکر سے یکسر بے نیاز ہے، اس کا محتاج نہیں ہے۔ اور وہ کریم ہے کہ بندوں کے کفر کے باوجود اپنی نعمتیں ان سے نہیں چھینتا۔'' (تیسیر الرحمن)

اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ۙ۴۸﴾ (المائدة: ٤٨)

''اور ہم نے آپ پر برحق کتاب نازل کی ہے، وہ اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے آ چکی ہے، اور اس پر غالب وشاہد ہے، پس آپ ان کے درمیان اسی کے مطابق فیصلہ کیجیے جو اللہ نے (آپ پر) نازل کیا ہے، اور آپ

کے پاس جو حق آ چکا ہے اسے چھوڑ کر، ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک دستور اور راستہ مقرر کر دیا ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا، لیکن وہ چاہتا تھا کہ تم میں سے ہر ایک کو جو دین دیا ہے اس کے مطابق تمہیں آزمائے، پس تم لوگ نیک اعمال کی طرف سبقت کرو، تم سب کو اللہ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں ان باتوں کی خبر دے گا جن میں تم آپس میں اختلاف کرتے تھے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''یعنی اگر اللہ چاہتا تو تمام بنی نوع انسان کے لیے ایک ہی دین، ایک ہی کتاب اور ایک ہی رسول بھیج دیتا، لیکن چونکہ مقصود انہیں آزمانا تھا اسی لیے مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء و رسل اور متعدد ادیان نازل کیے، تاکہ اللہ دیکھے کہ کون اس کی مشیئت کے مطابق اپنے زمانے کی شریعت پر عمل پیرا ہوتا ہے اور کون اپنی خواہشات کی اتباع کرتا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

باب نمبر 50

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مہلت دیتا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾﴾

(آل عمران: ۱۷۸)

''اور کفر کرنے والے یہ نہ سمجھیں کہ ہم جو انہیں ڈھیل دے رہے ہیں، ان کے لیے بہتر ہے ہم تو انہیں اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں، تا کہ ان کے گناہ اور بڑھ جائیں اور ان کے لیے رسوا کن عذاب ہوگا۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم جو کافروں کی عمریں لمبی کر رہے ہیں، اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ رہے ہیں، تو یہ ان کے لیے بہتر نہیں ہے، بلکہ اس سے تو ان کے گناہوں میں اضافہ ہوگا، اور پھر عذاب میں اضافہ ہوگا، اور قیامت کے دن ان کے لیے بڑا دردناک عذاب ہوگا۔'' (تیسیر الرحمن)

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ للّٰهَ لَيُمْلِيْ لِلظَّالِمِ حَتّٰى اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ)) [1]

''یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے، حتی کہ جب اسے پکڑے گا تو پھر نہیں چھوڑے گا۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٦٨٦.

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ۝﴾

(المزمل: ۱۱)

''اور آپ خوشحال جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیجیے، اور انھیں ذرا مہلت دے دیجئے۔''

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے کہا ہے کہ مکہ کے ارباب عیش وعشرت کافروں کا معاملہ آپ مجھ پر چھوڑ دیجیے، آپ ان کی فکر نہ کیجیے، ان سے نمٹنے کے لیے میں آپ کی طرف سے کافی ہوں، اور میں آپ کا انتقام ان سے ضرور لوں گا۔ حاکم اور بیہقی نے (دلائل میں) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے نزول کے کچھ ہی دنوں کے بعد جنگ بدر واقع ہوئی تھی۔

شوکانی نے ((وَ مَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا)) کا دوسرا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ ''مرنے کے وقت تک آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ اور اسے راجح قرار دیا ہے۔''

(بحوالہ تیسیر الرحمٰن)

باب نمبر 51

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے بہت قریب ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۖ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ﴾

(المجادلة : ٧)

''اے میرے نبی! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو آسمان میں ہیں، اور جو زمین میں ہیں، جب بھی تین اشخاص آپس میں سرگوشی کرتے ہیں تو وہ جو چوتھا ان کے ساتھ ہوتا ہے، اور جب پانچ اشخاص ایسا کرتے ہیں، تو وہ چھٹا ان کے ساتھ ہوتا ہے، اور چاہے اس سے کم افراد ہوں یا زیادہ، اور جہاں کہیں بھی ہوں، وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، پھر قیامت کے دن وہ ان کے اعمال کی انہیں خبر دے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ اے میرے رسول! کیا آپ جانتے نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر چھوٹی اور بڑی بات کو جانتا ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔ اس کے احاطۂ علم کا تو حال یہ ہے کہ اگر تین آدمی آپس میں سرگوشی کرتے ہیں، تو ان کے ساتھ

چوتھا وہ ہوتا ہے، اور سرگوشی کرنے والے پانچ ہوتے ہیں تو وہ چھٹا ہوتا ہے، یا وہ لوگ اس سے کم ہوں یا زیادہ، اور جہاں کہیں بھی ہوں، وہ ہر حال میں ان کے ساتھ ہوتا ہے، اور ان کی تمام سرگوشیوں پر مطلع ہوتا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

احادیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قریب ہے۔ رسول اللہ ﷺ غزوہ خیبر کے لیے نکلے تو لوگ جب کسی گھاٹی پر چڑھتے تو اونچی آوازوں سے تکبریں کہنے لگتے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی آوازیں پست رکھو، تم کسی بہرے اور غیر موجود ذات کو نہیں پکار رہے، بلکہ ((اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا قَرِیْباً وَّھُوَ مَعَکُمْ)) ''تم اس ذات کو پکار رہے ہو، جو سننے والی اور قریب ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔'' ❶

ہجرت کے راستے میں سراقہ بن مالک رسول اللہ ﷺ کا پیچھا کرتے ہوئے آپ تک آن پہنچے تو ابوبکر نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہمیں پالیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا)) ''غم نہ کرو بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' ❷

قرآن اس تصور کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ (الحدید: ٤)

''اسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہو گیا، وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے، اور جو اس سے نکلتی ہے، اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے، اور جو اس میں چڑھتا ہے، اور تم جہاں کہیں بھی ہوتے

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ٤٢٠٢.

❷ صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، رقم: ٧٥٢١.

ہو، وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے اللہ خوب دیکھ رہا ہوتا ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿١٨٦﴾ ﴾

(البقرۃ: ۱۸٦)

''اور (اے نبی) اگر آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں، تو آپ کہہ دیجئے کہ میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس انہیں چاہیے کہ میرے حکم مانیں، اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ راہ راست پر آجائیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہمارا رب قریب ہے تاکہ ہم اس سے سرگوشی کریں، یا دور ہے تاکہ اسے پکاریں؟ نبی کریم ﷺ خاموش رہے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔'' (تیسیر الرحمن)

نیز فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ ﴾ (الأنفال: ۲٤)

''اے ایمان والو! جب اللہ اور اس کا رسول تمہیں ایسے کام کی طرف بلائیں جو تمہارے لیے زندگی کے مترادف ہو، تو ان کی پکار پر لبیک کہو، اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے، اور تم لوگ بے شک اسی کے

حضور جمع کیے جاؤ گے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، اس کے کئی معانی بیان کیے گئے ہیں:

1۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ انسان کے دل میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، اگر ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کے اور کفر کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، اور اگر گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے اور ایمان کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کثرت سے دعا کرتے تھے کہ اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر قائم و ثابت رکھ۔ صحابہ کرام نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر اور دین اسلام پر ایمان لے آئے، تو کیا آپ پھر بھی ہمارے بارے میں ڈرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا، ہاں، انسانوں کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتے ہیں، وہ جیسے چاہتا ہے، انہیں الٹتا پھیرتا ہے۔'' صحیح مسلم۔ حاکم۔ مسند احمد۔ ترمذی

2۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ آیت کے اس حصہ میں موت کے آنے سے پہلے طاعت و بندگی کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جب بندہ کو موت دے دیتا ہے تو عمل صالح کا ہر دروازہ بند ہو جاتا ہے، اس لیے زندگی کو غنیمت جانو اور اللہ اور رسول کی اطاعت میں اخلاص پیدا کرو۔''

3۔ تیسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بہت ہی زیادہ قریب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ ق آیت (١٦) میں فرمایا ہے کہ ''ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔'' مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کی چھپی باتوں تک کو جانتا ہے، اس لیے بندہ کو اپنے اللہ سے کبھی بھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔'' (تیسیر الرحمن)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ

لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾ (محمد : ٣٥)

''پس مسلمانو! تم ہمت نہ ہارو، اور کافروں کو صلح کی دعوت نہ دو، اور تم ہی آخر کار غالب رہو گے، اور اللہ تمہارے ساتھ ہے، اور وہ تمہارے اعمال کا اجر ہرگز کم نہیں کرے گا۔''

نیز فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿١٦﴾﴾ (ق : ١٦)

''اور ہم نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اور ہم خوب جانتے ہیں کہ اس کے دل میں کیسے خیالات گزرتے ہیں، اور ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے شہ رگ سے زیادہ قریب ہے، وہ اس کے تمام اعمال سے بغیر فرشتوں کے واسطہ کے غایت درجہ باخبر ہے، اس کے ساتھ فرشتوں کا پایا جانا اور ان کے ذریعے اس کے اعمال کا ریکارڈ میں لایا جانا محض اتمام محبت کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٢﴾﴾

(المائدة : ١٦)

''اور اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد و پیمان لیا، اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کیے، اور اللہ نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم لوگ نماز قائم کرو

گے، اور زکوٰۃ دو گے، اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ گے، اور ان کی مدد کرو گے، اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو گے تو بے شک میں تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا، اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، پس تم میں سے جو کوئی اس (عہد و پیمان) کے بعد کفر کی راہ اختیار کرے گا، وہ یقیناً سیدھی راہ سے بھٹکا ہوا ہوگا۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اگر تم نماز پڑھو گے، زکوۃ دو گے، میرے رسولوں پر ایمان لے آؤ گے، ان کا ساتھ دو گے اور فرض زکوۃ کے علاوہ اپنے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے، تو میری نصرت وحمایت تمہارے ساتھ ہوگی۔ نیز میں تمہارے گناہوں کو معاف کر دوں گا، اور تمہیں جنتوں میں داخل کروں گا۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾﴾ (ھود: ٦١)

''اور ہم نے صالح کو ان کے بھائی ثمود کے پاس رسول بنا کر بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ کی عبادت کرو، اسکے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، اور تمہیں اس میں آباد کیا تو تم اس سے مغفرت طلب کرو، پھر اس کی جناب میں توبہ کرو، بے شک میرا رب قریب ہے اور دعا قبول کرتا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ۝ وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ۝ وَنَحْنُ أَقْرَبُ

اِلَيۡهِ مِنۡكُمۡ وَلٰكِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ ٥ فَلَوۡلَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ غَيۡرَ مَدِيۡنِيۡنَ ٥ تَرۡجِعُوۡنَهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ٥﴾ (الحدید : ۸۳تا۸۷)

''پس جب کسی کی روح حلق تک پہنچ جاتی ہے اور اس وقت تم اسے (مجبور محض بن کر) دیکھ رہے ہوتے ہو، اور تمہارے بہ نسبت ہم اس سے زیادہ قریب ہوتے ہیں، لیکن تم مجھے دیکھ نہیں پاتے، پس اگر تم کسی کے تابع فرمان نہیں ہو، اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو تو اس کی روح کو واپس کیوں نہیں لے آتے۔''

''ذیل کی تین آیتوں میں اللہ نے انسان کی بے بسی کو بیان کیا ہے، اور بتایا ہے کہ وہ اپنے خالق کی مرضی ومنشا کے سامنے یکسر مجبور ومقہور ہے، اور اس کی دلیل اس کی جان کنی کا عالم ہے کہ جب فرشتے آ کر اس کی جان نکالتے ہیں، اور اس کی روح حلق تک پہنچ جاتی ہے، اور نکلنے ہی والی ہوتی ہے، اس وقت وہ اور اس کے سارے اقارب واحباب جو اس کے اردگرد ہوتے ہیں، کتنے مجبور ہوتے ہیں کہ اس کی روح نکل رہی ہوتی ہے، وہ اپنی پھٹی پھٹی نگاہوں سے سب کو دیکھ رہا ہوتا ہے، اور اس کے اردگرد سب لوگ اس کے حال پر رحم کھا رہے ہوتے ہیں، لیکن کوئی اس کی مدد نہیں کرسکتا کہ اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دے۔ اس وقت اللہ کے فرشتے مرنے والے سے اس کے رشتے داروں کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں، لیکن لوگ ان فرشتوں کو دیکھ نہیں پاتے ہیں، یا مرنے والا جو کچھ اس وقت جھیل رہا ہوتا ہے اس رازِ سربستہ سے لوگ بالکل ناواقف ہوتے ہیں۔

آیات (۸۶، ۸۷) میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اسی بے بسی اور مجبوری کو بیان کیا ہے، اور کہا ہے کہ اگر تم واقعی سچے ہو کہ تم اللہ کی ذاتِ برحق کے محکوم نہیں ہو، تو مرنے والے کی روح کو لوٹا کیوں نہیں دیتے ہو اور موت کا اس سے پیچھا کیوں نہیں چھڑا دیتے؟'' (تیسیر الرحمن)

باب نمبر 52

اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کو معاف کرتا ہے

آدم وحوا علیہما السلام نے اپنی لغزش کی معافی بھی اللہ تعالیٰ سے ہی مانگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٢٣﴾ ﴾ (الأعراف : ٢٣)

"دونوں نے پکارا کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے، اور اگر تو نے ہمیں معاف نہیں کیا اور ہم پر رحم نہیں کیا، تو ہم یقیناً خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی غلطی کا اللہ کے حضور اعتراف کیا، اور اللہ نے انہیں سکھایا کہ اپنی غلطی کی معافی کے لیے یہ دعا کریں:

((رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ))

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام کے اندر پانچ خوبیاں پائی گئیں: انہوں نے گناہ کا اعتراف کیا، اس پر نادم ہوئے، اپنے نفس کی ملامت کی، فوراً توبہ کی اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوئے۔

اور ابلیس میں پانچ برائیاں پائی گئیں: اپنے گناہ کا اعتراف نہیں کیا، اس پر نادم نہیں ہوا، اپنے نفس کی ملامت نہیں کی، بلکہ اپنے رب پر اعتراض کیا، اور توبہ نہیں کی، اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہو گیا۔" (تیسیر الرحمن)

ایک اور مقام پر مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ (آل عمران : ١٦)

''جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ، پس تو ہمارے گناہ معاف کردے، اور جہنم کے عذاب سے ہمیں بچادے۔''

نیز فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾ (المؤمنون : ١٠٩)

''میرے بندوں میں سے ایک گروہ دعا کرتا تھا کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے تو ہماری مغفرت فرمادے، اور ہم پر رحم کر، اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِنِّیْ لَا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ)) [1]

''میں دن میں سو مرتبہ اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((يَا ابْنَ آدَمَ اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ فِيْكَ وَلَا اُبَالِيْ ، يَابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَا اُبَالِيْ ، يَابْنَ آدَمَ، لَوْ آتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ بِقِرَابِهَا مَغْفِرَةً .)) [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء رقم: ٦٨٥٨.

[2] سنن ترمذی، کتاب الدعوات، قم: ٣٥٤٠، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا، اور مجھ سے امیدیں قائم رکھے گا، میں تمہیں معاف کرتا رہوں گا، خواہ تو نے کوئی بھی گناہ کئے ہوں، اور میں کوئی پرواہ نہیں کروں گا، اے آدم کے بیٹے! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے معاف کردوں گا، اور کوئی پرواہ نہیں کروں گا۔ اے آدم کے بیٹے اگر تو زمین کے بھرنے کے برابر گناہوں کے ساتھ مجھے ملے، لیکن تو مجھے اس حال میں ملے کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا ہو، تو میں تیرے پاس اس کے برابر مغفرت کے ساتھ آؤں گا۔''

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ﴿٤٨﴾﴾ (النساء: ٤٨)

''بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لیے چاہتا ہے معاف کردیتا، اور جو شخص کسی کو اللہ کا شریک بناتا ہے، وہ ایک بڑے گناہ کی افترا پردازی کرتا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس کی توضیح میں لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو بغیر توبہ کے کبھی بھی معاف نہیں کرے گا۔ اس کے علاوہ تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے گا معاف کردے گا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ .))

''اللہ نے مشرک پر جنت کو حرام کردیا ہے''

اور صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ، حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

باب نمبر 53

اللہ تعالیٰ ہی نفع اور نقصان کا مالک ہے

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ٻ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ڔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ١٨٨﴾ (الأعراف : ۱۸۸)

"آپ کہیے کہ میں تو اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں، سوائے اس کے جو اللہ چاہے، اور میں غیب کا علم رکھتا تو بہت ساری بھلائیاں اکھٹی کر لیتا، اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو صرف ایمان والوں کو جہنم سے ڈرانے والا اور جنت کی خوشخبری دینے والا ہوں۔"

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ٢١ قُلْ اِنِّىْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ڏ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ٢٢﴾ (الجن: ۲۱ : ۲۲)

"آپ کہہ دیجیے، میں تمہارے لیے کسی نقصان یا نفع کا مالک نہیں ہوں۔ آپ کہہ دیجیے، مجھے اللہ کے عذاب سے کوئی پناہ نہیں دے سکتا، اور میں اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں پاتا۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ان آیات کریمہ میں اللہ فرما رہے ہیں کہ اے نبی! آپ کفارِ قریش سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ میں نہ تمہیں نقصان پہنچانے پر قادر ہوں، نہ ہی میں تمہیں راہ

راست پر لا سکتا ہوں۔ ایسی قدرت تو صرف اللہ کو حاصل ہے، اس لیے تم لوگ مجھ سے جلد عذاب لانے کا مطالبہ نہ کرو۔

اور اے میرے نبی! آپ کہہ دیجئے ان کافروں سے کہ اگر اللہ مجھے تکلیف دینا چاہے تو کوئی مجھے بچا نہیں سکتا، اور اگر وہ مجھے ہلاک کرنا چاہے تو مجھے کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی۔'' (تیسیر الرحمن)

اس تصور کو قرآن مزید بیان کرتا ہے:

﴿قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۷۶﴾ (المائدة: ۷٦)

'' آپ کہہ دیجئے، کہ کیا تم لوگ اللہ کے سوا کسی ایسے کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نقصان یا نفع پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اور اللہ بڑا سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں ''ما'' اسم موصول ہے، جس سے مراد عیسیٰ اور اُمّ عیسیٰ ہیں کہ یہ دونوں نہ کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ سب کچھ کا اختیار صرف اللہ کو حاصل ہے۔ اگر مخلوق کو کوئی قدرت حاصل ہے تو اللہ کی دی ہوئی ہے، اس لیے عیسیٰ اور امّ عیسیٰ بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔ اور اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے قرآن میں ''مَنْ'' کے بجائے ''ما'' استعمال کیا گیا ہے جو غیر ذی روح کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی ان دونوں کی حیثیت دیگر تمام اشیاء کی مانند ہے جن کے اندر کوئی قدرت نہیں ہوتی ہے۔

صاحب ''فتح البیان'' نے لکھا ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی یہ حیثیت تھی (جو نبی تھے) تو اولیاء کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے، ظاہر ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ أَنَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧١﴾﴾ (الأنعام: ٧١)

''آپ کہیے کیا ہم اللہ کے سوا کو پکاریں جو ہمیں نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، اور کیا اللہ کی ہدایت ہمارے پاس آ جانے کے بعد الٹے پاؤں پھر جائیں، اس آدمی کی مانند جسے شیطان نے بھٹکا دیا ہو، اور زمین میں حیران و پریشان پھر رہا ہو، اس کے کچھ دوست بھی ہوں جو اسے سیدھی راہ کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ جاؤ۔ آپ کہیے کہ اصل ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے، اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ رب العالمین کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں۔''

ایک جگہ فرمایا:

﴿أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿١٩٢﴾﴾ (الأعراف: ١٩١، ١٩٢)

''کیا وہ اللہ کا شریک اپنے ان معبودوں کو بناتے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے ہیں، بلکہ وہ خود اللہ کی مخلوق ہیں، اور نہ وہ اپنی عبادت کرنے والوں کی مدد کر سکتے ہیں، اور نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ کیسی عجیب بات ہے کہ مشرکین اللہ کی مخلوق کو اس کا شریک بتاتے ہیں، جو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتا، جیسا کہ سورۂ حج آیت (۷۳) میں آیا ہے اور نہ وہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں، اور نہ اپنے عبادت گذاروں کی مدد کر سکتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ حج آیت (۷۳) میں فرمایا کہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو

اسے بھی وہ واپس نہیں لے سکتے۔'' (تیسیر الرحمن)

مزید فرمایا:

﴿وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَہُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰہُ ؕ قُلۡ اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ہَلۡ ہُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖۤ اَوۡ اَرَادَنِیۡ بِرَحۡمَۃٍ ہَلۡ ہُنَّ مُمۡسِکٰتُ رَحۡمَتِہٖ ؕ قُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰہُ ؕ عَلَیۡہِ یَتَوَکَّلُ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ ﴿۳۸﴾﴾ (الزمر: ۳۸)

''اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے، تو وہ کہیں گے انہیں اللہ نے بنایا ہے، آپ کہہ دیجیے تمہارا کیا خیال ہے، جن معبودوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا وہ جھوٹے معبود اللہ کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر دیں گے، یا وہ مجھے اپنی رحمت سے نوازنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو مجھ سے روک دیں گے۔ آپ کہہ دیجیے کہ میرے لیے اللہ کافی ہے، بھروسہ کرنے والے صرف اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''اس آیتِ کریمہ میں کفار مکہ کی جہالت و نادانی اور ان کی کم عقلی بیان کی گئی ہے کہ آپ جب ان سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ تو فوراً جواب دیں گے کہ اللہ ہے۔ تو پھر وہ لوگ خالقِ ارض وسماوات کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہیں؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبانی ان سے پوچھا کہ اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف دینا چاہے تو تم لوگ جن بتوں کی پرستش کرتے ہو، کیا وہ میری اس تکلیف کو دور کر دیں گے؟ اور وہ مجھے اپنے فضل وکرم سے نوازنا چاہے تو کیا وہ بت اسے روک دیں گے' جواب یقیناً نفی میں ہے، اس لیے کہ ان کے اندر نفع ونقصان پہنچانے کی طاقت نہیں ہے۔ اس لیے اے کفارِ قریش! میرا یہ اعلان سن لو کہ میرا اللہ میرے لیے کافی ہے، میں اسی پر

بھروسہ کروں گا، اور اسی کی عبادت کروں گا، کیونکہ تمام بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ایک دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (سوار) تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ ، احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهِ ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوْ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ ، وَإِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ .)) [1]

''اے لڑکے! میں تجھے چند کلمے سکھاتا ہوں (جو یہ ہیں) اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت کر، اللہ تعالیٰ (دین و دنیا کے فتنوں میں) تمہاری حفاظت فرمائے گا، اللہ تعالیٰ کو یاد کر تو تو اُسے اپنے ساتھ پائے گا! جب سوال کرنا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے سوال کر، جب مدد مانگنا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگ اور اچھی طرح جان لے کہ اگر سارے لوگ تجھے نفع پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکیں گے، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر سارے لوگ تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو تجھے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم (تقدیر لکھنے والے) اٹھا لیے گئے ہیں، اور صحیفے (جن میں تقدیر لکھی گئی ہے) خشک ہو گئے۔''

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ٢٥١٦۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

باب نمبر 54

اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۵۶﴾﴾ (المؤمن : ٥٦)

”بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس اللہ کی طرف سے آئی ہو جھگڑتے ہیں، ان کے سینوں میں کبر وغرور چھپا ہوا ہے، وہ اپنا مقصد کبھی حاصل نہیں کر پائیں گے، پس آپ اللہ کی پناہ طلب کریں۔ وہ بے شک خوب سننے والا، بڑا دیکھنے والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں یہ بات اظہر من الشّمس ہوگئی کہ للہ تعالیٰ سمیع (سننے والے) بھی ہیں اور بصیر (دیکھنے والے) بھی ہیں۔

نیز احادیث سے بھی ”سمیع وبصیر“ کی وضاحت ہوتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ ((انکم تدعون سمیعا قریبا)) یقیناً تم سننے والے اور قریب والے کو پکارتے ہو۔“ [1]

سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ ہر صبح اور ہر شام کو یہ کلمات تین تین مرتبہ کہے، اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی:

((بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ٤٢٠٢.

السَّمَاءِ ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيم .)) ❶

''اس اللہ کے نام کے ساتھ، جس کے نام کی برکت سے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، نہ تو زمین کی اور نہ ہی آسمان کی، اور وہ خوب سننے والا، اور خوب جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ④﴾ (الحديد : ٤)

''اسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہو گیا، وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے، اور جو اس سے نکلتی ہے، اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے، اور جو اس میں چڑھتا ہے، اور تم جہاں کہیں بھی ہوتے ہو، وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔''

❶ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ٣٣٨٨۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

باب نمبر 55

اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں طاغوت کا انکار کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (البقرة: ٢٥٦)

''دین میں داخل ہونے کے لیے کسی کو مجبور نہ کیا جائے۔ ہدایت گمراہی سے الگ اور نمایاں ہو چکی ہے۔ پس جو کوئی طاغوت کا انکار کرے گا اور اللہ پر ایمان لے آئے گا، اس نے درحقیقت ایک ایسے مضبوط کڑے کو پوری قوت کے ساتھ تھام لیا، جو کبھی نہیں ٹوٹے گا۔ اور اللہ بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ دینِ اسلام میں آنے کے بعد لوگ دو جماعتوں میں بٹ گئے۔ ایک جماعت نے اسلام کو قبول کیا اور طاغوتی طاقتوں کا انکار کیا، تو اس نے دین کی اصل اور بنیاد کو مضبوطی سے تھام لیا، اور دوسرے لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور طاغوتی طاقتوں سے رشتہ استوار کیا تو وہ ہلاک ہو گئے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری میں تعلیقاً نقل فرمایا ہے کہ:

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا طاغوت سے مراد وہ سردار ہیں، جن کی طرف (جاہلیت میں) لوگ فیصلے کرانے کے لیے جاتے تھے، ایسا ایک سرادر قبیلہ جہینہ میں تھا، ایک قبیلہ اسلم میں تھا۔ اور ہر قبیلے میں ایک ایسا طاغوت ہوتا تھا، یہ وہی کاہن تھے، جن کے پاس شیطان (غیب کی خبریں) لایا کرتا تھا۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ''طاغوت سے مراد شیطان ہے۔''

سیّدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ''طاغوت کا ہن کے معنی میں ہے۔'' ❶

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے طاغوت کی جامع مانع تعریف یہ ذکر کی ہے: ''عبادت میں، یا اتباع میں، یا اطاعت میں ہر قوم کا طاغوت وہی ہے، جس کی طرف وہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے فیصلہ کے لیے رجوع کرتے ہیں۔ یا اللہ کے سوا اس کی پرستش کرتے ہیں، یا بلا دلیل اس کی اتباع کرتے ہیں، یا اس کی اطاعت بغیر علم کے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: طاغوت سے مراد ہر وہ چیز ہے، جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے۔'' ❷

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے کیا خوب لکھا ہے: ''توحید عبادت میں قرآن حکیم کا طریقہ بیان یہی ہے کہ نفی کو اثبات کے ساتھ جوڑا جائے، چنانچہ ہر غیر اللہ کی عبادت کی نفی کرنا ہے، اور ہر قسم کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ثابت کرنا ہے، اور یہی حقیقتِ توحید ہے۔ نفی اور اثبات دونوں جمع ہوں گے تو توحید کا مکمل معنی حاصل ہوگا، اور یہی ''لا الہ الا اللہ'' کی حقیقت ہے۔'' ❸

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٤﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿٨٦﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ یُجِیْرُ وَ لَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾﴾

(المؤمنون: ٨٤ تا ٨٩)

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: وان کنتم مرضی۔

❷ توحید اِلٰہ العالمین، ص: ٧٩۔ ❸ توحید الہ العالمین، ص: ٨١

''اے میرے پیغمبر! آپ ان سے پوچھئے، اگر تمہیں معلوم ہے تو بتاؤ کہ زمین اور اس میں رہنے والوں کا مالک کون ہے؟ وہ یہی جواب دیں گے کہ ان کا مالک اللہ ہے، آپ کہہ دیجیے، تو پھر تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے ہو۔ اے میرے پیغمبر! آپ ان سے پوچھئے کہ ساتوں آسمانوں کا رب کون ہے اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ۔ آپ ان سے کہیے، تو پھر تم اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں ہو؟ اے میرے پیغمبر! آپ ان سے پوچھئے کہ اگر تمہیں معلوم ہے تو بتاؤ کہ ہر چیز کی بادشاہی کس کے ہاتھ میں ہے، اور جو سب کو پناہ دیتا ہے اور اس کی مرضی کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دی جاسکتی ہے؟ وہ یہی جواب دیں گے کہ ہر چیز کا بادشاہ صرف اللہ ہے، آپ ان سے کہیے تو پھر تم جادو کیے ہوئے کی طرح کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو۔''

ان آیات میں بیان کیا جا رہا ہے کہ اے میرے رسول! اگر اپ ان کافروں سے پوچھیں کہ زمین اور اس پر موجود تمام مخلوقات کا مالک کون ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے اور وہی ان کا مالک ہے۔ تو پھر آپ ان سے پوچھیے کہ تم اتنی بات کا ادراک نہیں کر پاتے، جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا ہے، وہ انہیں دوبارہ پیدا کرنے پر یقیناً قادر ہے۔

اور اے میرے رسول! اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ ساتوں آسمان اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ ان کا رب اللہ ہے، پھر آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تم لوگ یہ جاننے کے باوجود اس کے ساتھ کسی کو شریک بناتے ہو، اور قرآن اور رسول کو جھٹلاتے ہو تو کیا تم اس کے عذاب سے ڈرتے نہیں ہو؟!

اور اے میرے رسول! اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ہر چیز کا مالک کون ہے اور کس کے ہاتھ میں ہر چیز کا خزانہ ہے۔ کون ہے وہ جسے چاہتا ہے پناہ دیتا ہے، اور کوئی نہیں جو اسے روک دے، اور جسے وہ نقصان پہنچانا چاہے، کوئی نہیں جو اسے بچا لے؟ تو وہ کہیں گے کہ اللہ کے سوا کوئی ان باتوں پر قادر نہیں ہے، تو پھر آپ ان سے کہہ دیجیے کہ یہ جانتے ہوئے کیوں دھوکہ کھاتے ہو اور کیوں بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہو؟!

باب نمبر 56

انبیاء کرام علیہم السلام کے دعوت توحید کا انداز

سیّدنا نوح علیہ السلام:

نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے تو قوم کو توحید کی دعوت اس طرح دیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵۹ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۶۰ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۱ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۲ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۶۳ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ۝۶۴﴾

(الأعراف: ٥٩ تا ٦٤)

”ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا، تو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! تم لوگ اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، میں تمہارے بارے میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ ان کی قوم کے سربراہوں نے کہا، بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں۔ نوح نے کہا، اے میری قوم! میں گمراہ نہیں ہوں، بلکہ رب العالمین کا ایک رسول ہوں۔ میں

اپنے رب کے پیغامات تم تک پہنچاتا ہوں، اور تمہارا خیر خواہ ہوں، اور میں اللہ کی جانب سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم لوگ نہیں جانتے ہو۔ کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہے کہ تمہارے رب کی وحی تم ہی میں سے ایک آدمی پر نازل ہوئی ہے، تاکہ تمہیں ڈرائے، اور تاکہ تم اللہ سے ڈرو، اور تاکہ تم پر اللہ کی رحمت ہو۔ پس ان لوگوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھ کشتی میں سوار لوگوں کو نجات دے دی، اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی انہیں ڈبو دیا، بے شک وہ لوگ دل کے اندھے تھے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ ان آیات کے تحت اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''عبداللہ بن عباس اور دیگر ائمہ تفسیر سے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے جب کوئی نیک آدمی مر جاتا تو لوگ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے۔ اور اس کی تصویر اس پر لٹکا دیتے، پھر مرورِ زمانہ کے ساتھ لوگ ان بزرگوں کے مجسّمے بنا کر ان کی پوجا کرنے لگتے، اور جب ان کا شرک حد سے آگے بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بھیجا تاکہ پھر سے انہیں ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیں۔ چنانچہ جب انہوں نے اپنی دعوت کا اعلان کیا تو ان کی قوم کے سرداروں نے انہیں سخت گمراہ قرار دیا۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ہر دور میں فاسقوں اور فاجروں کا یہی حال رہا ہے کہ وہ نیک لوگوں کو بے وقوف اور گمراہ سمجھتے رہے ہیں۔

نوح علیہ السلام نے کہا کہ میں گمراہ نہیں بلکہ اللہ کا رسول ہوں، اور تمہیں اس کا پیغام پہنچا رہا ہوں، اور میں تمہارے لیے مخلص ہوں اور اللہ کی جانب سے میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، لیکن ان کی قوم ان کی تکذیب و مخالفت مین تیز تر ہوتی گئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے مومن ساتھیوں کو بچا لیا، اور ان کے دشمنوں کو طوفان کے ذریعہ ہلاک کر دیا۔'' (تیسیر الرحمن)

نوح علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹے سے فرمایا تھا ''میں تمہیں ''لا الہ الا اللّٰہ'' پڑھنے کا حکم دیتا ہوں، اس لیے کہ یہ ساتوں آسمان اور زمینیں اگر ترازو کے ایک پلڑے میں ہوں، اور ''لا الہ الا اللّٰہ'' دوسرے پلڑے میں ہو تو ''لا الہ الا اللّٰہ'' کا پلڑا بھاری ہوگا، اور اگر ساتوں آسمانوں اور زمین ایک حلقہ کی شکل میں ہوں تو ''لا الہ الا اللّٰہ'' انہیں توڑ کر ریزہ ریزہ کردے۔'' [1]

سیدنا ھود علیہ السلام

﴿وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾﴾

(الأعراف: ٦٥ تا ٧٢)

---

[1] مسند احمد، ۲/ ۲۲۵، رقم: ۷۱۰۱۔ الادب المفرد، رقم: ۵۴۸۔ شیخ شعیب ارناؤط نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

''اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا، اس نے کہا، اے میری قوم! تم لوگ اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے تو کیا تم لوگ پرہیزگار نہیں بنو گے۔ اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کی راہ اختیار کی، انہوں نے کہا کہ ہم تو تجھے احمق پا رہے ہیں، اور بے شک ہم تجھے جھوٹا سمجھ رہے ہیں۔ ہود نے کہا، اے میری قوم! میں بے وقوف نہیں ہوں، بلکہ میں تو رب العالمین کا ایک رسول ہوں۔ کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہے کہ تمہارے رب کی وحی تم ہی میں سے ایک آدمی پر نازل ہوئی ہے، تاکہ تمہیں ڈرائے اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں قومِ نوح کے بعد اپنا خلیفہ مقرر کیا، اور دوسروں کے مقابلہ میں تمہیں زیادہ قوت و جسامت عطا کی۔ پس تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا، کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم صرف ایک اللہ کی بندگی کریں اور ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا بندگی کرتے تھے، پس اگر تو سچا ہے تو وہ عذاب لے آ جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے۔ ہود نے کہا، تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب آ کر رہے گا، کیا تم لوگ مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو، جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے اپنی طرف سے رکھ لیے ہیں جس کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری ہے، تو پھر انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ پس ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے نجات دی۔ اور ہماری آیتوں کی تکذیب کرنے والوں کی جڑ ہی کاٹ دی، اور وہ لوگ اہل ایمان نہیں تھے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''آیت (۶۵) سے (۷۲) تک ہود علیہ السلام اور ان کی قوم (قوم عاد) کا قصہ بیان کیا گیا ہے، یہ لوگ عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے،

زبردست جسمانی قوت کے مالک تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ان کا مسکن عمان اور حضر موت کے درمیان ریگستانی علاقہ تھا۔ ہود علیہ السلام اسی قوم کے ایک شریف خاندان سے تھے جنہیں اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے نبی بنا کر بھیجا تھا، لیکن سخت تھے۔ انہوں نے ہود علیہ السلام کو احمق اور بے وقوف قرار دیا اور جھوٹا بتایا، اور ہزار کوششوں کے باوجود راہ راست پر نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔ قرآن کریم میں کئی جگہ یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ نے انہیں طوفانی ہوا کے ذریعہ ہلاک کیا تھا جو آٹھ دن اور سات رات تک مسلسل چلتی رہی تھی۔'' (تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ ﴾ (الأعراف : ۷۳)

''اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، اس نے کہا، اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس کھلی دلیل آ چکی ہے، یہ اللہ کی اونٹنی ہے جسے اللہ نے تمہارے لیے بطور نشانی بھیجا ہے، تم لوگ اسے چھوڑ دو اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے، اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ، ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''سورۂ اعراف آیت (۷۳) سے (۷۹) تک صالح علیہ السلام اور ان کی قوم (قوم ثمود) کا واقعہ بیان کیا گی ہے۔ ثمود عربوں کا ایک قبیلہ تھا، یہ لوگ ثمود بن عامر بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے، ان کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے اور قومِ عاد کے بعد تھا۔ ان کا مسکن حجاز اور شام کے درمیان وادی قریٰ اور اس کے

اردگرد تھا اور یہ بہت ہی طاقتور لوگ تھے۔ اپنی جسمانی طاقت اور قوت بازو کے زور سے پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر مکانات بنایا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ ۹ ھ میں تبوک جاتے ہوئے ان کی بستیوں سے گزرے تھے جنہیں مدائن صالح کہا جاتا ہے صحیحین اور مسند احمد میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تبوک جاتے ہوئے قوم ثمود کے گھروں کے پاس رکے تو لوگوں نے ان کے کنوؤں کا پانی پیا اور آٹا گوندھ کر کھانا پکانے لگے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اپنی ہانڈیاں انڈیل دیں اور گوندھا ہو آٹا اُونٹوں کو کھلا دیں، پھر وہاں سے چل کر اس کنواں کے پاس آئے جس سے صالح علیہ السلام کی اونٹنی پیتی تھی۔ اور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو قوم ثمود کے گھروں میں داخل ہونے سے منع فرمایا، اور کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہیں وہ عذاب اپنی گرفت میں نہ لے لے۔

صالح علیہ السلام اسی قوم کے ایک شریف خاندان سے تھے، اللہ نے انہیں اس قوم کی ہدایت کے لیے نبی بنا کر بھیجا تھا، انہوں نے اپنی قوم کو تمام انبیاء کی طرف توحید کی دعوت دی، لیکن بہت کم اور کمزور لوگوں نے ان کی بات مانی۔ جب صالح علیہ السلام نے انہیں مزید ڈرایا اور اللہ کا خوف دلایا تو انہوں نے ایک نشانی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ وہ نشانی ایک اونٹنی ہو جو پہاڑ سے نکل کر سامنے آ جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا، لیکن پھر بھی بہت ہی کم لوگ ایمان لائے اور اکثر و بیشتر نے تمرد اور سرکشی کی راہ اختیار کی، اور اس اونٹنی کو قتل کر دیا تو صالح علیہ السلام نے کہا کہ اب تم لوگ اللہ کے عذاب کا انتظار کرو۔ اللہ نے انہیں بدھ، جمعرات اور جمعہ تین دن کی مہلت دی، جیسا کہ سورۂ ہود کی آیت (۶۵) میں آیا ہے: ﴿فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ﴾ ''(پس صالح نے) کہا، تم لوگ تین دن تک اپنے گھروں میں فائدہ اٹھا لو۔'' اور سینچر کے دن صبح کے وقت ایک عظیم فرشتہ نے ان کے درمیان

ایسی چیخ ماری کہ ان کے دل اور ان کی روحیں ہل گئیں اور سب کے سب مر گئے۔ اس کے بعد صالح علیہ السلام نے لاشوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا کہ اے میری قوم! میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور تمہاری خیر خواہی میں کوئی کمی نہیں کی تھی، لیکن تم لوگوں نے اپنے خیر خواہوں کو کبھی بھی پسند نہیں کیا، پھر وہاں سے چلے گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے بعد مقتولینِ قریش کے سامنے جن کی لاشیں کنویں میں ڈال دی گئی تھیں ایسا ہی کہا تھا، اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حیرت و استعجاب پر کہا تھا، اللہ کی قسم! وہ تم سے زیادہ اچھی طرح سن رہے ہیں، لیکن جواب نہیں دے سکتے۔" (تیسیر الرحمن)

سیدنا شعیب علیہ السلام

سیّدنا شعیب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾﴾

(الأعراف: ٨٥)

"اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، اس نے کہا، اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی دلیل آ چکی ہے، پس تم لوگ ناپ اور تول پورا کرو، اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں فساد نہ پیدا کرو، اگر تم لوگ مومن ہو تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ ان آیات کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

"آیت (۸۵) سے (۹۳) تک شعیب علیہ السلام اور ان لوگوں کا واقعہ مذکور ہے جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے انہیں نبی بنا کر بھیجا تھا۔ مدین قبیلہ کا نام تھا جس کی نسبت مدین بن ابراہیم خلیل کی طرف تھی اور شعیب علیہ السلام اسی قبیلہ کے ایک فرد تھے۔ ان کے والد کا نام میکیل بن یشجر بن مدین تھا، ان کا شہر حجاز کے راستہ میں "معان" کے قریب واقع تھا۔

ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انہی کو قرآن نے اصحاب ایکہ بھی کہا ہے۔ لیکن عکرمہ اور سدی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو دو قوموں کی طرف بھیجا تھا، اصحاب مدین کی طرف جنہیں اللہ نے چیخ کے ذریعہ ہلاک کر دیا، اور دوبارہ اصحاب ایکہ کی طرف جنہیں ایک بادل کے ذریعہ ہلاک کیا جس میں آگ کے شرارے تھے۔

شعیب علیہ السلام کی قوم شرک باللہ کے علاوہ دوسری سماجی گھناؤنی بیماریوں میں مبتلا تھی۔ یہ لوگ ناپ تول میں کمی بیشی کرتے تھے۔ راستے میں لوگوں کو ڈرا دھمکا کر ان کا مال چھین لیتے تھے، ان سے جبری ٹیکس وصول کرتے تھے۔ اور جو لوگ شعیب علیہ السلام کی باتیں سننے کے لیے آنا چاہتے تھے، انہیں راستے میں روک کر طرح طرح سے بہکاتے تھے۔

شعیب علیہ السلام نے انہیں توحید کی طرف بلایا اور شرک سے ڈرایا اور جو دوسری اخلاقی اور اجتماعی بیماریاں ان میں پائی جاتی تھیں ان کی برائی بیان کر کے ان سے باز آ جانے کی ترغیب دلائی، اور انہیں اللہ کی یہ نعمت یاد دلائی کہ ایک ان کی تعداد بہت کم تھی تو اللہ نے ان کی نسل میں برکت دی اور وہ کثیر تعداد میں ہو گئے۔" (تیسیر الرحمن)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے اسلوبِ دعوت کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ لِأَبِيهِ ءَازَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا ءَالِهَةً ۖ إِنِّىٓ أَرَىٰكَ وَقَوْمَكَ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٧٤﴾ وَكَذَٰلِكَ نُرِىٓ إِبْرَٰهِيمَ مَلَكُوتَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ ٱلْمُوقِنِينَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ ٱلَّيْلُ رَءَا كَوْكَبًا ۖ قَالَ هَٰذَا رَبِّى ۖ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَآ أُحِبُّ ٱلْءَافِلِينَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَءَا ٱلْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا رَبِّى ۖ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِى رَبِّى لَأَكُونَنَّ مِنَ ٱلْقَوْمِ ٱلضَّآلِّينَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَءَا ٱلشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّى هَٰذَآ أَكْبَرُ ۖ فَلَمَّآ أَفَلَتْ قَالَ يَٰقَوْمِ إِنِّى بَرِىٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿٧٨﴾ إِنِّى وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِى فَطَرَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ حَنِيفًا ۖ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿٧٩﴾ ﴾ (الانعام: ٧٤ تا ٧٩)

’’اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا، کیا تم بتوں کو اپنا معبود بناتے ہو۔ بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔ اور اس طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت دکھاتے تھے، تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوجائیں۔ پس جب رات آ گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا، کہا یہ میرا رب ہے، پس جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ پس جب انہوں نے چاند کو نکلا ہو دیکھا، تو کہا یہ میرا رب ہے، پس جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی تو میں بے شک گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا۔ پس جب انہوں نے آفتاب کو نکلا ہوا دیکھا، تو کہا یہ میرا رب ہے، یہ سب سے بڑا ہے، پس جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا، اے میری قوم! میں ان معبودوں سے بری ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک بناتے ہو۔ میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اورزمین کو پیدا کیا ہے، اس حال میں کہ میں نے اللہ کے سوا سب سے منہ موڑ لیا ہے، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔‘‘

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ جو مشرکین دینِ اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں انہیں بتا دیجئے کہ ابراہیم علیہ السلام جن کی محبت کا وہ دم بھرتے ہیں اور جن کی طرف اپنی نسبت پر فخر کرتے ہیں، انہوں نے تو اللہ کی خاطر اپنے مشرک باپ کی بھی پرواہ نہیں کی، اور اس کے مشرکانہ کردار و اعمال کا برملا انکار کیا۔

یہ آیت اس پر قطعی دلیل ہے کہ ''آزر'' ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تھا ''ملکوت' بروزن رہبوت وجبروت، مبالغہ کے وزن پر مصدر ہے۔ اس کا معنی ''ملک عظیم'' ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد آسمانوں اور زمین میں موجود عجائب و غرائب ہیں۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز ان کے سامنے کھول کر رکھ دی، اور انہوں نے عرش تک اور زمین کی آخری تہہ تک سب کچھ کا مشاہدہ کیا۔ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی خلقت اور ان میں موجود عجائب و غرائب میں غور کر کے اپنی وحدانیت پر استدلال کرنے کی دعوت دی، تاکہ توحید باری تعالی پر ان کا یقین مزید مستحکم ہو جائے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ابراہیم کا باپ اور اس کی قوم اصنام، شمس وقمر اور ستاروں کی پرستش کرتی تھی۔ ابراہیم نے چاہا کہ ان کی اس دینی غلطی کو واضح کر دیں کہ جن باطل معبودوں کی پرستش وہ کرتے ہیں ان میں سے کوئی بھی معبود بننے کا مستحق نہیں ہے، اسی لیے ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں ڈوب جانے والے اور غائب ہو جانے والے کو پسند نہیں کرتا، اس لیے کہ ایسی حقیر صفت اللہ تعالیٰ کی نہیں ہو سکتی۔''

آیت (۷۷) میں قوم براہیم کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جو آدمی چاند کو اپنا معبود بنا لے وہ یقیناً گمراہ ہے، اور یہ کہ راہِ حق کی طرف ہدایت اللہ کی توفیق اور اس کے لطف

وکرم سے ملتی ہے۔

اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام نے پہلے اپنی قوم کی گمراہی کی طرف اشارہ کیا، اور جب ستارہ ڈوب گیا تو کہا کہ میں ڈوب جانے والوں سے محبت نہیں کرتا ہوں۔ اور جب ان کے دل میں ان کے عقیدہ کے باطل ہونے کا شبہ پیدا کر دیا، اور چاند بھی ڈوب گیا تو دوسری بار صراحت سے کہہ دیا کہ تم لوگ گمراہ ہو، اس لیے کہ چاند جو ڈوب جایا کرتا ہے وہ معبود نہیں ہوسکتا۔

لیکن ابھی سورج کے معبود ہونے کی تردید کرنی باقی تھی، اسی لیے سورج کے اچھی طرح طلوع ہونے کا انتظار کیا اور جب طلوع ہو چکا تو اپنی مُشرک قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ شاید یہ میرا رب ہو، یہ سب سے بڑا ہے ،اور مقصود مناظرانہ انداز میں اس کی تردید کرنی تھی۔ چنانچہ کچھ ہی گھنٹوں کے بعد جب وہ بھی ڈوب گیا، اور قوم نے ان کے ساتھ اس کے ڈوب جانے کا نظارہ کر لیا، اور اس کی ضعف اور ناقص ہونے کا یقین کر لیا، تو ان کو دوبارہ مخاطب کر کے کہا کہ اے میری قوم! ذرا بتاؤ تو سہی کہ ایسی بے ثبات اور حقیر چیز معبود کیسے ہوسکتی ہے؟ میں تمہارے شرکیہ اعمال اور جھوٹے معبودوں سے براءت کا اعلان کرتا ہوں۔ آیت (۷۹) میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اب میں نے اپنی نیت اور اپنی ہر عبادت اور عمل صالح کو اللہ کے لیے خالص کر دیا ہے، اور اپنے قلب و روح کی گہرائیوں میں اسی کی محبت کو بسا لیا ہے ، اس ذات پاک کی محبت جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور تمام ادیان باطلہ اور عقائد فاسدہ سے دوری اختیار کرتے ہوئے اعلان کرتا ہوں کہ میں مشرک نہیں ہوں۔ (تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ

إِفْكًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١٧﴾

(العنکبوت : ١٦ تا ١٧)

''اور ہم نے ابراہیم کو بھی نبی بنا کر بھیجا، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا، تم لوگ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، اگر تم کچھ جانتے ہو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ تم اللہ کے سوا صرف بتوں کی پرستش کرتے ہو اور اللہ پر بہتان تراشتے ہو۔ بے شک اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو، وہ تمہارے روزی کے مالک نہیں ہیں، پس تم لوگ اللہ سے روزی طلب کرو، اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر ادا کرو، تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''ابراہیم علیہ السلام کو بھی اللہ تعالی نے اہل بابل کے لیے نبی بنا کر بھیجا، انہی میں سے ان کا باپ آزر بھی تھا۔ انہوں نے انہیں صرف اللہ کی بندگی کی دعوت دی، شرک ومعاصی سے ڈرایا۔ اور کہا کہ تم لوگ اللہ کے سوا جن بتوں کی پرستش کرتے ہو، اور افترار دازی کرتے ہوئے، انہیں اپنا معبود سمجھتے ہو تو یہ تمہارے کام نہیں آئیں گے۔ تمہاری روزی اور نفع ونقصان کا مالک تو صرف اللہ ہے، اس لیے عبادت بھی صرف اسی کی کرو، اور اسی نے تمہیں بے شمار نعمتیں دی ہیں، اس لیے شکر بھی صرف اُسی کا ادا کرو اور یاد رکھو کہ مرنے کے بعد تمہیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے اپنے اعمال کا حساب اسی کو دینا ہے، اس لیے صرف اسی کی عبادت کرو اور اسی کو راضی کرو۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک جگہ فرمایا:

﴿ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ ﴾ (مریم: ٤٣)

''اے میرے والد! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے، اس لیے آپ میری پیروی کیجیے، تاکہ میں سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہنمائی کروں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہایت نرمی اور ادب کے ساتھ اپنے باپ کو حق کی طرف بلایا، اور کہا ابا جان! میرے پاس کچھ ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے، اس لیے ناراض نہ ہوئیے اور میری بات مان لیجیے، تاکہ میں آپ کو اس راہ پر لے چلوں جو اعتدال کی راہ ہے، اس میں نہ یہ افراط ہے کہ جو عبادت کا مستحق نہیں ہے اس کی عبادت کی جائے اور نہ تفریط ہے کہ جو عبادت کا مستحق ہے اس کی عبادت چھوڑ دی جائے، اور یہی حال اخلاق و اعمال کے باب میں بھی ہے کہ یہ راہ ہر اچھے اخلاق و اعمال کی طرف لے جاتی ہے، اور برے اخلاق و اعمال سے دور رکھتی ہے، اور یہ بھی سکھاتی ہے کہ اگرچہ عرف عام میں بیٹا باپ کی پیروی کرتا ہے، لیکن حق یہ ہے کہ حق کی اتباع کی جائے، اور جو محتاجِ ہدایت ہے وہ انسانِ کامل کی پیروی کرے۔ وباللہ التوفیق۔'' (تیسیر الرحمن)

سیدنا یعقوب علیہ السلام

سیّدنا یعقوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ ﴾

(البقرۃ : ۱۳۳)

''کیا جب یعقوب کی موت قریب تھی تو تم لوگ وہاں موجود تھے؟ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ مرے بعد تم لوگ کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہ ہم آپ اور آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود، ایک اللہ

کی عبادت کریں گے، اور ہم اسی (ایک اللہ) کے اطاعت گزار ہیں۔''

یہود ونصاریٰ پر حجت تمام کرنے کے لیے سیّدنا یعقوب علیہ السلام کی وصیت بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے بھی اپنے بیٹوں کو مرنے سے پہلے دین اسلام پر چلنے کی وصیت کی تھی۔

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْاَ نْبِیَاءُ اِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ ، اُمَّھَاتُھُمْ شَتّٰی وَدِیْنُھُمْ وَاحِدٌ)) ❶

''انبیاء کرام آپس میں علاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے۔''

سیدنا یوسف علیہ السلام

سیّدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿١٠١﴾ ﴾ (یوسف: ۱۰۱)

''اے میرے رب! تو نے مجھے بادشاہت عطا کی، اور خوابوں کی تعبیر کا علم دیا، اور اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے! دنیا وآخرت میں تو ہی میرا یار ومدد گار ہے، مجھے بحیثیت فرمانبردار دنیا سے اٹھا اور نیک لوگوں سے ملا دے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے جب اپنی نعمت یوسف علیہ السلام پر تمام کر دی، والدین اور بھائیوں کو ان کے پاس پہنچا دیا اور انہیں علم نبوت، علمِ تعبیرِ رؤیا اور مصر کی عظیم بادشاہت سے نوازا، تو انہوں نے اپنے رب سے دُعا کی کہ اے اللہ! تو میری باقی عمر تک ان نعمتوں کی حفاظت کر، اور جب موت آئے تو اسلام پر آئے، اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کر دے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یوسف علیہ السلام نے موت کی تمنا کی

❶ صحیح مسلم، رقم: ۲۹۴۰ـ مسند احمد: ۴۰۶/۲ـ فتح الباری: ۴۹۳/۶.

تھی اور اس کے بعد وفات پا گئے۔ لیکن جمہور اہل علم کی رائے یہ ہے کہ انہوں نے اس دعا کے ذریعہ موت کی تمنا نہیں کی تھی، بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ جب موت آئے تو اسلام پر آئے۔'' (تیسیر الرحمن)

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۖ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٦﴾ قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ۚ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۚ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٧﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٨﴾ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٠﴾﴾ (یوسف: ٣٦ تا ٤٠)

''اور یوسف کے ساتھ دو نوجوان بھی جیل میں داخل ہوئے تھے، ان میں سے ایک نے کہا، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ شراب نچوڑ رہا ہوں، اور دوسرے نے کہا، میں نے دیکھا ہے کہ اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں جس میں سے چڑیاں کھا رہی ہیں، آپ ہمیں اس کی تعبیر بتا دیجیے، ہم آپ کو نیک آدمی سمجھتے ہیں۔ یوسف نے کہا، جو کھانا تمہیں دیا جاتا ہے، اسے تمہارے پاس آنے سے پہلے میں تمہیں اس کی تفصیل بتا دوں گا، یہ اس علم کا ایک حصہ ہے جو میرے رب

نے مجھے دیا ہے‘ میں نے اس ان لوگوں کا دین وملت چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، اور آخرت کا بھی انکار کرتے ہیں۔ اور میں نے اپنے باپ دادے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کا دین اختیار کرلیا ہے، ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک بنائیں، یہ (عقیدۂ توحید) ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے، لیکن اکثر لوگ اللہ کا شکر نہیں ادا کرتے ہیں۔ اے جیل کے ساتھیوں! کیا کئی مختلف معبود اچھے ہیں یا اللہ جو ایک اور زبردست ہے۔ اللہ کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، وہ صرف نام ہیں جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری ہے، ہر حکم اور فیصلے کا مالک صرف اللہ ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی صحیح دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ ان آیات کے تحت رقمطراز ہیں:

”جب یوسف علیہ السلام کو جیل میں داخل کیا گیا تو انہی دنوں یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل میں دونوں جوان بھی داخل کیے گئے، ایک بادشاہ کا ساقی اور دوسرا نانبائی۔ کہتے ہیں کہ ان دونوں نے بادشاہ کے کھانے میں زہر ڈالا تھا۔ یوسف نے ان دونوں کو ایک دن معموم دیکھا تو سبب دریافت کیا، انہوں نے کہا کہ ہم دونوں نے الگ الگ خواب دیکھا ہے جس نے ہمیں مغموم بنا کر دیا ہے۔ یوسف نے کہا کہ تم دونوں اپنا اپنا خواب بیان کرو۔ ایک ساتھی نے کہا، میں نے دیکھا ہے کہ انگور نچوڑ رہا ہوں، اور دوسرے نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ سر پر روٹی ہے جس میں چڑیا کھا رہی ہے۔ اس کے بعد دونوں نے کہا کہ ہم میں سے دونوں کے خواب کی تعبیر بتا دو، ہم سمجھتے ہیں کہ تم خواب کی تعبیر کا علم رکھتے ہو۔ یوسف نے ان کے خوابوں کی تعبیر بتانے سے پہلے انہیں بتانا چاہا کہ وہ ان عام لوگوں میں سے نہیں ہیں، جو محض اپنے گمان سے خواب کی تعبیر بتاتے ہیں جو

بسا اوقات غلط ہوتی ہے، بلکہ وہ تو غیب کی بھی بعض باتیں بتاتے ہیں، اور اپنی بات میں مزید زور پیدا کرنے کے لیے کہا کہ تم دونوں کا کھانا آنے سے پہلے میں بتا دوں گا کہ کھانے کے لیے کیا آ رہا ہے، اور یہ علم مجھے اللہ کی جانب سے بذریعہ الہام ملا ہے، اس میں کہانت اور علم نجوم کا کوئی دخل نہیں ہے، اور یہ بات یوسف علیہ السلام نے اس لیے کہی تاکہ آئندہ جو دعوتِ توحید ان کے سامنے پیش کرنے والے تھے اسے دونوں آسانی سے قبول کر لیں۔

انہوں نے ان دونوں کو یہ بھی بتانا چاہا کہ مجھے جو یہ رتبۂ بلند ملا ہے اور یہ الہامی علم حاصل ہوا ہے تو اس کا سبب ہے کہ میں نے ان لوگوں کے دین کو قبول نہیں کیا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، بلکہ میں اپنے آباء واجداد ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دین پر ایمان لے آیا جو اللہ کے انبیاء تھے، اور اس تفصیل سے ان کا مقصد انہیں یہ بھی بتانا تھا کہ میں خانوادۂ نبوت کا چشم و چراغ ہوں، تاکہ جب ان کے سامنے اپنی دعوت رکھیں تو وہ غور سے سنیں، اور ((وَمَا كَانَ لَنَآ)) میں یوسف علیہ السلام نے جمع کی ضمیر اپنے ساتھ ان دونوں کا بھی اعتبار کر کے استعمال کی، اس لیے کہ بظاہر انہیں یقین ہو چلا تھا کہ وہ دونوں ان کی دعوت کو قبول کر لیں گے۔ اور ((اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ)) میں ''مِنْ شَيْءٍ'' شرک کے عمومِ نفی کی تاکید کے لیے لایا گیا ہے کہ چاہے کوئی چھوٹی چیز ہو یا کوئی حقیر شے ثابت ہو یا فرشتہ یا کوئی جن ہو یا کوئی اور چیز، اسے اللہ کا شریک بنانا حرام ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی وحدانیت کا اقرار اور کسی کو اس کا شریک نہ بنانا موحد مسلمانوں کے لیے بہت بڑی نعمت ہے، لیکن اکثر لوگ اللہ کے ناشکرے بندے ہوتے ہیں، اسی لیے نہ اس پر ایمان لاتے ہیں، نہ ہی اس کی توحید کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اور نہ اس کی شریعت پر عمل کرتے ہیں۔

دونوں کے سامنے اپنا عقیدہ بیان کرنے کے بعد اب نہایت ہی حکمت و دانائی

کے ساتھ ان کی قوم کے مشرکانہ عقیدہ کی خرابی بیان کرنے کے لیے انہی سے سوال کیا کہ اے جیل کے میرے دونوں ساتھیو! انسانوں کے لیے کئی معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ جس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا؟ تم لوگ اللہ کے سوا جن بتوں کی عبادت کرتے ہو، تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے بغیر کسی حجت و برہان کے ان کے نام ''معبود'' رکھ لیے ہیں۔ مالک اور حاکم تو اللہ ہے، دین وعبادت کے معاملے میں اسی کا حکم چلتا ہے، اور اس نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، اس لیے کہ عبادت غایت خشوع وخضوع کو کہتے ہیں جس کا حقدار وہ اللہ ہے جو حقیقی عظمت والا ہے۔ اور یہ توحید باری تعالیٰ جو اس کی کمالِ عظمت پر دلالت کرتی ہے، صحیح اور برحق دین ہے، لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے ہیں، اسی لیے اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں۔''

(تیسیر الرحمن)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۝ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝﴾

(طٰہٰ: ۹ تا ۱٤)

''اور کیا آپ کو موسیٰ کے واقعہ کی اطلاع ہے۔ جب انہوں نے ایک آگ دیکھی تو اپنے بال بچوں سے کہا کہ تم لوگ ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے، شاید میں تمہارے لیے اس میں سے ایک چنگاری لے آؤں، یا آگ کے پاس راستے کا صحیح

پتہ پا جاؤں۔ پس جب وہاں پہنچے تو انہیں پکارا گیا، اے موسیٰ! بے شک میں آپ کا رب ہوں، اپنے جوتے اتار دیجئے، آپ طوی نامی مقدس وادی میں ہیں۔ اور میں نے آپ کو چن لیا ہے، آپ پر جو وحی کی جاتی ہے، اسے غور سے سنئے۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لیے آپ میری عبادت کیجئے، اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کیجیے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''یہاں بیان کیا جا رہا ہے کہ تمام انبیاء کرام کی دعوت کا مقصد یہی توحید باری تعالیٰ تھا، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام جو ایک بڑے نبی اور رسول تھے، ان سے جب اللہ تعالیٰ کوہ طور پر ہم کلام ہوئے تو انہیں ان کے رسول ہونے کی خبر دینے کے بعد جو پہلی بات کہی، وہ یہی تھی کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے۔

موسیٰ علیہ السلام ''مدین'' میں دس سال گزار کر اپنی بیوی کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوئے تو مصلحتِ الٰہی کے مطابق کوہِ طور کے قریب راستہ کھو بیٹھے، موسم سرما کی سرد اور اندھیری رات تھی انہیں روشنی اور آگ دونوں کی ضرورت تھی کوہِ طور کی طرف سے انہیں آگ کی روشنی نظر آئی تو اپنی بیوی سے بطور خوشخبری کہا کہ تم یہیں رکی رہو میں تمہارے لیے آگ لے کر آتا ہوں، یا شاید وہاں کوئی آدمی مل جائے جو ہماری رہنمائی کرے۔ موسیٰ علیہ السلام جب آگ کے قریب پہنچے تو وہاں معاملہ ہی دوسرا تھا۔ وہاں وادی کے داہنے جانب ایک درخت تھا جو بقعۂ نور بنا ہوا تھا، وہاں سے آواز آئی، موسیٰ! میں آپ کا رب ہوں، اور آپ سے مخاطب ہوں، اور آپ اس وقت مقدس وادئ طویٰ میں کھڑے ہیں، اپنے رب کے لیے تعظیم وتواضع اور ادب کا اظہار کرتے ہوئے جوتا اتار دیجئے۔ مفہوم یہ ہے کہ اپنے جوتے اتار دیجئے تاکہ وادئ مقدس کی برکات قدموں کے راستے آپ کے جسم میں سرایت کر جائیں۔ اور میں نے آپ کو اس زمانے کے تمام لوگوں کے درمیان سے چن لیا

ہے، اور اپنی پیغامبری کے لیے منتخب کرلیا ہے، اس لیے اب آپ پر جو وحی نازل ہونے جارہی ہے، اسے غور سے سنئے، اور اس کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار ہو جایئے۔ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس لیے صرف میری عبادت کیجئے اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کیجئے۔''

(تیسیر الرحمن)

﴿ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿١٧﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿١٨﴾ وَ اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿١٩﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿٢٠﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿٢١﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿٢٢﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿٢٣﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿٢٤﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿٢٥﴾ ﴾

(النازعات : ۱۷ تا ۲۵)

''آپ فرعون کے پاس جایئے وہ سرکش ہو گیا ہے۔ پھر اس سے کہئے، کیا تو چاہتا ہے کہ کفر وشرک سے پاک ہو جائے۔ اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں تاکہ تو اس سے ڈرنے لگے۔ پھر موسیٰ نے سب سے بڑا معجزہ دکھایا۔ تو اس نے جھٹلا دیا اور نافرمانی کر بیٹھا۔ پھر پیٹھ پھر کر چل دیا (فساد پھیلانے کی) کوشش کرنے لگا۔ پھر اس نے لوگوں کو جمع کیا، پھر پکارا، اور کہا کہ میں ہی تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ پس اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! کیا آپ کو موسیٰ ابن عمران کے واقعے کی خبر ہے جب انہوں نے پاک اور مقدس وادی (طویٰ) میں اپنے رب کو پکارا، تو ان کے رب نے انہیں بتایا کہ اس کے سوا ان کا کوئی معبود نہیں اور انہیں صرف اپنی عبادت کا حکم دیا، پھر انہیں حکم دیا کہ وہ شاہِ مصر (فرعون) کے پاس

جائیں جس نے سرکشی کی راہ اختیار کر لی ہے، اور اللہ کے بندوں کو اپنی بندگی پر مجبور کر دیا ہے۔ اور اس سے کہیں کہ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم ظلم و سرکشی اور شرک باللہ سے تائب ہو جاؤ، اور میں تمہارے رب کی راہ دکھاتا ہوں تا کہ تم اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس پر ایمان لے آؤ، فرائض کو بجا لاؤ اور گناہوں سے بچو۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے دو بڑے معجزوں (ید بیضاء اور عصائے موسیٰ) کا اظہار کیا۔ ان کی لاٹھی سانپ بن کر زمین پر دوڑنے لگی، لیکن فرعون نے ان کے پیش کردہ معجزات کی تکذیب کی، انہیں جادوگر کہا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور کبر و غرور کا اظہار کرتے ہوئے مجلس سے اٹھ کر چل دیا، اور دل میں ٹھان لیا کہ وہ موسیٰ کے پیش کردہ معجزوں کا شیطانی سازشوں اور حیلوں کے ذریعے مقابلہ کرے گا۔

پھر اس نے اپنی قوم اور اپنی فوج کو جمع کیا اور ان کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کی دعوتِ توحید باری تعالیٰ کا انکار اور اپنے معبود ہونے کا اعلان کیا کہ لوگو! میں ہی تمہارا سب سے بڑا معبود ہوں سورۃ القصص آیت (۳۸) میں اللہ تعالیٰ نے اس کے دعوئے الوہیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: ((مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي)) لوگو! مجھے معلوم نہیں ہے کہ میرے سوا تمہارا کوئی دوسرا معبود ہے۔" بعض مفسرین نے ((نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ)) کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کے سامنے اپنے معبود ہونے کا دوبارہ اعلان کیا۔ پہلی بار اس نے ابتدائے دعوتِ موسیٰ میں کہا کہ میں نے ملک کا ایک ایک چپہ ڈھونڈ لیا ہے، مجھے میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ملا اور اس کے چالیس سال کے بعد اس نے دوبارہ اپنی قوم اور اپنے لشکر کے سامنے اس کا اعلان کیا کہ میں ہی تمہارا سب سے بڑا معبود ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ان دونوں طاغوتی دعوؤں کی

پاداش میں اسے ہلاک کر دیا، اور اس کی ذلت ورسوائی اور ہلاکت کو رہتی دنیا تک کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا۔'' (تیسیر الرحمن)

امام الانبیاء نبی کریم ﷺ:

قرآن مجید میں مذکور ہے:

﴿قُلْ إِنِّيٓ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ ٱللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ ٱلدِّينَ ﴿١١﴾ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ ٱلْمُسْلِمِينَ ﴿١٢﴾ قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ ٱللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُۥ دِينِي ﴿١٤﴾﴾

(الزمر: ۱۱ تا ۱۴)

اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی بندگی اس کے لیے دین کو خالص کر کے کرتا ہوں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں پہلے درجے کا مسلمان بنوں۔ اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو میں ایک بڑے دن (یعنی قیامت) کے عذاب سے ڈرتا ہوں (اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے، میں تو اپنی بندگی کو اللہ کے لیے خالص کر کے صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ وہ مشرکینِ قریش کو یہ بتا دیں کہ مجھے تو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ کی عبادت کروں، اور اس کے سوا کسی کی طرف التفات نہ کروں۔ (آیت ۱۲) اور مجھے اس بات کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ اخلاص وعمل اور اطاعت و بندگی میں تمام مسلمانوں سے آگے ہوں، چنانچہ آپ پہلے آدمی تھے جس نے اپنے آباواجداد کے دین کی مخالفت کی اور لوگوں کو توحید کی طرف بلایا۔

(آیت ۱۳) اور مجھے کفارِ قریش کو یہ بھی کہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر میں نے اپنے

رب کی نافرمانی کی، اور کافروں کی بات مان کر غیر اللہ کی عبادت کی، تو ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن پکڑ نہ لیا جاؤں اور عذاب میں نہ مبتلا کر دیا جاؤں۔

شوکانی نے ابوحمزہ یمانی اور ابن المسیب کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت سورۃ الفتح کی آیت ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ﴾ کے ذریعہ منسوخ ہوگئی ہے جس میں اللہ نے آپ کو خبر دی ہے کہ ان کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔

(آیت ۱۴) اور مجھ سے یہ بات بھی بتا دینے کا حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ کی ہی عبادت کرتا ہوں، میری عبادت میں شرک کا شائبہ تک نہیں ہوتا ہے۔ اے مشرکین مکہ! اگر تم میری دعوت قبول نہیں کرتے ہو اور توحید کا انکار کرتے ہو، اس کے سوا غیروں کے سامنے سر ٹیکتے رہو، تمہیں عنقریب اپنا انجام معلوم ہو جائے گا"

(تیسیر الرحمن)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنْذِرٌ ۖۗ وَّ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾﴾

ص : ٦٥ تا ٦٦)

"اے میرے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں، اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، جو اکیلا ہے، سب پر غالب ہے۔ جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کا رب ہے، زبردست ہے، بہت بڑا معاف کرنے والا ہے۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ ان آیات کے تحت لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ مشرکینِ قریش کو ایک ایسی بات کہیں جس میں ان کے لیے ان کے کفر و شرک پر دھمکی کے ساتھ توحید فی العبادۃ

کی دعوت بھی ہو، چنانچہ فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کفارِ قریش سے کہہ دیجئے کہ میں اللہ کے عذاب سے ہر اس شخص کو ڈرانے والا ہوں جو کفر کی راہ اختیار کرے گا اور اللہ کی بجائے شیطان کی عبادت کرے گا۔ اور ان سے آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، جو اپنی ذات وصفات اور ربوبیت وعبادت میں تنہا اور لاشریک ہے، اور اپنی تمام مخلوقات پر قاہر وغالب ہے، اور آسمانوں اور زمین اور ان کے دمیان کی ہر چیز کا مالک اور ان میں بلا شرکت غیرے تصرف کرنے والا ہے، اور جب نافرمانوں کو سزا دیتا ہے تو کوئی اسے مغلوب نہیں کرسکتا، اور ہر اس شخص کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے جو صدقِ دل سے اس کے حضور توبہ کرتا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

باب نمبر 57

''لا الہ الا اللہ'' کی شہادت کا صحیح معنی ومفہوم

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾ ﴾ (التوبة: ٣١)

''ان لوگوں نے اپنے عالموں اور عابدوں کو اللہ کی بجائے معبود بنا لیا، اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انہیں صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا، جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''عیسائیوں کا ایک مجرمانہ فعل یہ بھی تھا کہ انہوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ کے بجائے اپنا معبود بنا لیا، یعنی جب ان کے دنیا دار عالموں نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنایا تو انہوں نے ان کی پیروی کی۔ امام احمد، ترمذی، اور ابن جریر وغیرہم نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ان کی گردن میں چاندی کی صلیب لٹک رہی تھی۔ (انہوں جاہلیت کے زمانہ میں عیسائیت کو قبول کر لیا تھا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ((اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ)) تو میں نے کہا کہ عیسائیوں نے اپنے عالموں کی عبادت تو نہیں کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، انہوں نے حلال کو حرام، اور حرام کو حلال بنایا تو لوگوں نے ان کی

بات مانی اور ان کی پیروی کی ، یہی ان کی عبادت ہے۔''

انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ کے بجائے اپنا معبود بنا لیا، حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔''

(تیسیر الرحمن)

ذیل میں ہم چند احادیث ذکر کرتے ہیں جن سے اِس کلمہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے:

سیّدنا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ)) [1]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دیا ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ''لا الہ الا اللہ'' کہا۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهِ)) [2]

''روز قیامت لوگوں میں میری سفارش کا زیادہ مستحق وہ ہوگا، جس نے خلوص دل سے ''لا الہ الا اللہ'' کہا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار کر لے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا جس جس کی عبادت کی جاتی ہے، ان سب کا انکار کر دے تو اس کا مال وخون حرام یعنی محفوظ ہو گیا، اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔'' [3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں ان میں سے افضل

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلوٰة، رقم: ۴۲۵.

[2] صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم: ۹۹.

[3] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۲۵.

"لا الہ الا اللہ" کہنا ہے۔" ❶

شیخ عبداللہ ناصر الرحمانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں: لا الہ الا اللہ کا اصل معنی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام "شفعاء وانداد" کی عبادت سے مکمل براءت کا اعلان کر دیا جائے، اور اکیلے اللہ تعالیٰ کو عبادت کا مستحق قرار دے دیا جائے، یہی ہدایت اور دینِ حق ہے جسے انبیاء کرام لے کر آئے، اور جس کا مفصل بیان لے کر اللہ تعالیٰ کی کتابیں نازل ہوئیں۔ جو انسان محض "لا الہ الا اللہ" پڑھ لے، اور نہ تو اس کے معنی کی معرفت ہو اور نہ ہی اس کے مقتضی پر عمل ہو۔ اسی طرح جو انسان اہل توحید میں سے ہونے کا دعویٰ کرے، اور وہ توحید کو پہچانتا ہی نہ ہو تو اس شخص سے اس کی توحید یا اس کا "لا الہ الا اللہ" کہنا کچھ کفایت نہ کرے گا، اور جو شخص عدم معرفت اور عدم علم کے ساتھ ساتھ کسی عبادت میں غیر اللہ کو بھی اللہ کا شریک بنا لیتا ہے، مثلاً دعا، خوف، ذبح، نذر، توبہ وانابت وغیرہ تو وہ مشرک ہے۔ (والعیاذ باللہ) ❷

سورۂ یٰسین میں مذکور ہے:

﴿ وَ مَالِيَ لَآ أَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٢﴾ ءَ أَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً إِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَّ لَا يُنْقِذُوْنِ ﴿٢٣﴾ إِنِّيْٓ إِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ ﴾ (یس : ٢٢ تا ٢٤)

"اور مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس اللہ کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے، اور تم سب کو اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں اس کے سوا ایسے معبود بنا لوں کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کوئی کام نہ آئے گی، اور نہ وہ مجھے بچا سکیں گے۔ اگر میں ایسا کروں گا تو صریح گمراہی میں پڑ جاؤں گا۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ١٥٣.

❷ توحید الہ العالمین، ص: ١٦٧.

''پھر اس مرد مومن نے دعوت کے لیے غایت درجہ کا حکیمانہ اسلوب اختیار کرتے ہوئے جو بات لوگوں سے کہنی تھی، اس کا مخاطب اپنے آپ کو بناتے ہوئے کہا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ میں اس ذات برحق کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے، یعنی کیا وجہ ہے کہ تم لوگ اس اللہ کی وحدانیت کے قائل نہیں ہوتے ہو جو تمہارا خالق ہے، اور مرنے کے بعد جس کے پاس تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔ کیا یہ بات کس طرح عقل میں آتی ہے کہ میں اس خالق و مالک کل کو چھوڑ کر ایسے بے جان بتوں کی پرستش کروں، کہ اگر اللہ مجھے کسی تکلیف میں مبتلا کر دے، تو وہ میرے کسی کام نہ آئیں گے، نہ وہ اللہ کے پاس سفارشی بن سکتے ہیں اور نہ ہی خود اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں۔ یعنی یہ کتنی بڑی حماقت آمیز بات ہوگی کہ جن بتوں کو میں اپنے ہاتھوں سے تراشوں انہی کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں۔ اگر میں ایسا کروں گا تو کھلم کھلا گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ لوگو! سن لو کہ میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا جو ہم سب کا خالق و رازق اور مالکِ کل ہے یعنی گواہ رہو کہ میں رب العالمین پر ایمان رکھتا ہوں، اور بتوں کا انکار کرتا ہوں۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ يٰقَوْمِ مَا لِيْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَى النَّارِ ۝۴۱ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؗ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۝۴۲ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَا فِي الْاٰخِرَةِ وَ اَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝۴۳ ﴾ (المؤمن : ٤١ تا ٤٣)

''اور اے میری قوم کے لوگو! حیرت ہے کہ میں تو تمہیں جہنم سے چھٹکارے کی دعوت دیتا ہوں، اور تم مجھے جہنم جانے کی دعوت دیتے ہو۔ تم مجھے دعوت دیتے ہو

کہ میں اللہ کا انکار کر دوں، اور اس کا شریک ایسی چیزوں کا بناؤں جن کے معبود ہونے کا مجھے کوئی علم نہیں ہے، اور میں تمھیں اس اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو زبردست ، بڑا معاف کرنے والا ہے۔تم مجھے جن جھوٹے معبودوں کی بندگی کی دعوت دیتے ہو، بے شک وہ اس لائق نہیں کہ انہیں دنیا میں پکارا جائے، اور نہ آخرت میں ہی (انہیں شفاعت کے لیے پکارا جائے گا)، اور بے شک ہم سب کو اللہ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے، اور بے شک حد سے تجاوز کرنے والے جہنمی ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مردِ مومن نے فرعونیوں سے کہا: اے میری قوم کے لوگو! میں تو تمھیں راہِ نجات پر چلنے کی دعوت دیتا ہوں، اور بتاتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور موسیٰ اس کے رسول ہیں، اور تم لوگ مجھے کفر وشرک کی طرف دعوت دیتے ہو، اور اللہ کے ساتھ جھوٹے معبودوں کو شریک بنانے کو کہتے ہو جن کے معبود ہونے کا مجھے علم نہیں ہے، اور میں تمھیں اس اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو زبردست ہے، اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا ہے، اور جو بڑا معاف کرنے والا ہے۔جن اصنام کی عبادت، کی تم لوگ مجھے دعوت دیتے ہو، انہیں پکارنے کا نہ تو دنیا میں کوئی فائدہ ہے کہ وہ ہماری تکلیفوں اور مصیبتوں کو دور کر دیں گے، اور ہماری ضرورتیں پوری کر دیں گے، اور نہ ہی آخرت میں ہمارے سفارشی بن کر عذاب کو ٹال سکیں گے، کیونکہ وہ تو پتھر ہیں۔ایک دوسرا مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت کہیں بھی پکارے جانے کے حقدار نہیں ہیں، اس لیے کہ وہ مٹی اور پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔

یاد رکھو کہ ہمیں ہر حال میں لوٹ کر اللہ کے پاس ہی جانا ہے، اور اس دنیا میں جو لوگ حد سے تجاوز کریں گے، اللہ کا انکار کریں گے، لوگوں پر ظلم کریں گے، بے

گناہوں کا خون بہائیں گے، آخرت میں انکا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

مفسیرین لکھتے ہیں کہ مردِ مومن کی اس بات میں اشارہ تھا کہ فرعون اور اس کے پیروکار کفر وظلم میں حد سے تجاوز کر گئے ہیں، اور بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ناحق قتل کرتے ہیں، اور یہ کہ موسیٰ کے قتل کا ارادہ ظلم میں حد سے بڑھ جانا ہے جس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔'' (تیسیر الرحمن)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنِّيٓ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ ٱللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ ٱلدِّينَ ﴿١١﴾ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ ٱلْمُسْلِمِينَ ﴿١٢﴾ قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ ٱللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُۥ دِينِي ﴿١٤﴾﴾

(الزمر: ۱۱ تا ۱٤)

''اے میرے نبی ! آپ کہہ دیجئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی بندگی اس کے لیے دین کو خالص کر کے کرتا رہوں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں پہلے درجہ کا مسلمان بنوں۔ اے میرے نبی! آپ کہہ دیجئے اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو میں ایک بڑے دن (یعنی قیامت) کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اے میرے نبی، آپ کہہ دیجئے، میں تو اپنی بندگی کو اللہ کے لیے خالص کر کے صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ وہ مشرکینِ قریش کو یہ بتا دیں کہ مجھے تو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ کی عبادت کروں، اور اس کے سوا کسی کی طرف التفات نہ کروں، اور مجھے اس بات کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ اخلاص وعمل اور اطاعت وبندگی میں تمام مسلمانوں سے آگے رہوں۔ چنانچہ آپ پہلے آدمی تھے جس نے اپنے آباء واجداد کے دین کی مخالفت کی، اور لوگوں کو توحید کی طرف

بلایا۔‘‘

(آیت ۱۳) اور مجھے کفار قریش کو یہ بھی کہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور کافروں کی بات مان کر غیر اللہ کی عبادت کی، تو ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن پکڑ نہ لیا جاؤں اور عذاب میں نہ مبتلا کر دیا جاؤں۔

شوکانی نے ابوحمزہ یمانی اور ابن المسیب کا قول نقل کیا ہے۔ یہ آیت سورۃ الفتح کی آیت (۲) ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ﴾ کے ذریعہ منسوخ ہوگئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی ہے کہ ان کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔ اور مجھے یہ بات بھی بتا دینے کا حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ کی ہی عبادت کرتا ہوں، میری عبادت میں شرک کا شائبہ تک نہیں ہوتا ہے۔ اے مشرکین مکہ! اگر تم میری دعوت قبول نہیں کرتے ہو توحید کا انکار کرتے ہو، تو اس کے سوا غیروں کے سامنے سر ٹیکتے رہو، تمہیں عنقریب اپنا انجام معلوم ہو جائے گا۔‘‘ (تیسیر الرحمن)

باب نمبر 58

تعویذ پہننا ناجائز ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۗ قُلْ أَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ أَوْ أَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۗ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۗ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٣٨﴾﴾ (الزمر: ۳۸)

''اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے، تو وہ کہیں گے انہیں اللہ نے بنایا ہے، آپ کہہ دیجیے تمہارا کیا خیال ہے، جن معبودوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا وہ جھوٹے معبود اللہ کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر دیں گے، یا وہ مجھے اپنی رحمت سے نوازنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو مجھ سے روک دیں گے، آپ کہہ دیجیے کہ میرے لیے اللہ کافی ہے، بھروسہ کرنے والے صرف اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں کفارِ مکہ کی جہالت و نادانی اور ان کی کم عقلی بیان کی گئی ہے کہ آپ جب ان سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ تو فوراً جواب دیں گے کہ اللہ ہے، تو پھر وہ لوگ خالق ارض و سماوات کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہیں؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبانی ان سے پوچھا کہ اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف دینی چاہے، تو تم لوگ جن بتوں

کی پرستش کرتے ہو، کیا وہ میری اس تکلیف کو دور کر دیں گے؟ اور اگر وہ مجھے اپنے فضل وکرم سے نوازنا چاہے تو کیا وہ بت اس سے روک دیں گے؟ جواب یقیناً نفی میں ہے، اس لئے کہ ان کے اندر نفع ونقصان پہنچانے کی طاقت نہیں ہے۔ اس لیے اے کفارِ قریش! میرا یہ اعلان سن لو کہ میرا اللہ میرے لیے کافی ہے، میں اسی پر بھروسہ کروں گا اور اسی کی عبادت کروں گا، کیونکہ تمام بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

تعویذ لٹکانے کی ایک قباحت یہ بھی ہے کہ انسان کا توکل اللہ تعالیٰ سے اُٹھ جاتا ہے، اوراس کا بھروسہ اسی تعویذ پر ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ((مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ)) ''جس نے کوئی چیز لٹکائی وہ اسی کے سپرد کر دیا گیا۔'' [1]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

''جھاڑ پھونک، تعویذ، گنڈے اور تولہ یعنی محبت پیدا کرنے کے منتر شرک ہیں۔'' [2]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے تمیمہ لٹکایا اللہ تعالیٰ اس کا کوئی کام پورا نہ فرمائے، اور جس نے ودعہ یعنی سیپی لٹکائی اللہ تعالیٰ اسے کبھی آرام نہ دے۔''

اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ:

''جس نے تمیمہ لٹکایا اس نے شرک کیا۔'' [3]

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الطب، رقم: ۲۰۷۲، صحیح الترغیب والترھیب، رقم: ۳۴۵۶.

[2] مسند احمد ۳۸/۱، رقم: ۳۶۱۵۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، رقم: ۳۸۸۳۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[3] مسند احمد ۱۵۴/۴، رقم: ۱۷۴۰۴، مسند ابی یعلیٰ، رقم: ۱۷۵۹، مستدرك حاکم ۴۱۷/۴، رقم: ۸۳۳۸، امام حاکمؒ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

باب نمبر 59

غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا حرام ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾﴾

(الانعام: ۱۶۲ تا ۱۶۳)

''آپ کہیے کہ میری نماز، اور میری قربانی، اور میرا جینا، اور میرا مرنا، اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے، اور میں اللہ کا پہلا فرمانبردار بندہ ہوں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ مشرکین کو بتا دیں جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور غیروں کے نام پر ذبح کرتے ہیں کہ وہ ان کی تمام شرکیہ باتوں میں ان کے مخالف ہیں، اور ان کی نماز، ان کی قربانی اور ان کی زندگی، ان کی موت، سب رب العالمین کے لیے مخصوص ہے۔ آخر میں نبی کریم ﷺ نے کہا کہ میں اس امت کا پہلا مسلمان ہوں۔'' (تیسیر الرحمن)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَلْعُوْنٌ مَنْ سَبَّ اَبَاهُ، مَلْعُوْنٌ مَنْ سَبَّ اُمَّهُ ، مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ)) [1]

---

[1] صحيح الجامع الصغير، رقم: ۵۸۹۱.

’’وہ شخص لعنتی ہے جو اپنے باپ کو گالی دے، وہ لعنتی ہے جو اپنی ماں کو گالی دے، وہ لعنتی ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے۔‘‘

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ان (مشرکین مکہ) نے جس توحید کا انکار کیا تھا، اس کا تقاضا یہ بھی ہے کہ غیر اللہ سے فریادرسی اور دعا سے اجتناب کیا جائے، غیر اللہ کے لیے ذبح نہ کیا جائے، اور اس کے علاوہ تمام عبادات جو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، غیر اللہ کے لیے ترک کر دی جائیں۔ (تحذیر الساجد)

اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار باتیں بتائیں:

’’اللہ تعالیٰ کی اس شخص پر لعنت ہو جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے، اور اللہ تعالیٰ کی اس شخص پر لعنت ہو جو اپنے والدین پر لعنت بھیجے، اور اللہ تعالیٰ کی اس شخص پر لعنت ہو جو کسی بدعتی کو پناہ دے، اور اللہ تعالیٰ کی اس شخص پر لعنت ہو جو زمین کے نشانات تبدیل کرے۔‘‘ [1]

سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’ایک شخص جنت میں داخل ہوا ایک مکھی کی وجہ سے، ایک دوسرا شخص مکھی ہی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو گیا۔‘‘ صحابہ کرام نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ کیسے ہوا، تو آپ نے فرمایا: ’’دو شخص ایک قوم کے پاس سے گزرے، جن کا ایک بت تھا جس پر کچھ چڑھاوا چڑھائے بغیر کوئی نہ گزر سکتا تھا: (انہوں نے دونوں مسافروں کو پکڑ لیا) ایک سے کہا، کچھ چڑھاوا چڑھاؤ، اس نے جواب دیا کہ میرے پاس چڑھانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ کچھ تو چڑھانا پڑے گا، خواہ ایک مکھی ہی سہی، اس نے ایک مکھی کا چڑھاوا پیش کر دیا اور انہوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا، یہ شخص جہنم میں داخل ہو گیا۔ پھر انہوں نے دوسرے شخص سے کہا، اب تم چڑھاوا پیش کرو، اس مردِ مومن نے جواب دیا، میں غیر اللہ

[1] صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، رقم: ٥١٢٤.

کے نام پر کوئی چڑھاوا نہیں چڑھاتا، انہوں نے اسی وقت اس کی گردن اڑا دی، اور وہ سیدھا جنت میں جا پہنچا۔'' ❶

اور سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''ایک شخص نے بوانہ مقام پر ایک اونٹ ذبح کرنے کی نیت مانی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بابت سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہاں کبھی دور جاہلیت میں پوجے جانے والے بتوں میں سے کوئی بت رہا؟ صحابہ نے عرض کیا، نہیں۔ آپ نے فرمایا'' کیا وہاں کبھی کسی میلے یا عرس کا انعقاد ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا، نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اب تم اپنی نذر پوری کر سکتے ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر پوری کرنا جائز نہیں، اور نہ ہی اس چیز میں جو ابنِ آدم کی ملکیت میں نہ ہو۔'' ❷

❶ کتاب الزھد، للإمام احمد بن حنبل، ص: ۳۳، رقم: ۸۴۔ حلیة الاولیاء، لابی نعیم: ۱/۲۰۳۔

❷ صحیح سنن ابی داؤد، کتاب الایمان والنذور، رقم: ۳۳۱۳۔ سنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰/۸۳۔ طبرانی کبیر، قم: ۱۳۴۱۔

باب نمبر 60

غیر اللہ کے نام نذر و نیاز دینا حرام ہے

اللہ کے بندے اسی کے نام کی نذر مانتے ہیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ ﴾

(الدھر : ۷)

”اللہ کے وہ بندے اپنی نذریں پوری کرتے ہیں، اور روز قیامت سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیل جانے والا ہوگا۔“

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی نذر مانے تو ضرور اللہ کی اطاعت کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی نذر مانے تو وہ اللہ تعالی کی نافرمانی نہ کرے۔“ [1]

سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((اَلنَّذْرُ نَذْرَان: فَمَا كَانَ مِنْ نَذْرٍ فِيْ طَاعَةِ اللّٰه ، فَذَالِكَ لِلّٰهِ ، وَفِيْهِ الْوَفَاءُ ، وَمَا كَانَ مِنْ نَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰه ، فَذَالِكَ لِلشَّيْطَان ، وَلَا وَفَاءَ فِيْهِ ، وَيُكَفِّرُهُ مَا يُكَفِّرُ الْيَمِيْنَ)) [2]

”نذر دو طرح کی ہے، پس جو نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہو وہ تو اللہ کے لیے ہے، اور اسے پورا کرنا چاہیے، اور جو نذر اللہ کی نافرمانی میں ہو وہ شیطان کے لیے

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذو، رقم: ٦٦٩٦.

[2] صحیح سنن نسائی، کتاب الایمان، رقم: ٣٨٤٥.

ہے، اسے پورا نہیں کرنا چاہئے، اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۲۷ ﴾

(البقرة : ۲۷)

’’جو اللہ سے کیے گئے عہد کو توڑتے ہیں۔ اور جن کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، اسے کاٹتے ہیں، اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔‘‘

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

’’اہل فسق کی صفت بیان کی جا رہی ہے کہ یہ اپنے رب سے اور دوسرے انسانوں سے کیے گئے عہود و مواثیق کی پرواہ نہیں کرتے۔ اللہ کے اوامر کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور نواہی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ایمان اور اظہارِ عبودیت کے ذریعہ اپنا تعلق اس کے ساتھ استوار کریں، اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کریں، وہ اس طرح کہ ان پر ایمان لائیں، ان سے محبت کریں اور ان کی اتباع کریں۔ اسی طرح والدین، خویش و اقارب، دوست و احباب اور تمام بندگان اللہ کے ساتھ حسبِ مراتب اپنا رشتہ صحیح رکھیں، اور سب کے حقوق ادا کرتے رہیں۔ اہل ایمان ان حقوق کا خیال رکھتے ہیں، اور حتیٰ المقدور ہر رشتے کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن اہل فسق تمام ہی رشتوں کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، دینِ حق کا مذاق اڑاتے ہیں اور لوگوں کو ایمان لانے سے روکتے ہیں، درحقیقت یہی لوگ گھاٹا اٹھانے والے ہیں، اس لیے کہ انہوں نے نقضِ عہد، قطعِ تعلقات اور فساد فی الارض کو اپنا شیوہ بنا لیا۔‘‘ (تیسیر الرحمن)

باب نمبر 61

غیر اللہ کی پناہ میں آنا شرک ہے

خالقِ ارض وسما اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿١﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿٢﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿٣﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۙ﴿٤﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿٥﴾﴾

(الفلق)

”اے میرے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ میں رب کی پناہ میں آتا ہوں۔ تمام مخلوقات کے شر سے، اور رات کی برائی سے جب اس کی بھیانک تاریکی ہر جگہ داخل ہو جاتی ہے، اور ان جادوگر عورتوں سے جو دھاگے پر جادو پڑھ کر پھونکتی ہیں اور گرہیں ڈالتی ہیں۔ اور حاسد سے جب وہ اپنا حسد ظاہر کرتا ہے۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: اے میرے نبی! آپ کہئے کہ میں صبح کے رب کی جناب میں پناہ لیتا ہوں، یا میں تمام مخلوقات کے رب کی پناہ لیتا ہوں، جن وانس اور دیگر تمام مخلوقات کے شر سے، چاہے وہ حیوانات ہوں یا جمادات یا اللہ کی کوئی بھی مخلوق ہو۔ اور میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے ذریعہ رات سے، جب اس کی بھیانک تاریکی ہر جگہ داخل ہو جاتی ہے اور چاند کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں جب اس کی روشنی مدھم ہو جاتی ہے۔

ترمذی اور نسائی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چاند کی طرف دیکھا اور کہا: اے عائشہ! اللہ کے ذریعہ اس کے شر سے پناہ مانگوں۔“

اس لیے کہ رات کے وقت جنوں اور انسانوں کے شیاطین چاروں طرف پھیل جاتے ہیں، اور اس وقت کفر وفسق، شر وفساد، چوری و خیانت اور دیگر معاصی کا ارتکاب زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح مشرکین، اہل نجوم اور جادوگر چاند کی عبادت کرتے ہیں، اسے وسیلہ بناتے ہیں، اور بیشمار جادو اور کفریہ باتوں کا تعلق چاند سے جوڑتے ہیں۔

اور میں ان جادوگر عورتوں سے پناہ مانگتا ہوں جو دھاگے پر جادو پڑھ کر پھونکتی ہیں، اور ان میں گرہیں ڈالتی ہیں۔ نسائی اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے گرہ ڈال کر اس میں پھونکا، اس نے جادو کیا اور جس نے جادو کیا اس نے شرک کیا، جس نے کسی چیز سے (اللہ کے سوا) اپنا تعلق جوڑا، اسے اسی چیز کے سپرد کر دیا گیا۔''

اور میں پناہ مانگتا ہوں حاسد کے حسد سے جب وہ اپنا حسد ظاہر کرتا ہے کہ محسود کو نقصان پہچائے، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حاسد کے مفہوم میں وہ آدمی بھی داخل ہے جس کی نظر لگ جاتی ہے، اس لیے کہ جو آدمی حاسد، بدطینت اور خبیث النفس ہوتا ہے اسی کی نظر بری ہوتی ہے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: میں نے حاسد سے زیادہ کسی ظالم کو مظلوم کے مشابہ نہیں دیکھا، یعنی حسد کے سبب ظالم ہوتا ہے، لیکن نعمت سے محرومی کے سبب مظلوم معلوم ہوتا ہے۔''

(تیسیر الرحمن)

سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص کسی جگہ جائے اور یہ الفاظ کہہ دے:

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ)) [1]

میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں ہر مخلوق کے شر سے''

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم: ۲۷۰۸.

تو اسے اسی جگہ سے واپس کوچ کرنے تک کوئی چیز نقصان نہیں دے گی۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝١ مَلِكِ النَّاسِ ۝٢ إِلَٰهِ النَّاسِ ۝٣ مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝٤ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝٥ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝٦ ﴾ (الناس)

''اے میرے نبی! کہہ دیجئے، میں انسانوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں انسانوں کے حقیقی بادشاہ کی پناہ میں۔ انسانوں کے تنہا معبود کی پناہ میں وسوسہ پیدا کرنے والے چھپ جانے والے شیطان کے شر سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ پیدا کرتا ہے چاہے وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ ان آیات کے تحت لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے رب کی جناب میں پناہ لیتا ہوں، لوگوں کے شاہِ حقیقی کی جناب میں، لوگوں کے تنہا معبود کی جناب میں، لوگوں کے سینوں میں وسوسہ پیدا کرنے والے شیطان کے شر سے۔ اور اس شیطان کی صفت یہ ہے کہ آدمی جب اپنے رب کی یاد سے غافل ہوتا ہے، تو وہ اس کے دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے اور جب غفلت سے چوکنا ہوتا ہے اور اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو وہ شیطان فوراً پیچھے ہٹ جاتا ہے اور چھپ جاتا ہے۔ اور وہ شیطان جنوں میں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا ساتھی شیطان لگا رہتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ ہوتا ہے؟ آپ نے کہا: ''ہاں'' لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی ہے اور وہ مسلمان ہو گیا ہے، اس لیے وہ مجھے صرف بھلائی کا حکم دیتا ہے۔''

اور صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے نبی

کریم ﷺ کی آپ کے اعتکاف کی جگہ میں زیادت کی۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ رات کے وقت نکلے تاکہ انہیں ان کے گھر تک پہنچا دیں۔ راستے میں دو انصاری صحابہ سے ملاقات ہوگئی۔ دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر تیز تیز چلنا شروع کر دیا، تو آپ نے کہا: ٹھہرو! یہ صفیہ بنت حُیی ہے۔'' دونوں نے کہا: سبحان اللہ، یا رسول اللہ! تو آپ نے کہا: شیطان، ابن آدم کے خون کے ساتھ اس کی رگوں میں دوڑتا رہتا ہے، اور مجھے ڈر ہوا کہ کہیں وہ تم دونوں کے دلوں میں کوئی برائی نہ ڈال دے۔''

اور امام احمد نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مسجد میں آیا اور بیٹھ گیا، تو آپ نے فرمایا: ''اے ابوذر! کیا تم نے نماز پڑھی؟ میں نے کہا، نہیں۔ آپ نے کہا: ''اٹھو اور نماز پڑھو۔'' ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے اٹھ کر نماز پڑھی پھر بیٹھ گیا۔ تو آپ نے کہا: ''اے ابوذر! انسانوں اور جنوں کے شیاطین کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ تو میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا انسانوں میں بھی شیاطین ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ''ہاں''

اور حسن بصری کا قول ہے: جنوں کا شیطان لوگوں کے سینوں میں وسوسہ پیدا کرتا ہے، لیکن انسانوں کا شیطان تو کھل کر سامنے آتا ہے۔ اور قتادہ کہتے ہیں کہ شیاطین جنوں میں بھی ہوتے ہیں اور انسانوں میں بھی، پس تم جنوں اور انسانوں کے شیاطین سے اللہ کی پناہ مانگتے رہو۔'' (تیسیر الرحمن)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ ، وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ یَمُوْتُوْنَ)) [1]

''میں تیری عزت کی پناہ پکڑتا ہوں، جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، مگر تو ہی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم: ۷۳۸۳۔

وہ ذات ہے جسے موت نہیں آتی، اور جن وانس کو موت آتی ہے۔“

نیز سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ ، وَيَقُوْلُ: إِنَّ أَبَا كُمَا كَانَا يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ، أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ ، مِن كُلِّ شَيْطَانٍ وَّ هَامَّةٍ ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ)) ❶

”نبی کریم ﷺ حسن اور حسین کے لیے پناہ طلب کیا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے باپ (یعنی ابراہیم علیہ السلام) بھی ان کلمات کے ذریعہ اسماعیل اور اسحاق کے لیے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ ”میں اللہ کی تعالیٰ کے پورے کلمات کے ذریعے ہر شیطان، ہر زہریلے جانور اور ہر نقصان پہنچانے والی نظر بد سے پناہ مانگتا ہوں۔“

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝﴾ (الجن : ٦)

”اور یہ کہ انسانوں میں سے بھی بعض لوگ جنوں کے بعض افراد کی پناہ لیتے تھے، تو انہوں نے ان جنوں کے کبر وسرکشی کو اور بڑھا دیا۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

”جنوں نے اپنی قوم کے افراد سے یہ بھی بتایا کہ اسلام آنے سے پہلے انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں کے کچھ افراد کے ذریعہ پناہ مانگتے تھے، اور جنوں کے گناہ اور اللہ سے ان کی سرکشی میں اضافہ کر دیتے تھے۔

ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں بعض آدمی جب کسی وادی میں رات گزارتے تو کہتے: میں اس وادی کے زبردست جن کے

---

❶ صحيح بخاري، كتاب احاديث الانبياء، رقم: ٣٣٧١.

ذریعہ پناہ مانگتا ہوں۔ تو یہ چیز جنوں کے گناہ اور اللہ سے ان کی سرکشی میں اضافہ کر دیتی تھی۔ اور ابن مردودیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے زمانۂ جاہلیت میں جب لوگ کسی وادی میں پڑاؤ ڈالتے، تو کہتے کہ ہم اس وادی کے سردار کے ذریعہ اس میں موجود برائی سے پناہ مانگتے ہیں، تو ان کی یہ بات جنوں کو بہت زیادہ پسند آتی۔

آیت کریمہ میں زمانۂ جاہلیت کے اسی اعتقاد کی طرف اشارہ ہے کہ وادیاں جنوں کے رہنے کی جگہیں ہیں، اور ان کے سردار ان میں پڑاؤ ڈالنے والوں کو دیگر جنوں سے بچاتے ہیں۔

ابن زید کہتے ہیں کہ اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی آدمی کسی وادی میں پڑاؤ ڈالتا تو کہتا: میں اس وادی کے سردار کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں۔ جب اسلام آ گیا تو لوگ اللہ کے ذریعہ پناہ مانگنے لگے اور جنوں کو چھوڑ دیا۔''

(تیسیر الرحمن)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾ قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا ﴿٢٢﴾ إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ ۚ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ﴿٢٣﴾﴾

(الجن: ۲۱ تا ۲۳)

''آپ کہہ دیجئے، میں تمہارے لیے کسی نقصان یا نفع کا مالک نہیں ہوں۔ آپ کہہ دیجئے، مجھے اللہ کے عذاب سے کوئی پناہ نہیں دے سکتا، اور میں اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں پاتا۔ میرا کام تو صرف اللہ کے احکام اور اس کے پیغاموں کو پہنچا دینا ہے، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، اس کے لیے جہنم کی آگ ہے اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ ان آیات کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

''آیت (۲۰) سے (۲۳) تک کا سبب نزولِ یہ ہے کہ کفارِ قریش نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ تم نے ایک بڑی بات کا دعویٰ کر دیا ہے، اور اپنے لیے تمام لوگوں کی عداوت خرید لی ہے تم اپنی دعوت سے باز آ جاؤ، اور ہم لوگ تمہاری حفاظت کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ باتیں کہنے کا حکم دیا جن کا ذکر ان آیات میں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے مرے نبی! آپ کہہ دیجئے میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں، اور صرف اسی کو پکارتا ہوں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا ہوں۔ اور یہ کوئی ایسی بُری بات نہیں ہے جس کے سبب تم سب میری عداوت پر متفق ہو گئے ہو۔ اے میرے نبی! آپ کفارِ قریش سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ میں نہ تمہیں نقصان پہنچانے پر قادر ہوں، نہ ہی میں تمہیں راہ راست پر لا سکتا ہوں۔ ایسی قدرت تو صرف اللہ کو حاصل ہے، اس لیے تم لوگ مجھ سے جلد عذاب لانے کا مطالبہ نہ کرو۔

اور میرے نبی! آپ ان کافروں سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ اگر اللہ مجھے تکلیف دینا چاہے تو کوئی مجھے بچا نہیں سکتا، اور اگر وہ ہلاک کرنا چاہے تو مجھے کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی۔

اے میرے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اللہ کا پیغامبر اور اس کا رسول ہوں۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، اور اس کے رسول کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا، اس کا ٹھکانا نارِ جہنم ہوگا جس میں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا۔'' (تیسیر الرحمن)

نیز فرمایا:

﴿قَالَ رَبِّ إِنِّيٓ أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِۦ عِلْمٌ ۖ وَإِلَّا

تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٤٧﴾ (ھود: ٤٧)

’’نوح نے کہا، اے میرے رب! میں تیرے ذریعہ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے کوئی ایسا سوال کروں جس کا مجھے کوئی علم نہیں۔ اور اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا، اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔‘‘

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

’’جب نوح علیہ السلام کو اس بات کا علم ہو گیا کہ اللہ سے ان کا سوال شریعت کے مطابق نہیں تھا، اور یہ محض ان کا وہم تھا کہ ممکن ہے کنعان مسلمان بنکر کشتی پر سوار ہو جائے گا، تو اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اللہ سے مغفرت و رحمت طلب کی۔‘‘

(تیسیر الرحمن)

باب نمبر 62

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی وبالِ ایمان ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳﴾ ﴾

(الزمر: ۱۳)

”اے میرے نبی! آپ کہہ دیجئے، اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو میں ایک بڑے دن (یعنی قیامت) کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔“

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ کفارِ قریش سے کہہ دیں کہ اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی، اور تمہاری بات مان کر غیر اللہ کی عبادت کی، تو ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن پکڑ نہ لیا جاؤں اور عذاب میں نہ مبتلا کر دیا جاؤں۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں، مجھے وصیت کیجئے، آپ نے فرمایا:

((عَلَیْكَ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَالتَّكْبِیْرِ ، عَلَی كُلِّ شَرَفٍ)) فَلَمَّا اَنْ وَلَّی الرَّجُلُ قَالَ:((اَللّٰهُمَّ اَطْوِلَهُ الْاَرْضَ و هَوِّنْ عَلَیْهِ السَّفَرَ)) [1]

”اللہ تعالیٰ سے ڈر اور تقویٰ کو لازم پکڑو، اور ہر اونچی جگہ پر (چڑھتے ہوئے) تکبیر ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہو۔ جب وہ لوٹ گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اس کے لیے زمین کو لپیٹ دے اور اس پر سفر کو آسان بنا دے۔“

اور جن سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے سائے میں سے سایہ دے گا ان

[1] صحیح سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ۳٤٤٥.

میں سے ایک یہ ہوگا:

((وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَ جَمَالٍ اِلٰى نَفْسِهَا قَالَ: اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰه)) ❶

''جس آدمی کو کسی خوبصورت منصب والی عورت نے اپنے نفس کی طرف (برائی کی غرض سے) بلایا، اور اس نے کہہ دیا، میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان کے پاس گئے وہ اس وقت موت کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ آپ نے اُس سے فرمایا: ''تو اپنے آپ کو کیسا پاتا ہے؟'' اس نے کہا:

((وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِيْ اَرجُو اللّٰهَ ، وَاِنِّيْ اَخَافُ ذُنُوْبِيْ))

''اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں، اور اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں۔''

آپ نے فرمایا: ''جس بندے کے دل میں بھی اس مقام پر یہ دو چیزیں جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا کر دیتا ہے، جس کی وہ امید رکھتا ہے، اور اسے اس چیز سے امن دے دیتا ہے، جس سے وہ ڈرتا ہے۔'' ❷

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝﴾

(التحریم: ۱۰)

''اللہ نے کافروں کے لیے مثال دی ہے نوح کی بیوی کی اور لوط کی بیوی کی ،

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الحدود، رقم: ٦٨٠٦.

❷ صحیح سنن ترمذی، کتاب الجنائز، رقم: ٩٨٣.

دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، ان دونوں (عورتوں) نے ان دونوں (نیک بندوں) کے ساتھ خیانت کی تو وہ دونوں اللہ کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام نہ آ سکے، اوران سے کہا جائے گا کہ تم دونوں آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔''

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے کافروں کے لیے نوح اور لوط کی بیویوں کی مثال بیان کی ہے، ان دونوں کے شوہر یعنی نوح ولوط علیہما السلام اللہ کے نیک بندے اور نبی تھے، لیکن ان دونوں بیویوں نے دین میں اپنے شوہروں کے ساتھ خیانت کی، یعنی ان کے لائے ہوئے دین کو قبول نہیں کیا، تو انبیاء سے ان کا اتصال انہیں قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے بچا نہ سکا۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ تم دونوں ان جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ جن کا انبیاء سے کوئی اتصال نہیں رہا ہے۔

آیت میں ''خیانت'' سے مراد ان انبیاء کے دین کو قبول نہ کرنا ہے، عزت و ناموس میں خیانت ہرگز مراد نہیں ہے، اس لیے کہ کسی نبی کی بیوی زانیہ نہیں ہوئی، اور یہ ہرگز مناسب نہیں تھا کہ کسی نبی کی بیوی زانیہ ہوتی۔'' (تیسیر الرحمن)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت اتری ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ (اے محمد!) اپنے رشتہ داروں کو ڈراؤ تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا: ''اے قریش کے لوگو! ایسا ہی جملہ کہا، اپنی جانیں بچاؤ، اللہ تعالیٰ کے سامنے میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکوں گا، اے عبد مناف کے بیٹو! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے کسی کام نہیں آ سکوں گا، اے صفیہ! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے کسی کام نہیں آ سکوں گا، اور اے فاطمہ! میرے مال سے جو چاہو مانگ لو، اللہ تعالیٰ کے سامنے میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکوں گا۔'' [1]

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٧٧١.

باب نمبر 63

شفاعت اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نہیں ہوگی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَ لَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴۳ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۴۴ ﴾ (الزمر: ٤٣ تا ٤٤)

''کیا لوگوں نے اللہ کے سوا کوئی سفارشی بنا رکھا ہے، آپ کہہ دیجئے اگر چہ وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں اور نہ عقل رکھتے ہیں۔ اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ ہر سفارش صرف اللہ کے لیے ہے، آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کے لیے ہے، پھر تم سب اسی کے پاس لوٹائے جاؤ گے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''مشرکین کو ان نشانیوں سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا، اور توحید باری تعالیٰ سے برگشتہ ہو کر بتوں کو اللہ کی جناب میں اپنا سفارشی بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے نبی کی زبانی فرمایا کہ یہ بت تمہارے سفارشی ہوں گے اگر چہ وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، اور نہ ہی ان کے پاس عقل ہے کیونکہ وہ تو مٹی اور پتھر کے بنے بت ہیں۔ شفاعت کی تمام قسموں کا مالک تو وہ اللہ ہے جو آسمان اور مین کا مالک ہے، اور اسی کے پاس سب کا لوٹ کر جانا ہے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا اس لیے شفاعت کی اجازت اسی سے طلب کرو۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک حدیث میں یوں آتا ہے کہ لوگ شفاعت کی غرض سے مختلف انبیاء علیہم السلام سے ہوتے

ہوئے نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَأَقُولُ أَنَا لَهَا فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي وَيُلْهِمُنِي مَحَامِدَ أَحْمَدُهُ بِهَا لَا تَحْضُرُنِي الْآنَ، فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ، وَأَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ، وَسَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ. فَأَقُولُ: يَارَبِّ، أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيُقَالُ: انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيْرَةٍ مِنْ إِيْمَان)) [1]

"(لوگ میرے پاس آئیں گے) تو میں کہوں گا کہ میں شفاعت کے لیے ہوں، اور پھر میں اپنے رب سے اجازت چاہوں گا، اور مجھے اجازت دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تعریفی کلمات مجھے الہام کرے گا، جن کے ذریعے میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کردوں گا، وہ کلمات اب مجھے یاد نہیں، چنانچہ جب میں ان تعریفی کلمات کے ساتھ تعریف کروں گا، اور سجدے میں گر جاؤں گا تو کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھا اور کہہ، تیری بات سنی جائے گی، سوال کر عطا کیا جائے گا، شفاعت کر تیری شفاعت قبول کی جائے گی، اس پر میں کہوں گا، اے میرے پروردگار! میری امت، میری امت، تو کہا جائے گا، جاؤ اور ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لو، جن کے دلوں میں جو کے دانے کے برابر ایمان ہے۔"

ایک جگہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ ۚ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهُ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۚ حَتّٰى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَ

[1] صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم: ٧٥١٠.

﴿هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۝﴾ (سبا: ۲۲ تا ۲۳)

"اے میرے نبی! آپ مشرکوں سے کہئے کہ جنہیں تم اللہ کے سوا معبود بنا بیٹھے ہوا نہیں پکارو تو سہی، وہ تو آسمان اور زمین کے ایک ذرہ کے برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں، اور نہ ان دونوں کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے، اور نہ ان لوگوں میں سے کوئی اس کا مددگار رہے، اور نہ اس کے نزدیک سفارش کام آئے گی، سوائے اس شخص کے جس کے لیے وہ سفارش کی اجازت دے گا، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے، تو آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے کہ تمہارے رب نے کیا کہا؟ تو اوپر والے فرشتے کہتے ہیں کہ "حق کہا ہے" اور وہ اونچی شان والا، بڑی کبریائی والا ہے۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

"قیامت کے دن سفارش اسی کی سنی جائے گی جسے اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا، اور سفارش اس کے حق میں سنی جائے گی جس کے لیے شفاعت کرنے کی اللہ تعالیٰ کسی کو اجازت دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو اس آیت کریمہ اور قرآن کریم کی دیگر کئی آیتوں میں بیان فرمایا ہے سورۃ النجم آیت (۲۶) میں ہے:

﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى﴾

"اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی، مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی۔ اپنی چاہت سے جس کے لیے چاہے اجازت دے دے"

مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت میں کفار کے اس قول کی تکذیب ہے کہ ان کے جھوٹے معبود ان کے لیے سفارشی بنیں گے۔" (تیسیر الرحمن)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۚ لَقَد تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنكُم مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٩٤﴾ ﴾ (الانعام: ٩٤)

''اورتم ہمارے پاس اکیلے آئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، اور وہ سب کچھ اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو ہم نے تمہیں دیا تھا۔اور ہم تمہارے ساتھ (آج) ان سفارشیوں کو نہیں دیکھ رہے ہیں جن کے بارے میں تمہارا خیال تھا کہ وہ (تمہاری پرورش و پرداخت میں) اللہ کے شریک ہیں، تمہارے آپس کے رشتے ٹوٹ گئے، اور تمہارا خیال بالکل غلط نکلا۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''میدانِ محشر میں بنی نوع انسان کی حالت کی منظر کشی کی گئی ہے کہ جب حساب و جزاء کے لیے اللہ کے سامنے ان کی پیشی ہوگی تو وہ بالکل تنہا ہوں گے، نہ ان کا مال ساتھ ہوگا نہ اولاد، اور نہ ہی وہ اصنام اور ان کے وہ چھوٹے معبود ساتھ ہوں گے جنہیں وہ اپنا سفارشی گمان کرتے تھے۔ پیدائش کے وقت ان کی جو حالت تھی اسی حال میں اٹھائے جائیں گے۔ ابن جریر طبری نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے جب یہ آیت پڑھی تو کہا، یا رسول اللہ! کیسی رسوائی کی بات ہوگی کہ میدانِ محشر میں مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو دیکھ رہے ہوں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اس دن ہر آدمی اپنی حالت میں گم ہوگا، کوئی کسی کی طرف نہیں دیکھ رہا ہوگا۔'' (تیسیر الرحمن)

نیز فرمایا:

﴿ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَ

﴿هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝﴾ (الأنبياء: ۲۸)

''وہ ان کے آئندہ اور گزشتہ تمام حالات کو جانتا ہے، اور وہ فرشتے صرف انہی کی سفارش کریں گے جن کے لیے اللہ (سفارش کو) پسند کرے گا، اور وہ اللہ کے ڈر سے کانپتے رہتے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''اس آیت کریمہ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ان فرشتوں کے اگلے پچھلے تمام احوال وکوائف کو محیط ہے، ان کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں ہے اور وہ فرشتے قیامت کے دن اللہ کے حضور صرف انہی کی سفارش کریں گا جن کے لیے اللہ تعالیٰ سفارش کیا جانا پسند کرے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ آیت (۲۵۵) میں فرمایا ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾

اس آیت کا مفہوم یہی ہے کہ قیامت کے دن اللہ کی اجازت کے بغیر انبیاء کرام فرشتے یا اللہ کے دیگر نیک بندے کسی کی شفاعت نہیں کریں گے، اور وہ فرشتے اللہ کی مرضی کے بغیر کسی کی شفاعت نہیں کریں گے۔ وہ تو خود ہی اللہ تعالیٰ کے قہر و جبروت سے شدید خائف ہوں گے۔'' (تیسیر الرحمن)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَلْقٰى اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلٰى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ، فَيَقُوْلُ لَهٗ اِبْرَاهِيْمُ: اَلَمْ اَقُلْ لَكَ: لَا تَعْصِيْنِي؟ فَيَقُوْلُ اَبُوْهُ: فَالْيَوْمَ لَا اَعْصِيْكَ، فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ: يَارَبِّ اِنَّكَ وَعَدْتَنِيْ اَنْ لَا تُخْزِيَنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ، فَاَيُّ خِزْيٍ اَخْزٰى مِنْ اَبِيْ الْاَبْعَدِ؟ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِنِّيْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَااِبْرَاهِيْمُ مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ؟ فَيَنْظُرُ فَاِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُلْتَطِخٍ

فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقَىٰ فِي النَّارِ)) ❶

ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ آزر کو اس حال میں دیکھیں گے کہ اس کے منہ پر سیاہی اور گردو غبار جما ہوگا، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کہیں گے ''میں نے دنیا میں تمہیں کہا نہیں تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟'' آزر کہے گا'' اچھا! آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا'' ابراہیم اپنے رب سے درخواست کریں گے۔'' اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے قیامت کے روز رسوا نہیں کروں گا، لیکن اس سے زیادہ رسوائی اور کیا ہوگی کہ میرا باپ تیری رحمت سے محروم ہے۔'' اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا'' میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے'' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے ابراہیم! تمہارے دونوں پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام دیکھیں گے کہ غلاظت میں لت پت ایک بجو ہے جسے (فرشتے) پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔''

❶ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، رقم: ۳۳۵۰.

باب نمبر 64

غلوّ کرنا ناجائز ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۖ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ انتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۘ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿١٧١﴾﴾ (النساء: ١٧١)

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو، اور اللہ کی شان میں حق بات کے علاوہ کچھ نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ بن مریم صرف اللہ کے رسول ہیں، اور اس کا کلمہ جسے اس نے مریم کی طرف پہنچا دیا اور اس کی طرف سے ایک روح، پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ، اور تین معبودوں کے قائل نہ بنو، اس سے باز آ جاؤ اسی میں تمہاری بہتری ہے، بے شک اللہ اکیلا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کی اولاد ہو، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اسی کی ملکیت ہے اور اللہ بحیثیت کارساز کافی ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو دین میں غلو کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ ہر دور میں یہ برائی ان کے اندر دوسروں کی بہ نسبت زیادہ پائی گئی، انہوں نے دین میں رہبانیت اور عورتوں سے کنارہ کشی کو ایجاد کیا، اور

عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا مقام دیا بلکہ علماء اور راہبوں تک کو اپنا معبود بنا لیا، جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾

''انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں معبود بنا لیا۔''

بخاری نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کے سلسلہ میں کیا، میں اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔''

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امتِ مسلمہ کو تنبیہ کی ہے کہ جس بیماری میں نصاریٰ مبتلا ہوئے، اس میں وہ مبتلا نہ ہوں۔ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو مقام نبوت سے اٹھا کر مقامِ الوہیت تک پہنچا دیا، اور انہیں اللہ کا بیٹا بنا دیا، حالانکہ اللہ نے انہیں مریم کے بطن سے بغیر باپ کے حضرت آدم کی طرح پیدا کر کے اپنی قدرتِ کاملہ کی ایک نشانی بنائی تھی، وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے اس سے زیادہ ان کی حیثیت نہ تھی، لیکن ان کے ماننے والوں نے انہیں اپنا معبود بنا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ بھی آپ کے معاملے میں حد سے تجاوز کر جائیں، اور انہیں مقامِ رسالت سے مقامِ ربوبیت تک پہنچا دیں۔

افسوس ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس بات سے ڈرتے تھے وہی ہوا، بہت سے اسلام کا دعویٰ کرنے والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا مقام دے دیا، اور آپ کو حاجت روا، مشکل کشا اور وہ سب کچھ سمجھنے لگے جو اللہ کی قدرت اور اس کی صفات میں داخل ہیں، اور (نعوذ باللہ) نقل کفر کفر نہیں ہوتا، پکار اُٹھے کہ:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم کرے، انہیں خالص توحید کی راہ پر ڈال دے اور قرآن وسنت کا سچا متبع بنا دے۔ (امین)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی نہ کرو، ایسی صفات کے ساتھ متصف نہ کرو جن کے ساتھ اس کا متصف ہونا محال ہے، جیسے یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ اپنی مخلوقات میں حلول کیے ہوئے ہے، نیز اللہ اور بندے یا یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ کی بیوی یا اس کا بیٹا ہے۔

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اس کے علاوہ کوئی رب نہیں۔ اس لیے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں عیسائیوں کے عقیدے کی تردید کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم صرف اللہ کے رسول ہیں، اللہ نے انہیں بغیر باپ اور بغیر طفے کے صرف کلمہ ''کن'' سے پیدا کیا۔ جیسے اس نے مریم بنت عمران تک جبرائیل علیہ السلام کی پھونک کے ذریعے پہنچایا، اور عیسیٰ ایک روح تھے، اور روح کی نسبت اللہ نے اپنی طرف عیسیٰ علیہ السلام کی طرف تکریم کے لیے کی ہے۔ بعض علماءِ تفسیر نے لکھا ہے کہ ''روح'' سے مراد مریم کے گریبان میں جبرائیل علیہ السلام کی وہ پھونک ہے جس کی وجہ سے اللہ کے حکم سے مریم کو حمل قرار پا گیا، اور اس پھونک کو ''روح'' اس لیے کہا گیا کہ وہ ایک ہوا تھی جو روح سے خارج ہوئی، اور اس کی نسبت اللہ نے اپنی طرف اس وجہ سے کی کہ وہ واللہ کے حکم سے پائی گئی تھی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب عیسیٰ کی پیدائش کی حقیقت معلوم ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کے رسول تھے، تو پھر ایمان رکھو کہ اللہ اکیلا ہے، اس کی بیوی یا بیٹا نہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے، اس لیے یہ نہ کہو کہ ''اللہ'' (اللہ، مسیح اور مریم) تینوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ نصاریٰ کے کفر کی کوئی حد نہیں، اور نہ ان کی گمراہیوں کی کوئی انتہا ہے، ان میں سے کچھ لوگ عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔

عیسائیوں کے بہت سے گروہ ہیں، جن کی مختلف رائیں اور متناقض اقوال ہیں، ان کے انہی فکری تناقض و تباین کی وجہ سے بعض متکلمین نے کہا ہے کہ اگر دس نصرانی ایک جگہ جمع ہو جائیں تو ان کے آپس کے اختلاف کی وجہ سے گیارہ مختلف اقوال پیدا ہوں گے۔'' (تیسیر الرحمن)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ ، فَإِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ .)) [1]

''غلو سے بچو تم سے پہلی قوموں کی غلو ہی نے برباد کر دیا ہے۔''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ .....﴾ (نوح: ۲۳) ''یعنی انہوں نے کہا، نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو اور نہ چھوڑو'' ود کو اور نہ ہی سواع اور یغوث کو، اور نہ یعوق اور نسر کو'' فرماتے ہیں کہ ''یہ قومِ نوح کے نیک لوگوں کے نام ہیں۔ جب یہ انتقال کر گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ جن جگہوں پر یہ بیٹھتے تھے، وہاں ان کی یادگاری پتھر نصب کر دو، اور ان پتھروں کو ان کے نام دے دو، انہوں نے ایسا ہی کیا، لیکن انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی حتی کہ یہ لوگ بھی فوت ہو گئے، اور ان کی اولادیں اور نسلیں آ گئیں، جو ان کی یادگاروں کے متعلق سے صحیح علم فراموش کر چکی تھیں، انہوں نے ان کی پوجا شروع کر دی۔'' [2]

ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: ''جب رسول اللہ ﷺ پر ملک الموت نازل ہوا تو آپ ﷺ نے اپنی چادر اپنے چہرے پر ڈال لی، اور جب دم گھٹنے لگا تو ہٹا دی، اس موقعہ پر آپ نے فرمایا: یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔ آپ ﷺ اپنی امت کو اس فعل قبیح سے ڈرا رہے تھے۔

---

[1] مسند احمد: ۱/۳۴۷، رقم: ۳۲۴۸۔ صحیح سنن ابن ماجه، کتاب المناسك، رقم: ۳۰۲۹.

[2] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۹۲۰.

اُم المومنین فرماتی ہیں کہ اگر آپ ﷺ کی تحذیر اور یہود و نصاریٰ پر لعنت نہ ہوتی، تو آپ ﷺ کی قبر گھر سے باہر بنا کر لوگوں کے لیے ظاہر کر دی جاتی، لیکن آپ ﷺ ڈر گئے کہ ان کی قبر کو سجدہ گاہ نہ بنا لیا جائے۔'' [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ، اور مجھ پر درود پڑھو بے شک تمہارا درود، تم جہاں بھی ہو، مجھے پہنچ جاتا ہے۔'' [2]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ (ہود: ۱۱۲)

''پس آپ کو جیسا کہ حکم دیا گیا ہے، راہ حق پر قائم رہیں، اور وہ لوگ بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کیا ہے، اور تم لوگ اللہ سے سرکشی نہ کرو، وہ بے شک تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور دیگر مومن بندوں کو دین حق پر ہر حال میں ثابت قدم رہنے کا حکم دیا ہے، اس لیے کہ دشمنانِ دین پر غالب آنے کا یہی سب سے بڑا ذریعہ ہے، اور اللہ کے خلاف بغاوت و سرکشی سے منع کیا ہے، اس لیے کہ ہلاکت و بربادی کا یہی پیش خیمہ ہے۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیار ہو جاؤ، تیار ہو جاو! اس کے بعد آپ ہنستے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔ مفسر ابوالسعود کہتے ہیں کہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۴۳۶۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم: ۵۲۹.

[2] صحیح سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، رقم: ۲۰۴۲۔ مسند احمد، رقم: ۷۸۲۶، ۸۴۹۱، ۸۲۹۴، ۹۰۵۲.

''استقامت'' تمام اصولی وفروعی احکام اور تمام نظری اور عقلی خوبیوں کو شامل ہے، اوراس ضمن کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا انتہائی مشکل کام ہے، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے سورۂ ھود نے بوڑھا بنا دیا ہے (ترمذی) اور بغاوت وسرکشی سے مراد ظلم وزیادتی ہے، اللہ نے جو حدود مقرر کئے ہیں ان سے تجاوز کرنا، عبادتوں میں غلو کرنا اور گناہوں کا ارتکاب ہے۔''

(تیسیر الرحمن)

اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ لَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَ مَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ۝۸۱﴾ (طٰهٰ: ۸۱)

'' (اور کہا کہ) ہم نے تمہیں جو عمدہ چیزیں روزی کے طور پر عطا کی ہیں، انہیں کھاؤ اور اس بارے میں حد سے تجاوز نہ کرو، ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا، اور جس پر میرا غضب نازل ہوجاتا ہے وہ ہلاک ہوجاتا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر یہ احسان کیا کہ میدان تیہ میں انہیں کھانے کے لیے مَن وسلویٰ عطا کیا، اور نصیحت کی کہ ہماری دی ہوئی حلال روزی کھاؤ اور حد سے تجاوز نہ کرو، ورنہ ہمارے غیظ وغضب کے مستحق ہوجاؤ گے، اور جس پر ہمارا غضب نازل ہوجاتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے، اور جو کفر وشرک اور معصیت و نفاق سے توبہ کرتا ہے، ایمان وعمل صالح کی زندگی اختیار کرتا ہے اوراس پر ثابت قدم رہتا ہے، ہم اسے معاف کردیتے ہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

باب نمبر 65

علما، پیروں اور رہبانوں کو اپنا معبود بنانا شرک ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۞ ﴾ (الاحقاف : ٥)

''اور اس آدمی سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے بجائے ان معبودوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار کو نہ سن سکیں گے، اور وہ ان کی فریاد پکار سے یکسر غافل ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اہل کفر کی شقاوت و بدبختی بیان کی جارہی ہے کہ اس آدمی سے زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا کسی ایسے جھوٹے معبود کو پکارتا ہے جو اس کی پکار کو قیامت تک نہیں سن سکتا ہے، اس لیے کہ یا تو وہ مٹی یا پتھر کا بنا بت ہے یا کوئی بندہ عاجز و مسکین ہے جو اپنے حال میں مشغول ہے، اور اللہ کی مرضی کے بغیر ایک تنکا بھی نہیں ہلا سکتا ہے، بلکہ قیامت کے دن میدان محشر میں جب سب لوگ جمع ہوں گے، تو وہ معبود باطل ان کے دشمن بن جائیں گے، اور ان سے اعلان براءت کردیں گے اور صاف صاف کہہ دیں گے کہ ہم نے انہیں نہیں کہا تھا کہ یہ ہماری عبادت کریں، اور نہ ہم جانتے ہیں کہ انہوں نے ہماری عبادت کی تھی، اے ہمارے رب! ہم ان سے اپنی بیزاری اور براءت کا اعلان کرتے ہیں۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ معبودانِ باطل کا اپنی زبان سے اس بات کا اعلان کہ ان

مشرکین نے ہماری عبادت نہیں کی تھی، اس بات کی دلیل ہے کہ وہ معبود یا شیاطین ہوں گے جو جھوٹ بولیں گے، یا ملائکہ اور عیسیٰ اور عزیز ہوں گے جو اپنی عبادت کیے جانے پر کبھی راضی نہیں تھے، تو وہ حقیقی معنوں میں اپنی براءت کا اعلان کریں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب! یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے، بلکہ ان شیاطین کی عبادت کرتے تھے جو انہیں شرک باللہ کی تعلیم دیتے تھے۔ اور اگر وہ مٹی یا پتھر کے بنے بت ہوں گے۔ یا وہ زبان حال سے مشرکین کو جھٹلائیں گے یا اللہ نہیں قوت گویائی دے گا، اور وہ اپنے پجاریوں کی پرستش کا انکار کر دیں گے، اس لیے کہ زمین و آسمان کا ایک ایک ذرہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔" (تیسیر الرحمن)

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْـًٔا وَّ لَا یَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾﴾

(الانبياء : ٦٦ ـ ٦٧)

"اس نے کہا تو کیا تم لوگ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ تُف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ہو۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

"ابراہیم علیہ السلام نے انہیں لاجواب کرتے ہوئے نہایت حقارت آمیز انداز میں کہا کہ پھر تم اللہ کو چھوڑ کر ایسے بتوں کی کیوں عبادت کرتے ہو جو تمہیں نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے ہیں۔ تُف ہو تم پر اور تمہارے معبودوں پر، کیا تمہیں اتنی بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ تمہارا یہ فعل کتنا بُرا ہے اور عقل سے کس قدر بعید ہے کہ خود اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھروں کے سامنے جھکتے ہو اور انہیں اپنا

معبود سمجھتے ہو۔" (تیسیر الرحمن)

نیز فرمایا:

﴿ يَآيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③ ﴾ (فاطر: ۳)

"اے لوگو! تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو، کیا اللہ کے سوا کوئی اور پیدا کرنے والا ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی پہنچاتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پس تمہاری عقل کیوں ماری گئی ہے۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو حکم دیا ہے کہ ان کے لیے اللہ کی نعمتوں کا جو فیضان عام ہے، اسے یاد کریں اور اس کا شکر ادا کرتے رہیں، تاکہ وہ نعمتیں باقی رہیں اور مزید نعمتوں کا تسلسل باقی رہے اور ان نعمتوں کا پیدا کرنے والا اور انہیں اس تک بھیجنے والا صرف اللہ ہے تو لامحالہ ایک سلیم الفطرت آدمی کے ذہن میں یہ بات آئے گی کہ عبادت کا بھی وہی تنہا حقدار ہے، اور اس سے بڑھ کر ناشکری کیا ہوسکتی ہے کہ کھلائے وہ مالکِ کل اور بندہ گائے کسی اور کا، اسی لیے آیت کے آخر میں کہا گیا ہے کہ جب اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے، تو لوگ اس کی وحدانیت سے کیوں روگردانی کرتے ہیں۔" (تیسیر الرحمن)

مزید فرمایا:

﴿ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ڏ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ㉓ ﴾ (نوح: ۲۳)

"اور کہا ہے کہ لوگو! تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو، اور تم "ود" کو نہ چھوڑو اور نہ "سواع" کو اور نہ "یغوث" اور "یعوق" اور "نسر" کو۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

"نوح علیہ السلام کی قوم کے سرغنوں نے عوام الناس کو شرک پر ابھارتے ہوئے کہا کہ جن معبودوں کی ہمارے اور تمہارے آباء پرستش کرتے آئے ہیں، انہیں ہرگز نہ چھوڑ و اور ان کی عبادت پر سختی کے ساتھ جمے رہو۔ تم لوگ اپنے معبود، ودّ" سُواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کسی حال میں فراموش نہ کرو۔

امام بخاری نے کتاب التفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ قومِ نوح جن معبودوں کی پرستش کرتی تھی، عربوں نے بھی ان کی پرستش کی، ودّ سواع، یغوث، یعوق اور نسر قوم نوح میں نیک لوگوں کے نام تھے، جب وہ لوگ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ان کے بیٹے کی جگہوں پر ان کے ناموں کے مجسّمے بنا کر گاڑ دو، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور جب وہ لوگ مر گئے۔ اور ان کے درمیان سے علم اٹھ گیا، تو ان مجسّموں کی عبادت کی جانے لگی۔" (تیسیر الرحمن)

سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے: "کیا دین بگاڑنے والوں میں بادشاہوں، علماءِ سوء اور درویشوں کے علاوہ کوئی اور بھی ہے؟"

رب ذوالجلال والاکرام تو انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی شرک پر تنبیہ فرمائے، اور ہماری زبان پر جو کچھ بھی آئے وہ کہتے جائیں، اور صوفیا کا اسلام شاعری کہلائے (العیاذ باللہ)

چند اشعار ملاحظہ ہوں جس سے صوفیا کے شرکیہ اور گمراہ کن عقائد کا پتہ چلتا ہے:

خدا کہتے ہیں جس کو مصطفیٰ معلوم ہوتا ہے
جسے کہتے ہیں بندہ خود خدا معلوم ہوتا ہے

....

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

....

چاچڑ وانگ مدینہ دِسے تے کوٹ مٹھن بیت اللہ
ظاہر دے وچہ پیر فریدن تے باطن دے وچ اللہ

....

مدینہ بھی مطہر ہے مقدس ہے علی پور بھی
ادھر جائیں تو اچھا ہے ادھر جائیں تو اچھا ہے

....

شریعت کا ڈر ہے وگرنہ یہ کہہ دوں
خدا خود رسول خدا بن کے آیا

....

اپنا اللہ میاں نے ہند میں نام
رکھ لیا خواجہ غریب نواز

....

ان اشعار کے بعد مولانا الطاف حسین حالی کا یہ شعر یاد آ رہا ہے:

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میری گردن میں سونے کی صلیب تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے عدی! اس بت (صلیب) کو اتار پھینکوں۔'' میں نے (اس وقت) آپ کو سورہ براءت کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ''انہوں نے ا(اہل کتاب نے) اپنے علماء اور درویشوں کو اپنا رب بنا لیا۔'' تب (عدی کے سوال کے جواب میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی کہ: '' وہ ا(اہل کتاب) اپنے علماء اور درویشوں کی (ظاہری) عبادت نہیں کرتے تھے لیکن جب علماء کسی چیز کو

حلال کہتے تو وہ بھی اسے حلال جان لیتے اور جب علماء کسی چیز کو حرام ٹھہراتے تو وہ بھی اسے حرام جان لیتے۔'' [1]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾

(النحل: ۲۰ تا ۲۱)

''اور جن (معبودوں) کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ وہ مردے بے جان ہیں اور کچھ بھی شعور نہیں رکھتے ہیں کہ (دوبارہ) کب اٹھائے جائیں گے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ ان آیات کے تحت رقمطراز ہیں:

''کفارِ قریش کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ جن بتوں کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ تو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے ہیں، بلکہ پوجنے والوں نے ہی اپنے ہاتھوں سے انہیں بنایا ہے گویا وہ اپنے پجاریوں سے بھی زیادہ عاجز اور کمزور ہیں، جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا ﴿ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴾ کہ ''کیا جنہیں تم اپنے ہاتھوں سے پتھروں کو کاٹ کر بناتے ہوں انہی کی عبادت کرتے ہو؟'' (الصافات: ۹۵)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مزید تاکید کے طور پر فرمایا کہ وہ تو مردہ ہیں، نہ کبھی زندہ تھے اور نہ مستقبل میں انہیں زندگی ملے گی، اور انہیں شعور بھی نہیں کہ وہ کبھی اٹھائے جائیں گے تو پھر وہ اللہ کے سوا معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟'' (تیسیر الرحمن)

---

[1] صحیح سنن ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ۳۰۹۵.

باب نمبر 66

صرف اللہ تعالیٰ پر ہی توکل اور بھروسہ کرنا چاہیے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرٰهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدٰوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرٰهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِن شَيْءٍ رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝﴾ (الممتحنه : ٤)

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مشرکوں سے اظہار براءت کے ساتھ یہ بھی تعلیم دی ہے کہ وہ اپنے رب سے ہمیشہ دعا کرتے رہیں کہ اے اللہ! ہمارا توکل تجھ ہی پر ہے اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں ہم صرف تیری بندگی کرتے ہیں، اور ہمارا ایمان ہے کہ ہر چیز کا مرجع وماویٰ تو ہی ہے، تو اپنی مخلوق کے بارے میں جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

''اگر تم لوگ اللہ پر توکل کرو جیسا کہ توکل کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں اسی طرح رزق دے جس طرح پرندوں کو دیتا ہے، پرندے صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔'' [1]

---

[1] صحيح سنن ابن ماجه، للالباني، الجز لثانی، رقم الحديث، ٤١٦٤ .

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص گھر سے نکلتے وقت کہتا ہے۔

((بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ))

''اللہ کے نام کے ساتھ (نکلتا ہوں) میں نے اللہ پر ہی توکل کیا، اللہ کی توفیق کے بغیر نہ تو کوئی نیکی کی طاقت ہے اور نہ ہی کسی برائی سے بچنے کی۔''

تو اس کے لیے کہا جاتا ہے تجھے کفایت کی گئی، اور تجھے بچالیا گیا، اور شیطان اس سے الگ ہو جاتا ہے۔'' ❶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں یہ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ ، وَ بِكَ اٰمَنْتُ ، وَلَكَ اَسْلَمْتُ ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ......)) ❷

اے اللہ! میں نے تیرے لیے رکوع کیا، تجھ پر ایمان لایا، تیرے لیے مطیع ہوا، اور تجھ پر ہی بھروسہ کیا۔''

﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَ اِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۝﴾ (آل عمران: ١٦٠)

''اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا، اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا؟ اور مومنوں کو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اللہ تمہاری مدد کرنی چاہیے جیسا کہ میدان بدر میں کیا، تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، اور اگر اپنی مدد کھینچ لے جیسا

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ٣٤٢٦۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحیح سنن نسائی، کتاب التطبیق، رقم: ١٠٥١.

کہ میدان احد میں کیا، تو کوئی تمہاری مدد کو نہیں آ سکتا، اس لیے کہ تمام امور صرف اللہ کے اختیار میں ہیں، اور اس کی مدد فرمانبرداروں کو حاصل ہوتی ہے اور گناہ زوالِ نعمت اور مغلوبیت ومحرومیت کا سبب ہوتا ہے، اس لیے مومنوں کو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے، اس ایمان ویقین کے ساتھ کہ اس کے علاوہ کوئی حامی وناصر نہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

قرآن مجید میں ایک اور جگہ مذکور ہے:

﴿وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا ۝۵۸﴾ (الفرقان : ۵۸)

''اور آپ ہمیشہ رہنے والے پر بھروسہ کیجیے جو کبھی نہیں مرے گا، اور اس کی پاکی اور حمد وثنا بیان کرتے رہیے، اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح باخبر ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ تمام دعوتی اور غیر دعوتی امور میں صرف اللہ پر بھروسہ کیجیے جو ہمیشہ سے زندہ ہے، اور ہمیشہ زندہ رہے گا، ساری مخلوقات مر جائے گی، اور وہ اکیلا زندہ رہے گا، اس لیے وہی اس لائق ہے کہ اس پر بھروسہ کیا جائے، اور دعوت کی راہ میں جو تکلیفیں اور صعوبتیں پیش آئیں، انہیں برداشت کرنے اور ثابت قدم رہنے کے لیے اللہ کی تسبیح بیان کیجیے، نماز پڑھیے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہیے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خوب واقف ہے، اس لیے آپ کافروں اور مشرکوں کے کفر وشرک پر نہ کڑھیں، اللہ ان کے ایک ایک گناہ کو گن رہا ہے، اور ان کا بدلہ دیر یا سویرا انہیں مل کر رہے گا۔''

(تیسیر الرحمن)

سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ ایسے لوگ ہوں گے جو نہ تو دم طلب کرتے ہون گے، نہ بدشگونی پکڑتے ہوں گے اور نہ ہی داغ لگاتے ہوں گے۔((وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ)) اور اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہوں گے۔'' [1]

[1] صحیح بخاری، کتاب الطب، رقم: ٥٧٥٢.

باب نمبر 67

توحید کی اقسام

توحید باری تعالیٰ کی علمائے سلف نے تین اقسام بیان فرمائی ہیں۔

1۔توحید ربوبیت:

اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝١ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝٣ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝٤ ﴾ (الاخلاص)

''اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ وہ اللہ ایک ہے۔اللہ بے نیاز ہے،اس نے کسی کو پیدا کیا ہےاور نہ وہ پیدا کیا گیا ہے۔اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ نے فرمایا: اے میرے نبی! جو شخص آپ سے اللہ کے بارے میں پوچھے، اس سے کہہ دیجیے کہ اللہ ایک ہے، تمام کمالات میں منفرد ہے، تمام اچھے اور پیارے نام، کامل و اعلیٰ صفات اور مقدس افعال اسی کے لیے ہیں اور وہ بے نظیر و بے مثال ہے سب کی حاجتیں وہ ہی پوری کرنے والا ہے، اس کے در کے سوا کوئی در نہیں، سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، اس لیے کہ وہ اپنی صفات میں کامل ہے، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اس کا علم اس کے غضب پر غالب ہے۔ اس کی رحمت ہر چیز کے لیے عام ہے، اس طرح وہ اپنی تمام صفات میں کامل ہے، اس میں کوئی نقص وعیب نہیں۔

وہ کامل و بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا ہے،اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے، اور

نہ اس کو کوئی مدمقابل ہے، اور نہ کوئی اس جیسا ہے اس لیے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے، اس کے سوا کوئی بھی کسی عبادت کا سزاوار نہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ ۟﴾

(الزخرف : ۱۵)

''اور کافروں نے اللہ کے لیے اسی کے بندوں میں سے بعض کو اسکی اولاد ٹھہرایا، بے شک آدمی بڑا کھلا ناشکر گزار ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں:

''اس آیت کریمہ میں مشرکینِ مکہ کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ انہوں نے اللہ کے بندوں میں سے بعض کو یعنی فرشتوں کو اس کی بیٹیاں کہا۔ اس سے بڑھ کر جھوٹ اور کفر کیا ہوسکتا ہے۔ انہیں کس سے معلوم ہوا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اور اس کے ساتھ وہ عبادت کے مستحق ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑ کر کفرانِ نعمت اور کیا ہوسکتا ہے کہ ایک طرف تو اعتراف کرتے ہیں کہ وہی ذات وحد خالق ارض وسماء ہے، اس کا کوئی ثانی نہیں ہے، اور پھر اس کے لیے جسم اور اولاد ثابت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں اس کی وہ اولاد اس کے مماثل ومشابہ ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ یُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ ۟﴾ (التوبة : ۳۰)

''اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں، اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، یہ ان کے منہ کی بکواس ہے، ان لوگوں کے قول کی مشابہت اختیار

کرتے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا تھا, اللہ انہیں ہلاک کر دے، کس طرح حق سے پھرے جارہے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہود ونصاریٰ کے مشرکانہ عقائد بیان کیئے جارہے ہیں تا کہ مسلمان انہیں جان کر ان کے خلاف جنگ پر آمادہ ہوں۔ جاہل اور علو کرنے والے یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، جس کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال پہلے کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بکھرے ہوئی تورات کو اکٹھا کیا، اور عبرانی زبان میں لکھی ہوئی تمام اسرئیلی کتابوں کو جمع کر کے بنی اسرائیل کے لیے قانون کی ایک عظیم کتاب تیار کی، جس سے متاثر ہوکر یہودیوں نے انہیں اللہ کا مجازی بیٹا کہنا شروع کر دیا، جوتوحیدِ باری تعالیٰ کی شان کے خلاف تھا۔

اور گمراہ نصاریٰ میں سے کسی نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا، کسی نے ان کو بعینہ اللہ اور کسی نے انہیں تین میں سے ایک معبود قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قران کریم میں کئی مقامات پر ان کے عقائد تفصیل کے ساتھ بیان کیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کہا یہ محض ان لوگوں کی اللہ کے بارے میں افتراء پردازی ہے، یہ لوگ گزشتہ زمانہ کے کافروں کی طرح مشرکانہ باتیں کررہے ہیں، اور جیسے وہ گمراہ ہوئے انہوں نے بھی گمراہی اختیار کر لی ہے۔ اللہ کی ان پر لعنت ہو، کس طرح یہ لوگ حق سے روگردانی کر کے باطل کی طرف دوڑے جارہے ہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۴ ﴾ (السجدة : ٤)

''وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہو گیا، اس کے سوا تمہارا نہ کوئی مدد گار ہے اور نہ کوئی سفارشی، کیا تم ان باتوں سے نصیحت نہیں حاصل کرو گے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''اس آیت کے علاوہ قرآن کریم کی دیگر کئی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتائی ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو اتوار سے جمعہ تک چھ دنوں میں پیدا کیا ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ ہر دن دنیا کے دنوں کے برابر تھا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہزار سال کے برابر تھا۔ اور اللہ تعالیٰ تو اس بات پر قادر تھا کہ کلمہ ''کن'' کے ذریعہ ان تمام چیزوں کو ایک لمحہ میں پیدا کر دیتا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ نے بندوں کو اپنے معاملات میں نرمی اور غور وفکر کی تعلیم دینے کے لیے ایسا کیا اور بعض نے لکھا ہے کہ اللہ کے نزدیک ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔

2۔ توحید الوہیت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۭ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝۴۳ ﴾

(الفرقان : ٤٣)

''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ کیا آپ اس کے ذمہ دار ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو اپنی خواہش نفس کا بندہ ہو کہ آج ایک پتھر کی عبادت کر رہا ہے، اور کل اگر اسے کوئی دوسرا خوبصورت پتھر نظر آ جاتا ہے، تو پہلے کو چھوڑ کر دوسرے کو پوجنے لگتا ہے، کیا آپ ایسے گرے انسان کو راہ

راست پر لا سکتے ہیں؟ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دیجیے۔''

(تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٠﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ ﴾

(یٰس : ٦٠ تا ٦١)

''اے آدم کے بیٹو! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرو، وہ بے شک تمہارا کھلا دشمن ہے، اور میری عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجرموں سے بطور زجر و توبیخ کہے گا کہ کیا میں نے اپنے رسولوں کی زبانی تمہیں یہ نصیحت نہیں کی تھی کہ تم لوگ شیطان کی عبادت نہ کرو اس لیے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، صرف میری عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے، یہی وہ دینِ اسلام ہے جو اپنے ماننے والوں کو جنت تک پہنچاتا ہے۔''

(تیسیر الرحمن)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٦٣﴾ ﴾

(الأنعام: ١٦٢ تا ١٦٣)

''آپ کہہ دیجیے کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا، اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں اللہ کا پہلا فرمانبردار بندہ ہوں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ مشرکین کو بتا دیں جو غیراللہ کی عبادت کرتے ہیں، اور غیروں کے نام پر ذبح کرتے ہیں کہ وہ ان کی تمام شرکیہ باتوں میں ان کے مخالف ہیں، اور ان کی نماز، ان کی قربانی اور ان کی زندگی، ان کی موت، سب رب العالمین کے لیے مخصوص ہے، اور آخر میں نبی کریم ﷺ نے کہا ہے میں اس امت کا پہلا مسلمان ہوں۔ آپ سے پہلے تمام انبیاء نے اسلام ہی کی دعوت دی جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور صرف اس کی عبادت پر ہے۔ نوح، ابراہیم، یعقوب، یوسف، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سب نے اپنی زبان سے شہادت دی کہ میں مسلمان ہوں، اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اسی باری تعالیٰ کے لیے ہے اور گذشتہ شریعتیں ایک دوسرے کے ذریعہ منسوخ ہوتی رہیں یہاں تک کہ اسلام کے ذریعہ وہ تمام سابقہ شریعتیں منسوخ ہوگئیں اور اب یہی شریعتِ محمدی قیامت تک باقی رہے گی۔'' (تیسیر الرحمن)

3۔توحید اسماء وصفات:

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝١٨٠ ﴾ (الأعراف : ١٨٠)

''اور اللہ کے بہت ہی اچھے نام ہیں پس تم لوگ انہی ناموں کے ذریعے پکارو اور ان لوگوں سے برطرف ہو جاؤ جو اُس کے ناموں کو بگاڑتے ہیں (اس کے غلط معنی بیان کرتے ہیں) اور انہیں عنقریب ان کے کئے کی سزا دی جائے گی۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ آیت کریمہ دو باتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے، ایک تو یہ کہ بندہ ہر وقت اللہ کے سامنے گریہ وزاری کرتا رہے، دنیا و آخرت کی ہر بھلائی اسی سے مانگتا رہے، اسی سے لو لگائے رکھے، کیونکہ سب کچھ کا مالک وہی ہے۔ صحیح حدیث میں آیا ہے

کہ دعا عبادت کا مغز ہے، اور صحیح حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو بندہ اللہ سے نہیں مانگتا، اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ اور دوسری بات جو اس آیت سے سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اچھے ناموں کے ساتھ پکارنے کے بعد جو دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ اس کے ناموں میں الحاد سے کام نہ لیا جائے، یعنی اسے بدلا نہ جائے جیسا کہ مشرکین نے اللہ سے ''لات'' عزیز سے ''عزیٰ'' اور منان سے ''منات'' بنا لیا تھا۔ اور نہ قرآن وسنت سے بغیر دلیل کے اللہ کے نئے نام رکھے جائیں، جیسا کہ اہل فارس نے خدا، یزدان اور اہرمن اور ہندوؤں نے بھگوان اور ایشور اور انگریزوں نے گاڈ وغیرہ نام ایجاد کر لیے ہیں، اور نہ قرآن وسنت سے کوئی ثابت شدہ نام حذف کر دیا جائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ناموں کی تاویل کر کے ان کے ظاہری معانی کو بدل دینا، یا ان کا کوئی معنی ہی مراد نہ لینا، یا انہیں مخلوق کے ناموں کے ساتھ تشبیہ دینا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحاد کی صورتیں ہیں۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) نام ہیں، جو شخص انہیں گنے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو اللہ کے ننانوے نام یاد کرے گا وہ جنت کا حقدار ہوگا، اس کا یہ مفہوم نہیں کہ اللہ کے صرف ننانوے ہی نام ہیں، بلکہ اللہ کے نام اس سے زیادہ ہیں جن کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے، جیسا کہ ابن مسعود کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جسے احمد، ابو عوانہ، ابو یعلی، اور بزار نے روایت کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ایک عظیم دعا سکھائی ہے۔ اس میں آیا ہے:

((اَسْاَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ ، اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ))

کہ ''میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کے ذریعہ مانگتا ہوں جو تو نے اپنے لیے رکھا ہے، یا جسے تو نے اپنے پاس علم غیب میں چھپا رکھا ہے۔''

(تیسیر الرحمن)

نیز اسماء وصفات کے لیے الشیخ محمد صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''القواعد المثلیٰ فی صفات الله اسمائه الحسنی'' کا مطالعہ توحیدِ اسماء وصفات ترجمہ وتقدیم الشیخ عبداللہ ناصر الرحمانی حفظہ اللہ مفید رہے گا۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④﴾ (التغابن: ٤)

''جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ ان تمام کو جانتا ہے اور تم جو کچھ چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو، وہ ان سب کو جانتا ہے۔ اور اللہ سینوں میں چھپی باتوں کو بھی جانتا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''وہ ذات باری تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے تمام مخفی اور ظاہر اور تمام غائب و حاصر چیزوں کی خبر رکھتا ہے، بلکہ وہ علام الغیوب تو انسانوں کے دلوں میں پوشیدہ اسرار اور اچھی بُری نیتوں کو بھی جانتا ہے، یعنی اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے کائنات و جہاں کی کوئی شے اس سے مخفی نہیں ہے اس لیے بندوں کو چاہیے کہ وہ اپنا باطن برے اخلاق سے پاک رکھیں، اور ان اخلاق حسنہ کو اپنائیں جن سے اللہ خوش ہوتا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ㉗﴾

(لقمان : ۲۷)

''اور زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب قلمیں بن جائیں اور سمندر روشنائی بن جائیں، اور اس کے بعد مزید سات سمندر اس کی مدد کریں تو بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ بے شک اللہ زبردست، بڑا صاحب حکمت ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ علمائے یہود نے رسول اللہ ﷺ سے مدینہ میں پوچھا اے محمد! تمہارا یہ قول:

((وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا))

''تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔''

ہمارے بارے میں ہے یا تمہاری قوم کے بارے میں؟ تو آپ نے کہا: دونوں کے بارے میں۔ تو انہوں نے کہا، کیا تم اپنے قرآن میں نہیں پڑھتے ہو کہ ہمیں تورات دی گئی ہے جس میں ہر چیز بیان کر دی گئی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کے علم کا تھوڑا حصہ ہے۔ اس کے بعد یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں، آیت کا شانِ نزول دلیل ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی تھی) جس میں نبی کریم ﷺ کے جواب کی تائید تھی کہ اگر زمین کے سارے درخت کاٹ کر قلم بنائے جائیں، اور بحر محیط اور اس جیسے دوسرے سات سمندروں کا پانی بطور روشنائی استعمال کیا جائے، اور اللہ کا کلام لکھا جائے تو سارے درخت اور سارے سمندروں کا پانی ختم ہو جائے اور اللہ کا کلام نہ ختم ہو۔'' (تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾﴾ (الکہف : ۱۰۹)

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر میرے رب کے کلمات لکھنے کے لیے سارا سمندر روشنائی

بن جائے تو میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے سمندر خشک ہو جائے گا۔ چاہیے مدد کے لیے ہم اسی جیسا اور سمندر لے آئیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ازلی ہے، وہ جب اور جس سے چاہتا ہے کلام کرتا ہے، اس کے کلمات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اگر اس کے علوم وحکم کے کلمات لکھے جائیں اور سمندر کا پانی بطور روشنائی استعمال کیا جائے، تو کلماتِ الٰہی ختم نہ ہوں گے اور سمندر کا پانی ختم ہو جائے گا۔ اور اگر اسی سمندر جیسا دوسرا سمندر بھی بطور روشنائی استعمال کیا جائے تو وہ بھی ختم ہو جائے گا اور اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب قریش نے یہود کے سکھانے پر رسول اللہ ﷺ سے روح کے بارے میں سوال کیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

((وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا))

''تمہیں بہت ہی تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔'' اور یہودِ مدینہ کو اس آیت کا پتہ چلا تو کہنے لگے کہ تورات میں تمام چیزوں کا علم موجود ہے۔ تو ان کے رد میں آیت نازل ہوئی کہ اللہ کے علم کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے، جیسا اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔''

(تیسیر الرحمن)

مزید فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾

(الحشر: ٢٣)

''وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ شہنشاہ ہے، ہر عیب سے پاک ہے، سلامتی دینے والا ہے، امن وسکون عطا کرنے والا ہے، سب کا نگہبان ہے،

زبردست ہے، ہر چیز پر غالب ہے، شان کبریائی والا ہے، اللہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔‘‘

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

’’اللہ کی ذات تو وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ تو شاہِ بے نیاز ہے، جس کا ہر کوئی محتاج ہے، اسی کا نظام اور اسی کا حکم ہر چیز پر نافذ ہے، وہ ہر عیب و نقص سے یکسر پاک ہے، اسی سے امن وسلامتی کے سوتے پھوٹتے ہیں، اسکی مخلوق اس کے ظلم سے قطعی امان میں ہے، وہی یقین وایمان کی دولت سے سرفراز بندوں کو قیامت کے دن سکون واطمینان سے نوازنے والا ہے، وہ ہر چیز پر مطلع، ہر چیز پر غالب اور اپنی تمام مخلوق کی حفاظت کرنے والا ہے، وہ زبردست اور ایسا قوی ہے جسے کوئی مغلوب نہیں بنا سکتا ہے، اس کی مشیئت ہر شخص اور ہر اس چیز پر نافذ ہوتی رہتی ہے، اور اس پر کسی کی مشیئت نافذ نہیں ہوتی، اور کوئی چیز اس کے قبضۂ قدرت سے خارج نہیں ہے، اس کی شانِ کبریائی تو ایسی ہے کہ اس کی ذات کے مقابلے میں ہر چیز حقیر ہے، اور ہر عظمت وکبریائی صرف اسی کی ذات کے لیے ہے، وہ شہنشاہِ دوجہاں ہے، اور سب اس کے بندے اور مملوک ہیں۔‘‘

(تیسیر الرحمن)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹے گا، پھر انہیں اپنے دائیں ہاتھ میں لے گا، پھر فرمائے گا، میں ہوں بادشاہ، آج کہاں ہیں (دنیا میں) بڑے بننے والے، تکبر کرنے والے؟ پھر زمینوں کو اپنے بائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا۔‘‘ [1]

[1] صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، رقم: ۲۷۸۷.

باب نمبر 68

اللہ تعالیٰ کی قدرت (نشانیوں) کی مثالیں

جو تتلیوں کے پروں پر بھی پھول کاڑھتا ہے
یہ لوگ کہتے ہیں اس کی کوئی نشانی نہیں

1۔ آسمان:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝۳ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ ۝۴﴾

(الملك: ۳ تا ٤)

''جس نے اوپر تلے سات آسمان بنائے ہیں، آپ رحمان کی تخلیق میں کوئی بے ضابطگی نہ دیکھئے گا، آپ نظر ڈال لیجئے، کیا آپ کو کوئی شگاف نظر آتا ہے۔ پھر آپ بار بار نظر ڈال لیجئے، وہ عاجز ہو کر آپ کی طرف تھکی ہوئی واپس آجائے گی۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت میں باری تعالی نے اپنی مزید تعریف بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس نے سات آسمان پیدا کئے ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر ہیں، لیکن ایک دوسرے سے چپکے ہوئے نہیں ہیں، بلکہ ہر دو آسمانوں کے درمیان ہوا، اور پانچ سو سال کی مسافت ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان آسمانوں کو غایت درجہ حسین و خوبصورت اور منظّم و مرتب بنایا ہے، ان میں کوئی خلل اور نقص نہیں پایا جاتا ہے، اور آسمانوں کے اس حسن و جمال اور کمالِ ترتیب و انتظام کو بیان کرنے اور انسانوں کو دعوتِ

فکر ونظر دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم انہیں غور سے دیکھو، ان میں کوئی نقص وخلل نہیں ملے گا، اور چاہے تم جتنی بار غور کرو گے، تمہاری نگائیں تھک ہار کر واپس آ جائیں گی، اور ان میں تمہیں کوئی خلل، کوئی شگاف اور کوئی نقص نہیں نظر آئے گا۔'' (تیسیر الرحمن)

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں قرآن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ اس لیے ہمیں یہ پسند تھا کہ کوئی عقلمند دیہاتی آئے، اور آپ سے دینی امور پوچھے اور ہم سنیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا: اے محمد! ہمارے ہاں آپ کا ایک مبلغ گیا تھا اور اس نے ہمیں خبر دی تھی کہ آپ کے خیال میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ''اس نے سچ کہا ہے'' پھر اس نے پوچھا کہ آسمان کس نے بنایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل نے'' پھر اس نے پوچھا کہ ان میں نفع رساں اشیاء کس نے پیدا کی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے'' پھر اس نے کہا، اس ذات کی قسم دے کر آپ کو پوچھتا ہوں، جس نے زمین، آسمان اور پہاڑوں کو پیدا کیا، اور اس میں منافع پیدا کیے، کیا اللہ عزوجل نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں......'' [1]

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی بلندی کے بارے میں فرمایا:

﴿وَإِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾﴾ (الغاشية : ١٨)

''اور وہ آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کہ اسے کس طرح اوپر اٹھا دیا گیا ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ يُدَبِّرُ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب القراۃ والعرض علی المحدث، رقم: ٦٣۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب السؤال عن ارکان الاسلام، رقم: ١٠٢.

الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۞

(الرعد: ۲)

''وہ اللہ کی ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ایسے ستونوں کے جنہیں تم دیکھ سکو، اوپر اٹھایا، پھر عرش پر مستوی ہو گیا اور آفتاب و ماہتاب کو ڈیوٹی کا پابند بنا دیا، دونوں ایک معین مدت کے لیے چلتے رہتے ہیں، وہی تمام معاملات کا انتظام کرتا ہے، اپنی آیتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے، تا کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی خالقیت کی دلیل پیش کی گئی ہے، نیز یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ جو باری تعالیٰ آسمانوں کو بغیر ستونوں کے قائم رکھنے پر قادر ہے، اور جس نے شمس و قمر اور دیگر سیاروں کو اپنے علم و قدرت کے مطابق مسخر کر رکھا ہے، اسی نے یہ قرآن کریم اپنے بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اپنی قدرت کے ذریعہ بغیر ستونوں کے سہارے زمین سے اوپر اٹھا رکھا ہے جن کی اونچائی کا ادراک نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہی قول راجح ہے۔ مجاہد اور عکرمہ کہتے ہیں کہ ستون تو ہیں، لیکن ہم انہیں دیکھ نہیں پاتے ہیں۔ ایاس بن معاویہ کہتے ہیں کہ آسمان زمین کے اوپر قبہ کی مانند ہے، زمین اور اس کی تمام اشیاء کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔

"استوی علی العرش" کی تفسیر کے بارے میں سلف صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے لیے ''استواء علی العرش'' کو ثابت کیا ہے تو اس پر ایمان رکھا جائے، نہ اس کی کوئی کیفیت بیان کی جائے، نہ کسی شے کے ساتھ تشبیہ دی جائے اور نہ اس کی تاویل کر کے قرآن میں ثابت لفظ کو بیکار بنا دیا جائے۔'' (تیسیر الرحمن)

اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ آسمان کی تخلیق کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝ ﴾ (ق : ٦)

”کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا ہے، ہم نے اسے کس طرح بنایا ہے، اسے ستاروں سے مزین کیا، اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

”اس آیت کریمہ میں بتایا جا رہا ہے کہ یہ منکرین بعث بعد الموت نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کے سروں کے اوپر اونچے آسمان کو کس طرح بغیر دیکھے جانے والے ستونوں کے سہارے قائم و ثابت رکھا ہوا ہے، اور اسے آفتاب و ماہتاب اور ان گنت ستاروں کے ذریعہ مزین کیا ہوا ہے، اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے۔ کیا وہ اللہ جو ایسے آسمان کی تخلیق پر قادر ہے وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟ وہ یقیناً اس بات پر قادر ہے کہ جسے اس نے پہلی بار پیدا کیا ہے، اور پھر اسے موت کے گھاٹ اتار دے گا، اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔“

(تیسیر الرحمن)

2۔ زمین:

زمین بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴾ (ق : ٧، ٨)

”اور زمین کو ہم نے پھیلایا، اور اس میں مضبوط پہاڑ گاڑ دیے، اور اس میں اُگائے اور جوڑے۔ بصیرت اور نصیحت ہے ہر رجوع کرنے والے کے لیے۔“

اس آیت کی تفسیر میں ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

اور کیا یہ منکرین بعث بعد الموت نہیں دیکھتے کہ ہم نے زمین کو پھیلا دیا ہے، اور اس کے اوپر پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ دیئے ہیں تاکہ زمین اپنے اندرونی جوش کی

وجہ سے ہلنے نہ لگے، اور اس میں انواع و اقسام کے خوبصورت پودے اگائے ہیں، جو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے گویا مسکرا رہے ہیں۔ قدرت کے یہ نظارے ہر اس بندے کو دعوت فکر ونظر دیتے ہیں جو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کی رضا کی جستجو میں لگے رہتے ہیں، جو اللہ ان باتوں پر قادر ہے وہ یقیناً انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾﴾ (الغاشية : ٢٠)

''اور زمین کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح بچھا دی گئی ہے۔''

﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴿١٥﴾﴾ (الملك : ١٠)

''اسی (اللہ تعالیٰ) نے زمین کو تمہارے لیے نرم و ہموار بنا دیا ہے، پس تم اس کے اطراف وجوانب میں چلو پھرو، اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ، اور تمہیں دوبارہ زندہ ہو کر اسی کے پاس جانا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان جتاتے ہوئے فرمایا کہ اس نے زمین کو ان کے لیے نرم بنایا ہے، اور اس میں آسان راستے بنائے ہیں، تاکہ انسان بسہولت اپنی ضرورتیں پوری کر سکے، چنانچہ آدمی زمین میں پودے لگاتا ہے، مکان بناتا ہے، کھیتی کرتا ہے، اور راستہ پر چل کر دور دراز علاقوں، شہروں اور ملکوں تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! تم طلبِ رزق اور اپنی دوسری ضرورتیں پوری کرنے کے لیے زمین میں پائے جانے والے راستوں پر چلو، اور اس میں جو روزی اس نے تمہارے لیے پیدا کی ہے، اسے حاصل کرو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دنیا کی زندگی پوری کر لینے کے بعد، یہاں سے اٹھا لیے جاؤ گے، اور جب قیامت آئے گی تو دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے، اور اپنے رب کے سامنے جمع کئے جاؤ گے، تاکہ وہ تمہیں تمہارے نیک و بداعمال کا بدلہ دے۔'' (تیسیر الرحمن)

3۔ پہاڑ:

پرشکوہ پہاڑ بھی اللہ کی نشانی ہیں، ارشاد فرمایا:

﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴾ (لقمان : ۱۰)

''اس نے آسمانوں کو بغیر ایسے ستونوں کے پیدا کیا ہے جنہیں تم دیکھ سکو، اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں ہچکولے کھلائے، اور اس پر ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے، اور ہم نے آسمان سے بارش برسائی جس کے ذریعہ زمین میں ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگائیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بغیر نظر آنے والے ستونوں کے سہارے قائم کر رکھا ہے، اس نے محض اپنی قدرت سے نظامِ جاذبیت کے ذریعہ انہیں ان کی متعین جگہوں میں ثابت کر دیا ہے، زمین پر پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ دیئے ہیں تاکہ زمین ہلنے نہ پائے، ورنہ کوئی چیز اپنی جگہ باقی نہ رہتی اور اس پر رہنے والے انسانوں اور دیگر حیوانات کو سکون وقرار حاصل نہ ہوتا، ان کی زندگی دوبھر ہو جاتی۔'' (تیسیر الرحمن)

﴿ وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۙ ﴾ (الواقعة: ۵ تا ۶)

''اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ پس وہ غبار بن کر اڑنے لگیں گے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں:

''اس آیت کریمہ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ (قیامت کے دن) پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی مانند فضا میں بکھر جائیں گے۔ بعض مفسرین نے ﴿وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا﴾ کا معنی یہ کیا ہے کہ پہاڑ اپنی جگہوں سے ہٹا کر کہیں اور لے جائیں جائے گے، جیسا کہ سورۃ انبیاء میں آیا ہے ﴿وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ﴾ کہ ''پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیئے جائیں گے۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک اور مقام پر اللہ نے فرمایا:

﴿وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾﴾ (الغاشية: ١٩)

''اور پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح گاڑ دیئے گئے ہیں۔''

4۔ درخت:

درخت بھی اللہ کی نشانی ہیں:

﴿وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۙ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُونَ ﴿٤﴾﴾

(الرعد: ٤)

''اور زمین کے مختلف الانواع ٹکڑے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، اور انگوروں کے باغات، اور کھیتیاں، اور کھجوروں کے درخت ہیں، بعض درختوں کی شاخیں ہوتی ہیں اور بعض کی نہیں۔ ذائقہ میں فوقیت دیتے ہیں، بے شک ان تمام باتوں میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''زمین پر پائی جانے والی مزید نشانیوں کا ذکر ہے جو اللہ کی قدرت وحکمت پر دلالت کرتی ہیں، زمین کے حصے ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں، لیکن ان کی

طبیعتوں میں اختلاف ہوتا ہے، کوئی حصہ زرخیز ہوتا ہے تو کوئی شور، کوئی سخت ہوتا ہے تو کوئی نرم یا مفہوم یہ ہے کہ زمین کے ٹکڑے ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں، مٹی ایک ہوتی ہے، پانی ایک ہوتا ہے، لیکن ان میں پیدا ہونے والے دانے اور پھل مختلف ہوتے ہیں، کوئی میٹھا ہوتا ہے تو کوئی کھٹا، کوئی عمدہ اور لذیز ہوتا ہے تو کوئی بدمزا، اور بعض زمینوں میں ایک پھل ہوتا ہے دوسرا نہیں ہوتا۔

یہ تمام نشانیاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی کمالِ قدرت پر دلالت کرتی ہیں، جو صاحب عقل بھی ان میں غور فکر کرے گا وہ ایمان لے آئے گا کہ جو ذاتِ واحد ان سب پر قادر ہے، وہ یقیناً بنی نوعِ انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے، بلکہ دوبارا پیدا کرنا اس کے لیے زیادہ آسان ہے۔ (تیسیر الرحمن)

5۔ جانور:

جانور بھی اللہ تعالیٰ کی نشانی ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ ﴾ (النحل : ٦٦)

''اور بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں بھی عبرت ہے، اس کے پیٹ میں جو گوبر اور خون ہے ان کے درمیان سے خالص دودھ نکال کر ہم تمہیں پلاتے ہیں، جو پینے والوں کے لیے بڑا ذائقہ دار ہوتا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس ذات باری تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت کے ذریعہ اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ کو پیدا کیا ہے۔ ان کی تخلیق سے ایک بڑی عبرت یہ ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان سے، ان کے تھنوں میں سے دودھ جاری کرتا ہے جو خون کی سرخی اور گوبر کی گندگی سے پاک وصاف ہوتا ہے، حالانکہ تینوں ایک برتن میں جمع ہوتے ہیں۔ چوپایہ جب چارہ کھاتا ہے تو اس کا ایک

حصہ معدہ میں چلا جاتا ہے جو گوبر کہلاتا ہے، اور ایک حصہ خون بن کر رگوں میں دوڑنے لگتا ہے۔ دونوں کے بیچ کا حصہ دودھ بن کر تھنوں میں پہنچ جاتا ہے جو مفید ولذیذ ہوتا ہے اور پینے والے کے حلق میں نہیں اٹکتا۔ حق تو یہ ہے کہ انسان کو اس سے بہت بڑی نصیحت ملتی ہے، اور اللہ کی ایسی معرفت حاصل ہوتی ہے کہ بندہ اس سے بے پناہ محبت کرے اور اس کی اطاعت و بندگی پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے (وادی) بلوح کے نشیب میں ملاقات ہوئی۔ یہ قصہ نزول وحی سے پہلے کا ہے۔ پھر آپ کے سامنے ایک دستر خواں بچھایا گیا تو زید بن عمرو نے کھانے سے انکار کر دیا، پھر (جن لوگوں نے دستر خوان بچھایا تھا ان سے) کہا، میں اس ذبیحہ سے نہیں کھاتا، جسے تم اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو۔ میں صرف وہی ذبیحہ کھاتا ہوں جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ حضرت زید قریش پر ان کے ذبیحہ کے بارے میں عیب بیان کر رہے تھے، اور کہہ رہے تھے:

((اَلشَّاةُ خَلَقَهَا اللّٰهُ ، وَاَنْزَلَ لَهَا مِنَ السَّمَاءِ الْمَاءَ ، وَاَنْبَتَ لَهَا مِنَ الْاَرْضِ ثُمَّ تَذْبَحُوْنَهَا عَلٰى غَيْرِ اسْمِ اللّٰهِ)) [1]

'' بکری کو پیدا تو اللہ نے کیا ہے، اسی نے اس کے لیے آسمان سے پانی اتارا، اور پھر اس کے لیے زمین سے گھاس اگائی، لیکن اس کے باوجود تم اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو۔''

زید نے یہ کلمات ان کے کاموں پر اعتراض اور ان کے اس عمل کو بہت بڑا گناہ قرار دیتے ہوئے کہے تھے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ فِيْ خَلْقِكُمْ وَ مَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ ﴾

(الجاثية : ٤)

[1] صحيح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ٣٨٢٦.

''اور لوگو! تمہاری پیدائش میں، اور اللہ نے زمین پر جو جانور پھیلا رکھے ہیں، ان میں یقین رکھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں، یا ان کی پیدائش میں نوع بہ نوع نشانیاں ہیں، اور چونکہ ان نشانیوں سے مومنین فائدہ اٹھاتے ہیں، اسی لیے بطور خاص ان کا ذکر آیا۔ ورنہ اللہ کی نشانیاں تو ہر خاص و عام کے لیے ہیں۔

آیت (۴) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابن آدم کا تخلیق کے کئی مرحل سے گزر کر پیدا ہونا، دل، دماغ، اور عقل جیسی نعمتوں سے بہرہ ور ہونا، اور سماعت، بینائی اور گویائی پر قادر ہونا، ان کے بارے میں آدمی جتنا غور کرے گا اللہ کی عظیم قدرت کا اعتراف بڑھتا چلا جائے گا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھانت بھانت کے جانور، چوپائے اور حیوانات پیدا کئے ہیں' کوئی خشکی کا جانور ہے، تو کوئی دریا اور سمندر میں رہنے والا ان سب کے بارے میں غور و فکر آدمی کو اس یقین تک پہنچاتا ہے کہ اللہ موجود ہے، علام الغیوب ہے، عزیز و حکیم ہے اور اس بات پر قادر ہے کہ قیامت کے دن تمام مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے ان کے اعمال کا ان سے حساب لے۔''

(تیسیر الرحمن)

﴿أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾﴾ (الغاشية : ١٧)

''کیا وہ لوگ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسی عجیب شکل میں پیدا کئے گئے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ بعث بعد الموت اور جنت وجہنم کے منکر ہیں، وہ غور نہیں کرتے کہ اس نے اونٹ کو کیسی عجیب شکل میں پیدا کیا ہے، اور کس طرح

اسے انسان کے لیے مسخر کر دیا ہے، تاکہ اس کا دودھ پئیں، اس پر سواری کریں اور اس کا گوشت کھائیں۔'' (تیسیر الرحمن)

6۔ شہد کی مکھی:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾﴾ (النحل: ٦٨)

''اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ تو پہاڑوں اور درختوں پر اور لوگوں کے بنائے ہوئے چھپروں پر اپنا گھر بنا۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اور اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی ایک نشانی شہد کی مکھی بھی ہے، جس کی تفصیل اس آیت کریمہ میں بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کے دماغ میں یہ بات بھی ڈال کر چراگاہوں میں گھوم پھر کر اپنی غذا حاصل کرنے سے پہلے اپنا گھر بنائے۔ اسی لیے شہد کی مکھی پہلے اپنا گھر بناتی ہے، پھر روزی کی تلاش میں نکلتی ہے، اور انواع واقسام کے پھلوں کے رس چوس کر اپنے گھر کی طرف لوٹتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق ان رسوں کا شہد بناتی ہے۔''

(تیسیر الرحمن)

7۔ سورج، چاند اور ستارے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾﴾ (نوح: ١٦)

''اور اس نے ان آسمانوں میں مہتاب کو رکھا ہے جو روشنی دیتا ہے اور آفتاب کو رکھا ہے جو چراغ ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے ماہتاب کو آسمانِ دنیا میں رکھا ہے جس کی روشنی سے زمین روشن رہتی ہے، اور آفتاب کو اہل زمین کے لیے چراغ کی حیثیت دی ہے تاکہ لوگ دن کی روشنی میں حصول معاش کی کوشش کریں۔'' (تیسیر الرحمن)

﴿وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝﴾

(النباء: ۱۲، ۱۳)

''اور ہم نے تمہارے اوپر مضبوط آسمان بنائے۔ اور ہم نے ایک روشن چراغ بنایا۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے مزید مظاہرِ قدرت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے ہیں جن کی ساخت بہت ہی محکم اور مضبوط ہے، زمانے کی گردش ان میں اثر انداز نہیں ہوتی ہے، جب سے اللہ نے انہیں بنایا ہے، اب تک ان میں کوئی سوراخ یا شگاف نہیں پیدا ہوا ہے۔ جوں کے توں ہیں اور رہیں گے، یہاں تک کہ جب قیامت آئے گی تو وہ اللہ کے حکم سے زوال پذیر ہو جائیں گے۔

اور ہم نے آفتاب کو پیدا کیا ہے جو دنیا والوں کو دن کی روشنی دیتا ہے، اور اس میں تمازت وحرارت ہے جس کے سبب پھل پکتے ہیں اور دیگر کئی منافع ہیں۔''

(تیسیر الرحمن)

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ۝﴾ (الفرقان: ۶۱)

''بے شمار خیر وبرکت والا ہے وہ اللہ جس نے آسمان میں برج بنائے ہیں، اور اس میں ایک چراغ (آفتاب)، اور ایک روشن ماہتاب بنایا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

’’اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض ایسے مظاہرِ قدرت کو بیان کیا ہے کہ اگر ’’رحمٰن‘‘ کے لیے سجدہ نہ کرنے والے مشرکین ان میں غور وفکر کریں تو وجوبِ سجدہ کے قائل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی بابرکت ذات نے آسمان میں سات متحرک سیاروں کے بارہ برج یعنی منازل بنائے ہیں۔ وہ سیارے اللہ کے حکم کے مطابق ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان کی اسی منتقلی سے حالات و واقعات میں مختلف تبدیلی آتی رہتی ہے۔ بعض لوگوں نے ’’بروج‘‘ سے بڑے بڑے ستارے مراد لیے ہیں۔ شوکانی کے نزدیک پہلا قول راجح ہے۔ نیز اس بابرکت ذات نے آسمان میں آفتاب و ماہتاب بنائے ہیں اور اُس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا دیا ہے۔ ہر ایک دوسرے کے بعد ضرور آجاتا ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا بنائی ہے، اس نظام میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے، جب کہ سورۃ ابراہیم آیت (۳۳) میں آیا ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ﴾

’’اسی نے تمہارے لیے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے کہ برابر ہی چل رہے ہیں۔‘‘ (تیسیر الرحمن)

سورج اور چاند اپنے مقررہ مدار کی طرف حرکت پذیر ہیں، قرآن اس امر کو یوں بیان کرتا ہے:

﴿وَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝۳۸ وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝۳۹ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝۴۰﴾ (یٰس : ۳۸ تا ۴۰)

’’اور آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے، یہ نظام اس اللہ کا بنایا ہوا ہے، جو بڑا زبردست، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور ماہتاب کی ہم نے منزلیں مقرر

کر دی ہیں (جن سے وہ گزرتا ہے)، یہاں تک کہ وہ آخر میں کھجور کی قدیم پتلی شاخ کی مانند ہو جاتا ہے۔ نہ آفتاب کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ ماہتاب کو لے جائے، اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے۔ اور ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں تیر رہا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اپنی مایہ ناز تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آفتاب کی یومیہ گردش کا تذکرہ کیا ہے جس کے مطابق وہ طلوع اور غروب ہوتا ہے۔ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مطابق، ہر دن عرش کے نیچے جا کر رب العالمین کو سجدہ کرتا ہے، اور ہر نئے دن کے لیے گردش جاری رکھنے کی اجازت مانگتا ہے جس غالب و علیم ذات نے اس دقیق نظام شمسی کو قائم کر رکھا ہے جس سے آفتاب سرمو انحراف نہیں کر سکتا، ورنہ کرۂ ارض کا پورا نظام درہم برہم ہو کر دنیا خراب و برباد ہو جاتی۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ اپنے ہی ہاتھوں پیدا کردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کر سکے۔

زمین کے گرد ماہتاب کی گردش ہے، جس کے مطابق وہ اپنے مقررہ اٹھائیس منازل میں پوری پابندی اور ترتیب و انتظام کے ساتھ گھومتا رہتا ہے، جس کی وجہ سے دن، ہفتہ، مہینہ اور سال کا حساب معلوم ہوتا رہتا ہے۔ ابتدا میں چاند پتلا ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ بڑا ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ چودھویں تاریخ کو بدرِ کامل بن جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر چھوٹا ہونا شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ مہینے کے آخر میں کھجور کی پتلی سوکھی اور زرد شاخ کی مانند ہو جاتا ہے، جو ذاتِ برحق ماہتاب کی اس حیرت انگیز گردش پر قادر ہے۔ وہ یقیناً تمام انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار کر دوبارہ زندہ کرنے اور ان کے اعمال کا انہیں حساب چکانے پر قادر ہے۔

آیت (۴۰) میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت کو یوں واضح کیا ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ آفتاب ماہتاب کو لے جائے، یعنی دونوں ایک جگہ جمع ہو جائیں اور دونوں ایک دوسرے کے عمل میں دخل انداز ہونے لگیں، یہ ناممکن ہے کہ رات اپنے مقررہ وقت سے پہلے نکل کر دن سے آگے بڑھ جائے یا دن رات سے آگے بڑھ جائے، بلکہ دونوں اللہ کی تدبیر وحکمت کے مطابق ہمیشہ ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں۔''

آیت کے آخر میں فرمایا: شمس وقمر اور کواکب آسمان کے مدار عظیم میں تیرتے رہتے ہیں، نہ وہ آپس میں خلط ملط ہوتے ہیں، اور نہ ہی ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں، ورنہ کائنات کے پرخچے اڑ جاتے۔اور یہ منظّم ومرتب دنیا تباہ و برباد ہوجاتی۔'' (تیسیر الرحمن)

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبٰرَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ﴿٥٤﴾﴾ (الأعراف : ٥٤)

''بے شک آپ کا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوگیا، وہ رات کے ذریعہ دن کو ڈھانک دیتا ہے، رات تیزی کے ساتھ اس کی طلب میں رہتی ہے، اور اس نے سورج، چاند اور ستاروں کو پیدا کیا۔ یہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں، آگاہ رہو کہ وہی سب کا پیدا کرنے والا ہے، اور اسی کا حکم ہر جگہ نافذ ہے، اللہ رب العالمین کی ذات بہت ہی بابرکت ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند اور ستاروں کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک اللہ کی مرضی اور اس کے ارادے کا پابند ہے۔ ایک بال کے برابر بھی اپنے مقررہ حرکات وسکنات سے روگردانی نہیں کر سکتا ہے۔ اس لیے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک اسی نے تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے، وہی سب کا مالک ہے اور ہر چیز پر اس کا حکم نافذ العمل ہے۔‘‘ (تیسیر الرحمن)

8۔ ملائکہ:

﴿ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝۴ ﴾ (المعارج: ٤)

’’فرشتے اور روح (جبریل) اس کے پاس چڑھ کر جاتے ہیں، ایک ایسے دن میں، جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔‘‘

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

’’اس آیت کریمہ میں ’’روح‘‘ سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں جو ملائکہ میں شامل ہیں، لیکن اللہ کے نزدیک ان کے خصوصی مقام کی وجہ سے ان کے نام کی صراحت کی گئی ہے۔

ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ فرشتے اور جبریل اللہ عزوجل کی جانب عروج کرتے ہیں، بایں طور ایک دن میں ساتویں زمین کی آخری تہہ سے ساتویں آسمانوں کے اوپر تک ان کے چڑھنے کی تیزی رفتار، دوسری مخلوقات کے پچاس ہزار سال کی رفتار کے برابر ہوتی ہے۔

آیت کی دوسری تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ فرشتے اور جبریل اللہ تعالیٰ کی جانب اس دن چڑھیں گے جس دن اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کے درمیان فیصلہ کرے گا، اور وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، تیسری تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ آیت میں دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔ یعنی وہ دن کافروں کے لیے پچاس ہزار

سال کے برابر ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ اسے مومنوں کے لیے آسان بنا دے گا۔ اور مجاہد کا قول ہے کہ آیت میں دنیا کی عمر پچاس ہزار سال بتائی گئی ہے، لیکن یہ معلوم نہیں کہ کتنی مدت گزر چکی ہے اور کتنی باقی ہے۔"

9۔ دن اور رات:

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ يُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝﴾ (الزمر: ۵)

"اسی نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، اور وہی رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے، اور اسی نے آفتاب و ماہتاب کو (ایک نظام خاص کا) پابند بنا رکھا ہے، ہر ایک وقت مقرر (یعنی قیامت) تک چلتا رہے گا، آگاہ رہے کہ وہ زبردست، بڑا مغفرت کرنے والا ہے۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

"اس کی قدرت و وحدانیت کی دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے تمام بنی نوع انسان کو صرف ایک آدم سے پیدا کیا ہے، اور اس کی بیوی حوا کی اس کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ پیدا کی اور ہر ایک کی مذکر و مونث دو قسمیں بنائیں۔ اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ انسانوں کو ان کی ماؤں کے بدن میں مختلف مراحل سے گزارتا ہے پہلے رحم مادر میں نطفہ قرار پاتا ہے، پھر منجمد خون کی شکل اختیار کرتا ہے، پھر گوشت کے لوتھڑے کی مانند ہو جاتا ہے، پھر انسانوں کی شکل و صورت اختیار کرتا ہے، اور اس میں روح ڈال دی جاتی ہے، اس کی پرورش تین تاریکیوں کے نیچے ہوتی ہے۔ پیٹ کی تاریکی، رحم کی تاریکی اور اس کی تارکی جو اس مخلوق پر چڑھی رہتی ہے۔"

(تیسیر الرحمن)

10۔ بارش:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ الَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾ ﴾ (الزخرف : ۱۱)

''اور وہی جس نے آسمان سے ایک معلوم مقدار میں بارش برسایا، پس ہم نے اس کے ذریعے مردہ زمین کو زندگی بخش دی (قیامت کے دن) تم سب اسی طرح زمین سے نکالے جاؤ گے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت بھی بیان کی ہے کہ وہ آسمان سے اپنی حکمت ومصلحت کے تقاضے کے مطابق مناسب مقدار میں بارش نازل کرتا ہے جس سے وہ مردہ شہروں کو زندگی دیتا ہے۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح بارش کے قطروں سے مردہ زمین مین جان آجاتی ہے، پودے لہلہا اٹھتے ہیں اور ن انواع واقسام کے پھل اور پھول اگتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ قیامت کے دن تمام مردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، جو زندہ ہوتے ہی میدان محشر کی طرف دوڑ پڑیں گے، اور اپنے رب کے حضور اپنے اعمال کا حساب دینے کے لیے دستہ بدستہ کھڑے ہو جائیں گے۔'' (تیسیر الرحمن)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾

(الروم : ۴۸)

''وہ اللہ ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، اور وہ (ہوائیں) بادل کو حرکت دیتی ہیں، پھر اللہ اس بادل کو آسمان میں جیسے چاہتا ہے بکھیر دیتا ہے، اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، پس آپ دیکھتے ہیں کہ اس کے درمیان سے بارش کے قطرے نکلنے لگتے ہیں، پس جب اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اسے برساتا ہے تو وہ خوش ہو جاتا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''اس آیت کریمہ میں بعث بعد الموت اور قیامت کے دن جزاوسزا کے عقیدے کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ہوا کو بھیجتا ہے جو بادل کو حرکت دیتی ہے، اور بادل اس کے حکم سے فضا میں اس کی حکمت ومصلحت کے مطابق پھیل جاتا ہے، کہیں گہرا ہوتا ہے تو کہیں ہلکا، کہیں زیادہ ہوتا ہے تو کہیں کم، پھر اللہ تعالیٰ دوبارہ اس کے ٹکڑے بنا دیتا ہے جن کے درمیان سے بارش کی بوندیں نکل نکل کر سطح زمین پر گرتی ہیں، اور لوگ باران رحمت پا کر خوشیاں منانے لگتے ہیں، اور خشکی اور قحط سالی کی وجہ سے انہیں جو حزن وملال لاحق ہوتا ہے وہ دور ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح وہ زمین کو باران رحمت کے ذریعے زندگی دیتا ہے، اور اس میں سبزہ لہرانے لگتا ہے، اسی طرح وہ قیامت کے دن لوگوں کو دوبارہ زندگی عطا کرے گا، اس لیے کہ وہ ذات برحق اور ہر چیز پر قادر ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿١٠﴾ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١﴾﴾

(النحل: ١٠ تا ١١)

''اسی نے آسمان سے تمہارے لیے بارش کو نازل کیا، اور اس کے بعض حصہ پینے کے کام آتا ہے اور بعض سے ایسے درخت اگتے ہیں، جنہیں تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو اور اس کے ذریعے وہ تمہارے لیے کھیتی، اور زیتون، اور کھجور کے درخت اور متعدد قسم کے انگور اور ہر قسم کے پھل اُگاتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو غور وفکر کرتے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''بندوں پر اللہ تعالیٰ کے گوناگوں احسانات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ آسمان سے بارش نازل کرتا ہے جسے آدمی پیتا ہے، اور اس کے ذریعے پاکی حاصل کرتا ہے، اور جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انواع واقسام کے درخت اور پودے اُگاتا ہے، وہ گھاس اور پودے جانوروں کے لیے چراہ گاہ ہوتے ہیں، اور جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کھیتوں کو، اور زیتون، کھجور، انگور اور تمام اقسام کے پھل اور سبزیوں کو اگاتا ہے۔

بارش کا اس طرح آسمان سے نازل ہونا، اور اس کے ذریعے ان تمام منافع کا حاصل ہونا جن کا ذکر اوپر آچکا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ کے وجود اور اسکی قدرت، اس کے علم، اس کی حکمت اور اس کی رحمت کے واضح دلائل ہیں، اور اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے، لیکن یہ تمام دلائل و براہین ان کے لیے مفید ہیں جو غور وفکر سے کام لے اور عبرت حاصل کریں۔ جو لوگ بہائم کے مانند زندگی گزارتے ہیں، اور خیر وشر کے درمیان تمیز کرنے کی صلاحیت کھو چکے ہوتے ہیں انہیں ان دلائل کا کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

11۔انسان کی پیدائش:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلْإِنسَٰنُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ ٱلْكَرِيمِ ۝٦ ٱلَّذِى خَلَقَكَ فَسَوَّىٰكَ

فَعَدَلَكَ ۝ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝﴾ (الانفطار: ٦ تا ٨)

''اے انسان! تجھے تیرے رب کریم کی کس چیز نے بہکا دیا، جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے درست بنایا، پھر تجھے معتدل انسان بنایا، اس نے جس شکل میں چاہا تیرے جسم کی ترکیب کی۔''

ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں:

''یہاں خطاب ان تمام کافر و فاسق انسانوں سے ہے جو دنیا میں معصیت کی زندگی گزارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اے انسان! تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا ہے کہ تو اپنی فطرت سے منحرف ہو گیا ہے اور اپنے اس رب کی نافرمانی کر رہا ہے جو عظیم و جلیل اور کامل و قادر ہے، اور جس نے تم پر یہ احسان کیا ہے کہ تمہیں کامل الخلقت انسان بنایا ہے، عقل و حواس اور اپنی گوناگوں نعمتوں سے نوازا ہے۔ تم کچھ بھی نہیں تھے، تو اس نے تمہیں ایک نطفۂ حقیر سے پیدا کیا، ایک مکمل آدمی بنایا، کان، آنکھ، اور عقل جیسی نعمت دی ہاتھ اور پاؤں دیئے، سینے میں دھڑکتا ہوں دل دیا، اور ہر طرح سے ایک مکمل آدمی بنایا۔ اور اس کا کمال قدرت دیکھ کہ اس نے تم میں سے کسی کو گورا کسی کو کالا، کسی کو لمبا، کسی کو ناٹا بنایا، اور پھر تم میں سے کسی کو مذکر اور کسی کو مونث بنایا۔ یہ سب اس کی قدرت کی کاریگری اور اس کی کمال صناعی ہے، جس کا تقاضا ہے کہ تم اپنے رب کی نافرمانی نہ کرو، ہر دم اسی کی بندگی میں لگے رہو اور کسی حال میں بھی اس کے احکام سے سرتابی نہ کرو۔'' (تیسیر الرحمن)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝﴾ (الواقعة: ٥٧ تا ٥٩)

''ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے، پس تم ہماری بات پر یقین کیوں نہیں کرتے کیا تم

نے غور کیا کہ منی کا جو قطرہ تم ٹپکاتے ہو اسے تم پیدا کرتے ہو، یا ہم اس کے پیدا کرنے والے ہیں۔''

ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں:

''اہل قریش بعث بعد الموت کی تکذیب کرتے تھے، اور کہتے تھے، یہ ناممکن ہے کہ جب ہم گل سڑ کر مٹی ہو جائیں گے اور صرف ہماری ہڈیاں رہ جائیں گی، تو دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اللہ نے ان کے اس ملحدانہ شبہ کی تردید کے لیے انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم نے تمہیں اس وقت پیدا کیا جب تم کچھ بھی نہ تھے جو ذات تمہیں پہلی بار پیدا کرنے پر قادر تھی کیا تمہیں دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گی؟ دوبارہ پیدا کرنا تو زیادہ آسان ہے۔ تمہاری عقل میں یہ بات کیوں نہیں آتی ہے؟ آیت (۵۸) میں ان کے شبہ کی مزید تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی بیویوں سے مباشرت کے ذریعے منی کے جس قطرے کو ان کے رحم تک پہنچاتے ہو، نو ماہ اور کچھ دنوں میں تخلیق کے مراحل سے گزر کر کون اسے ایک زندہ انسان بنا کر ماں کے پیٹ سے باہر نکالتا ہے؟ یقیناً وہ اللہ کی ذات ہے جس نے زن وشوہر میں شہوت پیدا کی، ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے کشش ڈالی اور مجامعت ومباشرت کی طرف ان کی رہنمائی کی، اور منی کے قطرے کی رحم مادر میں پرورش کی، اسے گوشت پوست اور ہڈی کا ڈھانچہ دیا، اسے دھڑکتا دل دیا اس کے لیے آنکھ، کان اور ناک بنایا اور وہاں جب اس کا نمو مکمل ہوا تو رحم مادر کو حکم دیا کہ اسے دھکا دے کر باہر نکالے۔ تو جو باری تعالیٰ اس پر قادر ہے وہ یقیناً اس انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ۝﴾

(القیامۃ: ۳۷ تا ۳۸)

''کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جسے (رحم مادر میں) ٹپکایا جاتا ہے پھر وہ ایک لوتھڑا تھا، تو اللہ نے اسے پیدا کیا، پھر اسے درست بنایا۔''

ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں:

''آدمی اگر اپنی تخلیق کی ابتدا پر غور کرے تو ایمان لے آئے کہ باری تعالیٰ یقیناً اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے خوب معلوم ہے کہ وہ منی کا ایک حقیر قطرہ جسے اس کے باپ کی پیٹھ سے نکال کر اس کی ماں کے رحم میں ٹپکایا گیا، پھر کچھ دنوں کے بعد قطرۂ منی خون بن گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے گوشت کا ایک ٹکڑا بنایا اور اعضائے وجود بنا کر اس ٹکڑے میں جان ڈال دی، پھر اس قطرۂ منی سے پیدا کردہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے (مرد وزن) دو قسم کے انسان بنائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے بنی نوع انسان! جو اللہ قطرۂ منی کو مختلف مدارج ومراحل سے گزار کر تمہیں پیدا کرنے پر قادر ہے، کیا وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟ وہ یقیناً اس پر قادر ہے، اور ہر چیز پر قادر ہے۔'' وباللہ التوفیق (تیسیر الرحمن)

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝﴾

(العلق: ۱ تا ۲)

''اے پیغمبر! آپ پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے (ہر چیز کو) پیدا کیا ہے، اس نے آدمی کو غلیظ منجمد خون سے پیدا کیا ہے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ان پر جو قرآن کریم بذریعہ وحی نازل ہوتا ہے اس کی تلاوت سے پہلے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھا کریں۔ نیز انسان کو خبر دی ہے کہ تمام مخلوقات کا خالق وہی تنہا ہے، اور اس نے انسان کو لوتھڑے یعنی ایک غلیظ منجمد خون سے پیدا کیا ہے، جو چالیس دن تک رحم مادر میں نطفہ کی شکل میں ہے پھر منجمد خون کا ایک لوتھڑا بن کر رحم مادر سے چپک جاتا ہے۔ اس کی تخلیق مکمل ہو جاتی ہے بارحم سے گوشت کے ایک ٹکڑے

کی شکل میں باہر نکل جاتا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

12۔انگلیوں کی پوریں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَ یَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِیْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ۝ ﴾ (القيامة : ٣تا ٤)

''کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اسکی ہڈیوں کو جمع نہیں کریں گے ہاں، ہم تو اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پوروں کو درست کر دیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا کافر وملحد یہ سمجھتا ہے کہ وہ ہو مرکر گل سڑ جائیں گے اس کا وجود ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا، اور ہم اس کی ہڈیوں زمین سے نکال کر انہیں جمع کر کے اسے دوبارہ زندہ نہیں کریں گے؟ یہ اس کی خام خیالی ہے، ہم یقیناً اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی ہڈیوں کو جمع کریں، بلکہ ہم تو اس سے بڑی بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو اونٹ اور گدے کی کھر کی مانند یکجا کر دیں، تاکہ اُن سے وہ دقیق وباریک کام نہ لے سکے جو وہ اپنی انگلیوں کے ذریعہ لیتا ہے۔

آیت (۴) کا دوسرا مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہم تو انسان کی انگلیوں کو بنانے پر قادر ہیں جو چھوٹی اور نازک ہوتی ہیں، اور ایک دوسرے سے الگ اور حرکت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں تو پھر اس کے جسم کی بڑی ہڈیوں کو دوبارہ بنانے پر کیوں نہیں قادر ہوں گے جب کہ پہلی بار ہم نے ہی انہیں بنایا تھا۔

13۔زندگی اور موت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝ ﴾ (الملك : ٢)

''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا ہے، تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون

عمل کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہے، اور وہ زبردست، بڑا معاف کرنے والا ہے۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ صاحب رقمطراز ہیں:

"اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی نے موت اور زندگی کو اپیدا کیا ہے، وہی جسے چاہتا ہے زندگی دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے موت دیتا ہے، اس کے سوا کوئی اس پر قادر نہیں۔ اس نے انسانوں کو زندگی دے کر دنیا میں بھیجا اور انہیں خبر دی کہ ان کو موت لاحق ہوگی اور وہ دار فانی سے کوچ کر کے دار آخرت کو سدھاریں گے۔ تو جو کوئی اس دار فانی میں اللہ کے امر کے بجالائے گا اور نواہی سے بچے گا، اسے اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں اچھا میں بدلہ عطا کرے گا، اور جو کوئی یہاں اپنی شہوتوں کا غلام بن کر زندہ رہے گا اور اللہ کے اوامر کو پس پشت ڈال دے گا، اسے بدترین بدلہ ملے گا۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بڑا زبردست ہے، ہر عزت و بڑائی اسی کے لیے ہے اور تمام مخلوقات کی گردنیں اسی کے لیے جھکی ہوئی ہیں اور وہ اپنے توبہ کرنے والے اور اپنی طرف رجوع کرنے والے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا، اوران کے عیبوں پر پردہ ڈالنے والا ہے۔ (تیسیر الرحمن)

14۔ جہنم:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ۝٤ تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ ۝٥ لَّيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ۝٧﴾ (الغاشية: ٢ تا ٧)

"اس دن کچھ چہرے ذلت و رسوائی کے مارے جھکے ہوں گے، وہ (جہنم میں) مشقت اٹھانے والے اور تھک کر چور ہوں گے، وہ لوگ انتہائی گرم آگ میں داخل ہوں گے، انہیں ایک کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلایا جائے گا، ان کا کھانا

سوائے خشک کانٹے کے کچھ نہ ہوگا، وہ نہ انہیں موٹا کرے گا اور نہ ان کی بھوک دور کرے گا۔''

جو لوگ دنیا میں دین حق کا انکار کرتے ہیں، قیامت کے دن ان کے چہرے ذلت ورسوائی کے مارے جھکے ہوں گے، اور دائمی طور پر بہت ہی شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے، اور آگ میں انہیں ان کے چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا اور درانحالیکہ وہ زنجیروں اور بھاری بیڑیوں میں بندھے ہوں گے، اور ان کو گھسیٹنے سے وہ نہایت ہی مشکل میں ہوں گے اور ان کی جان کے لالے پڑے ہوں گے۔''

((عَـامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ)) کی ایک دوسری تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ اہل کفر دنیا میں باطل عقائد ونظریات کو اپنانے اور بدعات وخرافات پر عمل کرنے کے سبب تھکے ہوں گے، لیکن یہ سب کچھ آخرت میں ان کے کام نہیں آئے گا، اور جہنم کی کھائیوں میں اپنے ہاتھوں، پاؤں اور گردنوں میں بندھی بوجھل بیڑیاں گھسیٹتے رہیں گے۔ امام شوکانی اور کوئی دیگر مفسرین نے پہلی تفسیر کو ہی راجح قرار دیا ہے، یعنی ((عَـامِلَةٌ نَّا صِبَةٌ)) میں قیامت کے دن اہل کفر کا حال بیان کیا گیا ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

﴿وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ o بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ o﴾ (البقرہ: ۸۰ تا ۸۱)

''اور انہوں نے کہا کہ ہمیں آگ چند دن سے زیادہ ہرگز نہ چھوئے گی، آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد و پیمان لے لیا ہے کہ اللہ اس عہد کے خلاف ہرگز نہ کرے گا، یا تم اللہ کے بارے میں وہ کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ ہاں (وہ جہنم میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے) جنہوں نے گناہ کیا اور ان کے گناہوں نے انہیں گھیر لیا، وہی لوگ جہنمی ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں:

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے ایک جرم کا ذکر کیا ہے کہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ لوگ آخرت میں جہنم میں صرف تھوڑی مدت کے لیے داخل ہوں گے، یعنی اس میں ہمیشہ کے لیے نہیں رہیں گے۔ ابن عباس اور مجاہد کی روایت ہے، یہود کہا کرتے تھے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے، اور ہم لوگ ہر ہزار سال کے مقابل ایک دن کے لیے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک دوسری روایت ہے کہ یہود کہا کرتے تھے کہ ہم لوگ صرف اتنی ہی مدت عذاب میں مبتلا ہوں گے، جتنی مدت بچھڑے کی عبادت تھی یعنی چالیس دن، پھر عذاب کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس زعم باطل کی تردید کی، اور کہا کہ کیا تم لوگوں نے اللہ سے اسے کے لیے کوئی عہد و پیمان لے رکھا ہے؟ حقیقیت یہ ہے کہا یہ اللہ پر افترار پردازی ہے۔

آیت (۸۱) میں ان کے گزشتہ دعوا کی تردید ہے کہ'' وہ آگ میں ہمیشہ کے لیے نہیں رہیں گے'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس آدمی کے گناہ اسے ہر چہار جانب سے گھیرے میں لے لیں، حتی کہ اس کے پاس کوئی نیکی باقی نہ رہے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جہاں وہ ہمیشہ کے لیے رہے گا، اور یہی حال یہود کا ہے ان کے گناہوں نے بھی انہیں ہر طرف سے گھیر لیا ہے اس لیے وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔

اس آیت کریمہ میں (سیئۃ اور خطیئۃ (سے مراد شرک اور کفر ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ دوسری دلیل اللہ کا قول۔

((وَاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْئَةٌ))

یعنی ''جس کے گناہوں نے اسے گھیر لیا ہو۔'' اور یہ گناہ ''شرک'' ہے۔

اس لیے کہ مومن وموحد کا گناہ اسے ہر چہار جانب سے احاطہ نہیں کر پاتا، اس لیے اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ کہ جہنم میں ہمیشہ کے صرف کافرومشرک ہی رہیں گے، گنہگار

موحد بن جہنم سے نکال دیئے جائیں گے۔ نبی کریم ﷺ کی سنت سے یہی ثابت ہے۔''

(تیسیر الرحمن)

15۔ جنّت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۸۲ ﴾ (البقرۃ: ۸۲)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیا، وہی لوگ جنتی ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

''قرآن کریم کا یہ طریقہ ہے کہ گناہگاروں کے لیے وعید کے بعد نیک لوگوں کو جنت کی خوشخبری دیتا ہے، تا کہ اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف ظاہر ہو کر اگر وہ کفر پر اصرار کرنے والوں کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دے گا، تو ایمان پر اصرار کرنے والوں کو ہمیشہ کے لیے جنت اور اس کے بے بہا نعمتوں سے نوازے گا۔

سلف صالحین کا اجماع ہے ''ایمان'' قول وعمل کا نام ہے۔ اس لیے جن آیتوں میں ایمان کے بعد عمل صالح کا ذکر ہوا ہے۔ وہاں عام کے بعد خاص کا ذکر مقصود ہے، اور مقصود عمل کے لیے مزید رغبت دلانا ہے۔کوئی بھی عمل اسی وقت عمل صالح ہوگا جب اس میں دو شرطیں پائی جائیں پہلی شرط یہ ہے کہ اس عمل سے مقصود اللہ کی رضا ہو۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عمل رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔'' (تیسیر الرحمن)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝۴۵ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۝۴۶ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝۴۷ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ۝۴۸ ﴾

(الحجر: ۴۵ تا ۴۸)

"بے شک اللہ سے ڈرنے والے لوگ باغوں اور چشموں میں رہیں گے، (ان سے کہا جائے گا) کہ تم لوگ یہاں سلامتی اور پورے امن وامان کے ساتھ داخل ہو جاؤ، اور ہم ان کے سینوں سے کینہ کو یکسر نکال دیں گے، پھر آپس میں بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھا کریں گے، انہیں وہاں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔"

"قرآن کریم اپنے معروف طریقہ کے مطابق جہنم اور اہل جہنم کا حال بیان کرنے کے بعد، اب اہل جنت کا حال بیان کر رہا ہے۔ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے نزدیک یہاں "متقین" سے مراد شرک باللہ سے بچنے والے ہیں، اور ایک قول کے مطابق ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام گناہوں سے بچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے جس کی خبر اس آیت میں دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے کہے گا کہ تم لوگ پوری سلامتی کے ساتھ اور تمام آفات وبلیات سے محفوظ و مامون جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ اہل جنت کے سینوں میں کوئی ایسا جذبہ نہیں رہنے دے گا جو ان کی خوشیوں کو پامال کرے، اور ان کے دل و دماغ میں تکدّر پیدا کرے، اس لیے ان کے سینوں سے بغض وعداوت اور حسد و کینہ کو یکسر نکال دے گا، اور جب ان کے سینے ایسے جذبوں سے پاک ہو جائیں گے، اور کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوگی، اس لیے کہ جنت میں کوئی ایسی بات نہیں ہوگی جو تکلیف کا باعث ہو۔ وہاں تو خوشیاں ہی خوشیاں اور راحت ہی راحت ہوگی۔ اہل جنت جس چیز کی بھی خواہش کریں گے از خود ان کے پاس آجائے گی، اور اہل جنت وہاں سے کبھی بھی نہیں نکالے جائیں گے۔" (تیسیر الرحمن)

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا

الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰىۚ وَ وَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾﴾ (الدخان : ۵۱ تا ۵۷)

''بے شک اللہ سے ڈرنے والے لوگ ایک پرامن جگہ میں ہوں گے، باغوں اور چشموں میں ہوں گے، باریک اور موٹے ریشم کے لباس زیب تن کئے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، ایسا ہی ہوگا اور ہم ان کی شادیاں بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دیں گ، وہاں وہ لوگ ہر قسم کے پھلوں کی فرمائش کریں گے، (دنیا کی) پہلی موت کے بعد اب وہان انہیں موت نہیں آئے گی اور اللہ انہیں جہنم کے عذاب سے بچالے گا، یہ آپ کے رب کا ان پر فضل ہو گا یہی عظم کامیابی ہے۔''

''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دنیا کی زندگی میں کفر و معاصی سے بچنے والے قیامت کے دن اس مقام پر ہوں گے، جہاں انہیں کوئی خوف و ہراس لاحق نہیں ہوگا، وہ باغوں میں بہتے چشموں کے درمیان ہوں گے وہاں انہیں پہننے کے لیے باریک اور دبیز ریشمی لباس ملے گا اور ان کے کمروں اور منازل کی ایسی ترتیب ہوگی کہ وہ ہر دم ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔ اللہ نے کہا کہ جنتیوں کے ساتھ بالکل ویسا ہی برتاؤ ہوگا، جیسا ہم نے اوپر بیان کیا ہے اور ہم ان کی شادیاں گوری چٹی خوبصورت ترین آنکھوں والی حوروں سے کریں گے، تاکہ ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور ان کے دلوں کو سرور ملے۔ اور اہل جنت ان جنتوں میں ہر ایک مصیبت سے مامون ہوں گے اور انہیں پسند کے نوع بہ نوع پھل حاضر کرنے کا غلمان جنت کو حکم دیا کریں گے۔ انہیں کبھی موت نہیں آئے گی، اور اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ کے لیے جہنم کے عذاب سے نجات دے دے گا۔

مفسرین لکھتے ہیں آیت (۵۶) کا آخری حصہ اس بات کی دلیل ہے کہ ممکن ہے غیر متقی موحدین کچھ عذاب بھگتنے کے بعد جنت میں داخل ہوں، البتہ حقیقی موحدین جہنم میں بالکل داخل نہیں ہوں گے۔

صحیحین کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لا کر جنت اور جہنم کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا اے اہل جنت! اب تم ہمیشہ یہیں رہو گے، تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی، اور اے اہل جہنم! اب تم ہمیشہ جہنم میں ہی رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ اور مسلم نے ابو سعید وابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت سے کہا جائے گا تم اب ہمیشہ صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہوں گے، اور تم ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہیں مرو گے، اور تم ہمیشہ خوش وخرم رہو گے کبھی رنجیدہ نہیں ہو گے، اور تم ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔

اہل تقویٰ مومنوں کو قیامت کے دن جو نعمت بھی ملے گی، وہ اللہ کا ان پر محض فضل وکرم ہوگا، کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جان لو کہ کسی کو اس کا عمل جنت میں نہیں پہنچائے گا، لوگوں نے پوچھا؛ اے اللہ کے رسول! آپ کو بھی؟ آپ نے فرمایا، ہاں مجھے بھی۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل سے ڈھانک لے گا۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ سے نجات اور دخول جنت وہ عظیم کامیابی ہوگی جس سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں ہوگی، سورۂ آل عمران ایت (۱۸۵) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((فَمَنْ زُحزِحَ عَنِ النَّارِ وأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ))

”جو شخص آگ سے ہٹا دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا۔“ (تیسیر الرحمن)

16۔ نزع کی حالت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَ اَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ ﴾ (الواقعہ: ۸۳ تا ۸۵)

’’پس جب کسی کی روح حلق تک پہنچ جاتی ہے اور اس وقت تم اسے (مجبور محض بن کر دیکھ رہے ہوتے ہو تمہارے بہ نسبت ہم اس سے زیادہ قریب ہوتے ہیں، لیکن تم مجھے دیکھ نہیں پاتے ہو۔‘‘

ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں:

’’ذیل کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی بے بسی کو بیان کیا ہے، اور بتایا ہے کہ وہ اپنے خالق کی مرضی ومنشا کے سامنے یکسر مجبور ومقہور ہے۔ اور اس کی دلیل اس کی جان کنی کا عالم ہے کہ جب فرشتے آ کر اس کی جان نکالتے ہیں، اور اس کی روح حلق تک پہنچ جاتی ہے اور نکلنے ہی والی ہوتی ہے، اس وقت وہ اور اس کے سارے اقارب واحباب جو اس کے اردگرد ہوتے ہیں، کتنے مجبور ہوتے ہیں کہ اس کی روح نکل رہی ہوتی ہے، وہ اپنی پھٹی پھٹی نگاہوں سے سب کو دیکھ رہا ہوتا ہے! اور اس کے اردگرد سب لوگ اس کے حال پر رحم کھا رہے ہوتے ہیں، لیکن کوئی اس کی مدد نہیں کرسکتا ہے کہ اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دے۔ اس وقت اللہ کے فرشتے مرنے والے سے اس کے رشتہ داروں کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں، لیکن لوگ ان فرشتوں کو دیکھ نہیں پاتے ہیں، یا مرنے والا جو کچھ اس وقت جھیل رہا ہوتا ہے اس راز سربستہ سے لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔‘‘

(تیسیر الرحمن)

17۔ آنکھوں سے دیکھنا، اور کانوں سے سننا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧٩﴾ ﴾

(الأعراف : ١٧٩)

’’اور ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے، ان کے دل ایسے ہیں جن سے سمجھتے نہیں، اور ان کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے دیکھتے نہیں، اور ان کے کان ایسے ہیں جن سے سنتے نہیں، وہ بہائم کے مانند ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گم گشتۂ راہ میں، یہی لوگ درحقیقت بے خبر ہیں۔‘‘

ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں:

’’اس آیت کریمہ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اپنی عقل و بصیرت سے کام لے کر اپنے معبود حقیقی کو پہنچانیں، اور اس کی عبادت کریں، اور اسی کے احکام و اوامر کے مطابق زندگی گزاریں، بہت سے جنوں اور انسانوں کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ کے دین کا انکار کر دیتے ہیں، اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء و رسل کے خلاف جنگ کرتے ہیں، اور اس کی بندگی کی راہ کو چھوڑ کر عناد و استکبار کی راہ اختیار کرتے ہیں، اور ان کا حال ایسا ہو جاتا ہے کہ ان کے دل، ان کی آنکھیں اور ان کے کان بیکار ہو جاتے ہیں، کوئی بھی خیر کی بات قبول کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ توحید باری تعالیٰ اور طاعت و بندگی کے اللہ ہی کے لیے مختص ہونے کے دلائل و براہین اس کے سامنے پیش کر دیئے جاتے ہیں، لیکن ان سے وہ مستفید نہیں ہوتا، بلکہ اس کا کبرو غرور بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اس کی حالت جانوروں سے بدتر ہو جاتی ہے کہ جانور تو کم از کم اپنے نفع و نقصان کے درمیان تمیز کر لیتا ہے، اور وہی کام کرتا ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے، لیکن کافر و متکبر جن و انسان خیر و شر کے درمیان تمیز کی صلاحیت ہی کھو دیتا ہے، تو گویا اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ جیسے اللہ نے اسے جہنم کے لیے ہی پیدا کیا ہے، وہ جہنم کی راہ پر آگے بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کی موت آجاتی ہے، اور جہنمی بن جاتا ہے۔ اور یہ بات اللہ کے علم ازلی میں ہے کہ کون حق کی دعوت کو قبول کرے گا اور کون انکار کرے گا، کسے خبر

کی توفیق ہوگی اور کسے نہیں، کون جنت کی راہ پر لگے گا اور کون جہنم کی راہ پر۔''

(تیسیر الرحمن)

ایک دوسرے مقام پر کچھ یوں فرمایا:

﴿وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾

(النحل: ۷۸)

''اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے جب نکالا تو تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے، اور اس نے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنایا، تاکہ تم شکر ادا کرو۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''مفسر ابوالسعود لکھتے ہیں کہ آیت (۶۵) ﴿وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ﴾ سے توحید باری تعالیٰ کے جن دلائل کے بیان کی ابتداء ہوئی ہے، اور جو آیت (۷۰) ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ﴾ اور آیت (۷۱) ﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ اور آیت (۷۲) ﴿وَاللّٰهِ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ میں بیان کئے گئے ہیں۔ انہی دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آدمی کو جب اس کی ماں کے پیٹ سے نکالتا ہے تو اسے کسی بات کی خبر نہیں ہوتی ہے۔ اللہ اسے کان، آنکھ اور دل دیتا ہے، اور بچپن سے لے کر بڑا ہونے تک ان قوتوں کو بڑھاتا ہے، تاکہ وہ ان نعمتوں کو یاد کر کے اللہ کا شکر ادا کرے، اس کی وحدانیت کا اعتراف کرے اور اسی کی عبادت کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ نعمتیں اس لیے دی ہیں تاکہ ان کی مدد سے اس کے سامنے زندگی بھر جھکتا رہے۔''

(تیسیر الرحمن)

18۔ ہر حالت میں نیند کا آنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَضَرَبْنَا عَلَىٰٓ ءَاذَانِهِمْ فِى ٱلْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ﴿١١﴾ ثُمَّ بَعَثْنَٰهُمْ لِنَعْلَمَ أَىُّ ٱلْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوٓا۟ أَمَدًا ﴿١٢﴾ ﴾

(الکهف: ۱۱ تا ۱۲)

''تو ہم نے ان پر غار میں کئی سال کے لیے گہری نیند طاری کر دی پھر ہم نے انہیں اٹھایا تاکہ معلوم کریں کہ دونوں گروہوں میں سے کس نے ان کے اس حال میں رہنے کی مدت کو زیادہ اچھی طرح گن رکھا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''غار میں پناہ لینے والے کچھ نوجوان مسلمان تھے اور ان کے ساتھ ان کا ایک کتا تھا۔ ان کے ملک کا بادشاہ بت پرست تھا، اور لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا، اور جو لوگ اس کی بات نہیں مانتے تھے انہیں سخت سزا دیتا تھا۔ ان نوجوانوں نے اپنے دین وایمان کی حفاظت کی خاطر اپنا شہر چھوڑ دیا اور ایک غار میں پناہ گزیں ہو گئے جو مقام ایکہ کے قریب ''رقیم'' نامی وادی میں واقع تھا۔ نوجوانوں کو جب ذرا سکون ملا تو اپنے رب سے دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہم نے جو شرک اور مشرکین سے کنارہ کشی اختیار کی ہے تو اپنی رحمت کو ہم پر سایہ فگن کر دے، اور اپنے دین کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑا ہے تو ہر کام پر ہماری رہنمائی فرما اور کافروں سے ہمیں نجات دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی، ان کے کانوں پر ایک پردہ ڈال دیا جس کے سبب غار سے باہر کی آواز ان تک آنی بند ہو گی، اور اللہ نے انہیں ایسا سکون عطا فرمایا، اور وہ دشمنوں سے اس طرح امن میں آ گئے کہ تین سو نو سال تک سوئے رہے۔ اس طویل مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں نیند سے بیدار کیا تاکہ وہ اس بات کا مشاہدہ کریں کہ ان کی نیند کی مدت

کا جن دو گروہوں نے اندزاہ لگایا تھا ان میں سے کس کا اندازہ حقیقت سے زیادہ قریب تھا، اور تاکہ اس کے دیگر بندے اس طویل مدت تک ان نوجوانوں کے بغیر طعام وشراب کے رہنے کے بارے میں غور فکر کر کے اللہ کی وحدانیت اور اس کی قدرت مطلقہ پر ایمان لائیں۔'' (تیسیر الرحمن)

نیز فرمایا:

﴿وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝۱۹﴾ (الکھف: ۱۹)

''اور ہم نے اس طرح انہیں (ایک بار) اٹھایا تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں، ان میں سے ایک نے پوچھا کہ تم سب (اس حال میں) کتنے دن رہے ہو؟ دوسروں نے جواب دیا کہ ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے ہیں، پھر کہا کہ تمہارا رب زیادہ جانتا ہے کہ تم کتنے دن رہے۔ تم اپنا ایک آدمی چاندی کی اس سکے کے ساتھ شہر بھیجو، پس وہ دیکھے کہ وہاں سب سے پاکیزہ کھانا کونسا ہے، تو اس میں سے تمہارے لیے کچھ کھانا (خرید کر) لے آئے۔ اور خاموشی کے ساتھ کام کرلے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''تین سو نو سال سوئے رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں جب بیدار کیا تو ان کے اجسام اور تمام اعضاء وجوارح حسب سابق بالکل صحیح سالم تھے، ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی تاکہ وہ اور انہیں دیکھنے والے دوسرے لوگ اس بات کا ادراک کرسکیں کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو مارنے اور دوبارہ زندہ کرنے پر پوری

قدرت رکھتا ہے، اور تاکہ وہ صالحین اور ایک دوسرے سے اپنی نیند کی مدت کے بارے میں سوال کریں، اور اللہ نے ان کے ساتھ جیسا اچھا معاملہ کیا، اور جس طرح طویل مدت تک ان کی حفاظت کی، ان سب پر غور کرکے عبرت حاصل کریں اللہ کی عظیم قدرت ان کا ایمان بڑھ جائے اور اس کا شکر بجالائیں۔

ان میں سے ایک نے پوچھا کہ بھائیوں! ہم لوگ کتنی دیر سوئے ہیں؟ تو ان میں سے بعض نے جواب دیا کہ ہم لوگ یا تو ایک دن سوئے رہے ہیں یا دن کا کچھ حصہ۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ غالبًا وہ لوگ غار میں صبح کے وقت داخل ہوئے تھے اور جب جاگے تو دن کا آخری پہر تھا، اسی لیے انہوں نے کہا کہ شاید ہم لوگ دن کا کچھ حصہ سوئے رہے ہیں۔ لیکن بعض دوسرے نے اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اللہ ہی زیادہ جانتا ہے کہ ہم کتنی دیر اس حال میں رہے ہیں پھر انہوں نے روئے سخن دوسری طرف پھیرتے ہوئے کہ ہم میں سے ایک آدمی ہمارے پاس موجود چاندی کا سکہ لے کر شہر جائے، اور عمدہ اور حلال کھانا خرید کر لائے، اور خوب محتاط رہے تاکہ کسی حرکت سے لوگوں کو اپنی حقیقت کا پتہ نہ دے دے، اس لیے کہ اگر مشرکین کو ہماری اطلاع ہوگئی تو ہمیں سنگسار کرکے ہلاک کر دیں گے یا اپنا مشرکانہ دین قبول کرنے پر مجبور کریں گے، اور اگر ہم ایسا کر بیٹھے تو عذاب نار سے کبھی نجات نہیں پاسکیں گے اور کبھی بھی اللہ کی جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گے۔'' (تیسیر الرحمن)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۭ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ

لِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾ (البقرة: ۲۵۹)

''یا اس آدمی کے حال پر غور نہیں کیا جو ایک ایسی بستی سے گذرا جو اپنی چھتوں سمیت گری ہوئی تھی، اس نے کہا کہ اللہ اب کس طرح اس بستی کو مرجانے کے بعد زندہ کرے گا تو اللہ نے اسے سو (۱۰۰) سال کے لیے مردہ کر دیا، پھر اسے اٹھایا، اللہ نے کہا کہ تم کتنی مدت اس حال میں رہے، اس نے کہا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ اس حال میں رہا ہوں، اللہ نے کہا بلکہ سو سال رہے ہو، پس اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو وہ خراب نہیں ہوئی ہیں، اور اپنے گدھے کو دیکھو اور تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے نشان بنا دیں، اور (گدھے کی) ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ ہم انہیں کس طرح اٹھا کر ایک دوسرے سے جوڑتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، جب حقیقت اس کے سامنے کھل کر آ گئی تو کہا میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں:

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت کی ایک عظیم دلیل پیش کی ہے، جس کا ہر آدمی یوم قیامت سے پہلے اسی دنیا میں ادراک کر سکتا ہے۔ اور اس دلیل کا اجر اللہ تعالیٰ نے جس آدمی کے جسم پر کیا اس کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ عزیر علیہ السلام تھے۔ کسی نے کہا، وہ خضر علیہ السلام تھے۔ مجاہد کا قول ہے کہ وہ بنی اسرائیل کا ایک فرد تھا۔ اور یہی قول اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے۔

وہ شخص ایک ایسی بستی سے گزرا جو مکمل طور پر تہہ و بالا ہو چکی تھی، اور اس کے رہنے والے سبھی لوگ مر چکے تھے۔ اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ان لوگوں کو

اب اللہ کیسے زندہ کرسکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر دیگر لوگوں کے حال پر رحم کرتے ہوئے اسے سو سال کے لیے مردہ بنا دیا، اس کا گدھا بھی مر گیا، اور اس کے پاس کھانے پینے کی جو چیزیں تھیں وہ سب علیٰ حالہ باقی رہیں، ان میں کوئی تبدیلی نہ آئی، جب اللہ نے اسے دوبارہ زندہ کیا تو اس سے پوچھا کہ کتنے دن تم اس حال میں باقی رہے؟ تو اس نے کہا کہ ایک دن اس سے بھی کم۔ تب اللہ تعالیٰ اسے بعض انبیاء کے ذریعے خبر دی کہ وہ سو سال مردہ رہا ہے، پھر اللہ نے اس سے کہا کہ تم اپنے کھانے پینے کی چیزیں دیکھو، وہ خراب نہیں ہوئی ہیں، اور اپنے گدے کو دیکھو، اس کے چیتھڑے ہو چکے ہیں اور اس کی ہڈیاں سڑ گل گئی ہیں، اس کے بعد اللہ نے اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے گدھے کو زندہ کیا تو بول اٹھا کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اور یقیناً ہر فردِ بشر کو قیامت کے دن زندہ کرے گا۔'' (تیسیر الرحمن)

باب نمبر 69

اولاد دینا یا نہ دینا
صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے

رسول اللہ ﷺ نے رقیہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ رقیہ رضی اللہ عنہا عثمان کے عقد نکاح میں ہی فوت ہوئیں، لیکن ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ [1]

[1] طبرانی، الولدالطاھرة رقم : ٧٥.

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝﴾

(الشوریٰ : ٤٩۔٥٠)

"وہ جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے۔ یا انہیں لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے، وہ بے شک بڑا جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے۔"

امام ابن کثیر نے نقل فرمایا ہے کہ "خالق، مالک اور متصرف زمین وآسمان کا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے، جو نہیں چاہتا، نہیں ہوتا ہے، جسے چاہے دے جسے چاہے نہ دے، جو چاہے پیدا کرے اور جو چاہے بنائے۔ جسے چاہے صرف لڑکیاں دے جیسے لوط علیہ السلام، اور جسے چاہے لڑکے ہی عطا فرمائے جیسے ابراہیم خلیل علیہ السلام، اور جسے چاہتا ہے لڑکے

لڑکیاں سب کچھ دیتا ہے جیسے محمد ﷺ۔ اور جسے چاہتا ہے لا اولاد ہی رکھتا ہے، جیسے یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام۔

پس یہ چار قسمیں ہوئیں، لڑکیوں والے، لڑکوں والے، دونوں والے اور دونوں سے خالی ہاتھ۔ وہ علیم ہے ہر مستحق کو جانتا ہے، قادر ہے جس طرح کا چاہے تفاوت رکھتا ہے۔‘‘
(تفسیر ابن کثیر، ۵/۳۷.)

باب نمبر 70

صحت اور شفا صرف اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿۷۸﴾ وَ الَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ ﴿۷۹﴾ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾ وَ الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿۸۱﴾ وَ الَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾ ﴾ (الشعراء: ۷۸تا ۸۲)

''جس نے مجھے پیدا کیا ہے وہ میری رہنمائی کرتا ہے۔ اور جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے۔ اور جو مجھے موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا۔ اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن وہ میرے گناہ معاف کر دے گا۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''ابراہیم علیہ السلام نے کہا، میں صرف اسی رب العالمین کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا ہے، اور جو دین و دنیا کی ہر بھلائی کی طرف میری رہنمائی کرتا ہے، اور جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ یعنی اس نے مجھے روزی دینے کے لیے تمام آسمانی اور زمینی اسباب مہیا کیے، بادل بھیجا، پانی برسایا، زمین کو زندگی دی، اور انواع و اقسام کے پھل اور غذائی مادے پیدا کیے، اور پانی کو صاف شفاف اور میٹھا بنایا، جسے جانور اور انسان سبھی پیتے ہیں۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا دینے پر اس کے سوا کوئی قادر نہیں ہوتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ادب کے طور پر بیماری کو اپنی طرف اور

شفا کو اللہ کی طرف منسوب کیا، ورنہ معلوم ہے کہ بیماری اور شفا دونوں ہی اللہ کے جانب سے ہوتی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔ اس رب العالمین کی صفت یہ بھی ہے کہ وہ ہی تمام انسانوں کو موت دیتا ہے، اور قربِ قیامت کے وقت وہ سب کو دوبارہ زندہ کرے گا، اور اسی سے امید کی جاتی ہے کہ قیامت کے دن وہ میرے گناہوں کو معاف کردے گا۔" (تیسیر الرحمن)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض بیمار لوگوں کے جسم پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرتے اور یہ دعا فرماتے:

((أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ ، لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ ، شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا .)) ❶

"اے لوگوں کے رب! بیماری دور فرما اور شفا عنایت کر، کیونکہ تو ہی شفا دینے والا ہے۔ اصل شفا وہی ہے جو تو عنایت فرمائے، ایسی صحت عنایت فرما کہ کسی قسم کی بیماری نہ رہے۔"

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا اَنْزَلَ للّٰه دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً)) ❷

"اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری اتاری ہے اس کے لیے شفا بھی نازل فرمائی ہے۔"

نیز سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دم کرتے تو فرماتے:

((اِمْسَحِ الْبَاْ سَ رَبَّ النَّاسِ ، بِيَدِكَ الشِّفَاءُ ، لَا كَا شِفَ لَهٗ اِلَّا اَنْتَ)) ❸

"بیماری کو ختم کردے اے لوگوں کے پروردگار! تیرے ہی ہاتھ میں شفا ہے، اور بیماری کو صرف تو ہی دور کرنے والا ہے۔"

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الطب، رقم: ٥٧٥٠. ❷ صحیح بخاری، کتاب الطب، رقم: ٥٦٧٨.
❸ صحیح البخاری، کتاب الطب، رقم: ٥٧٤٤.

باب نمبر 71

زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

﴿ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ (المؤمن : ٦٨)

''وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس جب وہ کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہو جا، پس وہ چیز ہو جاتی ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے، جو انسان کو عمریں پوری ہو جانے کے بعد، انہیں موت دیتا ہے، اسے (اللہ) کبھی بھی موت لاحق نہیں ہوگی، اور اس کے سوا تمام جن وانس مر جائیں گے، اور وہ معبود برحق جب کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو کلمہ ''کُنْ'' کے ذریعہ اسے وجود میں لے آتا ہے، محال ہے کہ وہ چاہے اور کوئی چیز وجود نہ آئے۔'' (تیسیر الرحمن)

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص بازار میں داخل ہوتے وقت کہے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ ، وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ كُلُّهٗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ .))

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور وہ زندہ ہے فوت نہیں ہو سکتا، اسی کے ہاتھ میں ساری خیر ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے، اور اس کے دس لاکھ گناہ معاف کر دیتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔'' ❶

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''غزوہ'' ''ذات الرقاع'' میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے (دورانِ سفر) ایک گھنے سائے والا درخت آیا جسے ہم نے رسول اللہ ﷺ کے (آرام کے) لیے چھوڑ دیا۔ اتنے میں ایک مشرک آدمی آیا، اور رسول اللہ ﷺ کی تلوار، جو درخت کے ساتھ لٹک رہی تھی، سونت کر بولا۔'' کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو (یا نہیں) ؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (لَا) ''نہیں'' مشرک کہنے لگا (فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ)؟ تو تمھیں مجھ سے کون بچائے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿اَللّٰهُ﴾ '' اللہ''۔ ❷

ابو بکر اسماعیل نے اپنی صحیح میں یہ بات بھی روایت کی ہے (کہ جب) مشرک نے کہا تمھیں مجھ سے کون بچائے گا ؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا (اللہ) تو مشرک کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر نیچے گر پڑی، اور رسول اللہ ﷺ نے اٹھالی۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ((مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ)) ''تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ مشرک نے کہا'' تم بہتر پکڑنے والے بنو'' (یعنی مجھ پر رحم کرو، اور چھوڑ دو) (شرح مسلم للنووی)

اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر نفس کو موت آئے گی، حتی کہ ولی ہو یا نبی فرشتے ہوں یا جن۔ یہاں تک کہ جبرائیل اور ملک الموت کو بھی موت آ جائے گی۔ یہ صرف اور صرف رب تعالیٰ ہی ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے، اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

ذیل میں ہم چند آیاتِ طیبات ذکر کرتے ہیں جن میں مذکور ہے کہ اللہ کے علاوہ ہر چیز موت کا جام پیئے گی۔

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿٣٤﴾﴾

(الأنبياء: ٣٤)

❶ صحيح ابن ماجه، كتاب التجارات، رقم: ٢٢٣٥.

❷ صحيح بخاری، كتاب المغازی، رقم: ٤١٣٦.

’’اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشگی نہیں دی، کیا آپ اگر مر جائیں گے تو وہ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔‘‘

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

’’اس آیت کریمہ میں بیان کیا جارہا ہے کہ مشرکین مکہ کا گمان تھا کہ نبی کریم ﷺ جلد ہی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے، اور ان کے بعد دعوت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر جائے گا، اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان کی اس حاقدانہ خواہش کی تردید کی ہے کہ اس دنیا میں کسی کو بھی دوام حاصل نہیں ہے، آپ کے ان دشمنوں کو بھی دوام حاصل نہیں ہے، سب کو موت کا مزا چکھنا ہے، اس لیے اگر آپ وفات پا جائیں گے تو اس میں حیرت کی کون سی بات ہے، لیکن اللہ کا دین تو قیامت تک باقی رہے گا۔‘‘ (تیسیر الرحمن)

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (القصص : ۸۸)

’’اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ بنایئے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس کے سوا ہر چیز فنا ہو جائے گی، ہر چیز پر اس کی حکمرانی ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔‘‘

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝﴾

(الرحمن : ۲٦ تا ۲۷)

’’ہر چیز جو زمین پر ہے، ختم ہو جانے والی ہے۔ اور آپ کے رب کی ذات باقی رہ جائے گی جو جلال اور عزت والا ہے۔‘‘

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

’’زمین پر حرکت کرنے والے جتنے حیوانات ہیں، سب فنا کے گھاٹ اتر جائیں

گے، مخلوقات میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا، صرف باری تعالیٰ کی ذات باقی رہ جائے گی جو بڑی عظمت وبلندی اور بڑی کبریائی والا ہے، اور جس کا فضل و کرم بحر وبر میں رہنے والے اس کی تمام مخلوقات کے لیے عام ہے۔

مفسرین نے ((كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ)) کی تفسیر کے ضمن میں مندرجہ ذیل فوائد کا ذکر کیا ہے۔

1۔ جب زندگی کے ایام محدود ہیں تو اسے اللہ کی عبادت میں گزارنا چاہیے۔

2۔ دنیا کی ہر نعمت زوال پذیر ہے اس لیے، اللہ سے ہی لو لگانے میں ہر بھلائی ہے۔

3۔ تکلیف ومصیبت میں صبر کرنا چاہیے اس لیے کہ یہاں کی خوشی اور غم دونوں عارضی ہیں۔

4۔ اللہ کو چھوڑ کر غیروں کو معبود نہ بنایا جائے اس لیے کہ زائل و فانی معبود نہیں ہوسکتا ہے۔''

(تیسیر الرحمن)

سیدنا یحییٰ علیہ السلام اور موت:

﴿وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿١٥﴾﴾

(مریم: ١٥)

''اور اللہ کی سلامتی ان کے شامل حال رہی جس دن وہ پیدا ہوئے، اور اس دن بھی رہے گی جب وہ وفات پائیں گے، اور جس دن زندہ اٹھائے جائیں گے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام آفات وبلیات سے امن وسلامتی کی خبر دے دی، اور ان کے لیے سلام وتحیہ بھیج دیا جس دن وہ پیدا ہوئے اس دن شیطان کے چونکا لگانے سے امان میں رہے، اور جب وفات پائی تو قبر کے فتنوں سے محفوظ رہے اور جب دوبارہ اٹھائے جائیں گے تو انہیں کوئی گھبراہٹ لاحق نہیں ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا یحییٰ علیہ السلام پر انعامِ خاص اور انتہائے عنایت تھی کہ ان تینوں حالات میں انھیں اللہ کا امن وامان حاصل رہا جب آدمی شدید غربت و وحشت محسوس کرتا ہے، اور ضرورت محسوس کرتا ہے کہ کوئی اس کے ساتھ ہو۔'' (تیسیر الرحمن)

سیدنا یعقوب علیہ السلام اور موت:

سیّدنا یعقوب علیہ السلام کی موت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾﴾

(البقرۃ: ۱۳۳)

''کیا جب یعقوب کی موت قریب تھی تو تم لوگ وہاں موجود تھے؟ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم لوگ کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم آپ اور آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود، ایک اللہ کی عبادت کریں گے، اور ہم اسی (ایک اللہ) کے اطاعت گزار ہیں۔''

''یہود و نصاریٰ پر محبت تمام کرنے کے لیے یعقوب علیہ السلام کی وصیت بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے بھی اپنے بیٹوں کو مرنے سے پہلے (دین اسلام) پر چلنے کی وصیت کی تھی۔'' (تیسیر الرحمن)

سیدنا یوسف علیہ السلام اور موت:

ان کی موت کے بارے میں فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴿۳۴﴾﴾ (المومن: ۳۴)

''اور اس سے قبل یوسف تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے، پس تم اس دعوت کی صداقت میں ہمیشہ ہی شک کرتے رہے، جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے، یہاں تک کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم کہنے لگے کہ اس کے بعد اب اللہ کوئی دوسرا رسول نہیں بھیجے گا، اللہ اسی طرح ہر اس شخص کو گمراہ کر دیتا ہے جو حد

سے تجاوز کرنے والا، شک وشبہ کرنے والا ہوتا ہے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام اور موت:

ارشاد فرمایا:

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿١٤﴾﴾ (سبا : ١٤)

''پس جب ہم نے ان کی موت کا حکم دے دیا تو ان کی موت کی خبر جنوں کو زمین کے کیڑوں کے سوا کسی نے نہیں دی جو ان کی لاٹھی کو کھاتے رہے تھے، پس جب وہ گر پڑے تب جنوں کو یقین ہو گیا کہ اگر وہ غیب کا علم رکھتے تو رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''ابن جریر اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ اب ان کی موت کا وقت آ چکا ہے، تو انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے رب! میری موت کی خبر جنوں سے چھپا دے تاکہ لوگ جان لیں کہ ''جن'' غیب کی کوئی بات نہیں جانتے۔ چنانچہ انہوں نے ایک لاٹھی پر ٹیک لگا کر نماز پڑھنا شروع کر دی، اور اس حالت میں ان کی موت آ گئی، اور جن کام کرتے رہے اور انھیں ایک مدت تک اس کی خبر نہ ہوئی، جب اللہ نے چاہا تو دیمک نے ان کی لاٹھی کو نیچے سے کھا لیا، اور سلیمان علیہ السلام کا جسم زمین پر گر گیا۔ تب جنوں کو ان کی موت کی خبر ہوئی، اور کہنے لگے کہ اگر انہیں غیب کا علم ہوتا تو ایک مدت سے عذاب میں نہ رہتے۔

مفسرین لکھتے ہیں، سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں لوگوں کا اعتقاد تھا کہ جن غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ اس آیت میں اسی کی تردید کی گئی ہے۔'' (تیسیر الرحمن)

باب نمبر 72

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ظلم عظیم ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۳﴾﴾ (لقمٰن: ۱۳)

''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا، اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا شریک نہ بنا۔ بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اس آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے وقت کہا: اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا ساجھی نہ بناؤ، کیونکہ شرک باللہ ظلم عظیم ہے، اللہ نے انسان کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ جب تک زندہ رہے، صرف اسی کی عبادت کرے، اس لیے اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا کہ بندہ اپنے خالق کی مرضی کی مخالفت کرتے ہوئے غیروں کے سامنے سجدہ کرے، ہاتھ پھیلائے، مرادیں مانگے اور جھولیاں پھیلائے۔ امام بخاری نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب سورۃ انعام کی آیت کریمہ (۸۲) ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ نازل ہوئی، تو صحابہ کرام پر بڑا شاق گزرا، اور کہنے لگے کہ ہم میں سے کس نے اپنے آپ پر ظلم نہیں کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم کا وہ معنی نہیں جو تم سمجھتے ہو۔ ظلم سے مراد وہ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے کو بتایا تھا کہ اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ

کسی کو شریک نہ بناؤ، کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے۔‘‘(تیسیر الرحمان)

اللہ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ۝۲ ﴾

(الفرقان : ۲)

’’وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، اور جس نے اپنی کوئی اولاد نہیں بنائی ہے، اور جس کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور جس نے ہر چیز صبر کو پیدا کیا ہے، پھر اسے اس کی عین غرض و غایت کے مطابق بنایا ہے۔‘‘

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

’’شوکانی لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی چار صفتیں بیان کی ہیں:

پہلی صفت یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کا وہی مالک ہے اور ان میں پائی جانے والی تمام موجودات اپنے وجود و بقا کے لیے اس کی محتاج ہے۔ دوسری صفت یہ کہ اس کی کوئی اولاد نہیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا باطل دعویٰ ہے۔ تیسری صفت یہ ہے کہ پوری کائنات کی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں جیسا کہ مشرکوں، بت پرستوں، دو معبودوں کے ماننے والوں اور شرکِ خفی کرنے والوں کا فاسد عقیدہ ہے۔ اور چوتھی صفت یہ کہ اس نے تمام موجوادت کو پیدا کیا ہے اور ہر ایک کو اس کی مطلوبہ مصلحت کے مطابق بنایا ہے۔‘‘ (تیسیر الرحمن)

دوسرے مقام پر اللہ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝۴۰ ﴾ (الروم : ۴۰)

''وہ اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، پھر تمہیں روزی دی ہے، پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، پھر تمہیں زندہ کرے گا، کیا شرکاء میں سے کوئی ہے جو ان میں سے کوئی کام کرتا ہو، اس کی ذات پاک، بے عیب ہے، اور ان کے شرک سے بہت بلند ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے مشرک بندوں کو مخاطب کر کے زجر و توبیخ کے طور پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں پیدا کیا، اور تمہیں روزی دی ہے، وہی تمہیں ایک عمر مقرر گزار لینے کے بعد موت دے گا، اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرے گا، تمہارے باطل معبودوں میں سے کوئی بھی ان باتوں کی قدرت نہیں رکھتا ہے، تو پھر تم ایک اللہ کے بجائے ان بتوں کی کیوں پرستش کرتے ہو اللہ تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے، اور اس سے بہت ہی بالا و برتر ہے کہ جھوٹے معبود اس کے ساجھی بنائے جائیں۔'' (تیسیر الرحمن)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں سب سے بڑا کبیرہ گناہ نہ بتاؤں؟ آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے کہا، کیوں نہیں، یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک بنانا، اور والدین کی نافرمانی کرنا۔'' [1]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس حال میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا تھا، وہ آگ میں داخل کیا جائے گا۔'' [2]

مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے کہتے تھے ((لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ)) نبی کریم ﷺ فرماتے، ہلاکت ہو تمہارے لیے اسی پر کفایت کرو، لیکن وہ کہتے "إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ يَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ" یعنی ''اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسا شریک جو تیرے

---

1. صحيح بخاری، كتاب الشهادة رقم: ٢٦٥٤.
2. صحيح بخاری، كتاب الجنائز، رقم: ١٢٣٨.

لیے ہے تو اس شریک کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی مالک ہے جو اس شریک کے اختیار میں ہے۔'' ❶

نبی کریم ﷺ نے سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو دس نصیحتیں فرمائیں، جن میں سرفہرست یہ نصیحت تھی ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا خواہ تم قتل کر دیے جاؤ یا جلا دیے جاؤ۔'' ❷

شرکِ اصغر:

سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، ہم لوگ آپس میں مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ اَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِي مِنَ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ؟))

''کیا میں تمہیں ایسی چیز کی خبر نہ دوں، جس کا مجھے تمہارے بارے میں مسیح دجال سے بھی زیادہ خوف ہے؟''

ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! (ضرور بتایئے) آپ نے ارشاد فرمایا:

((اَلشِّرْكُ الْخَفِيُّ اَنْ يَّقُومَ الرَّجُلُ يُصَلِّي فَيُزَيِّنُ صَلَاتَهُ لِمَا يَرٰى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ .)) ❸

''وہ ہے شرک خفی یعنی یہ کہ آدمی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو اور جب اسے محسوس ہو کہ اسے کوئی دیکھ رہا ہے، تو اپنی نماز لمبی کر دے۔''

محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اَخْوَفَ كَمَا اَخَافُ عَلَيكُمُ الشِّرْكُ لَاصْغرُ)) ❹

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الحج، رقم: ١١٨٥.

❷ مسند احمد: ٥/ ٢٣٨ـ صحيح ابن حبان ، رقم: ٥٢٤ـ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، رقم: ٤٢٠٤ـ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

❹ مسند احمد ٥/ ٤٢٨، ٢٣٦٣٠ـ شیخ شعیب ارناؤط نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

''تمہارے بارے میں مجھے جن چیزوں کا خوف ہے، ان میں سے سب سے زیادہ ڈرنے والی چیز شرک اصغر ہے۔''

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! شرک اصغر کیا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا:

((اَلرِّیَاءُ)) ''ریاء'' یعنی دکھلاوہ۔

باب نمبر 73

مشرک کی بخشش نہ ہوگی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيْمًا ﴿٤٨﴾﴾ (النساء: ٤٨)

”بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے، اور جو شخص کسی کو اللہ کا شریک بناتا ہے، وہ ایک بڑے گناہ کی افتراپردازی کرتا ہے۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

”یہاں صراحت کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو بغیر توبہ کبھی بھی معاف نہیں کرے گا، اس کے علاوہ تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے گا معاف کر دے گا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ))

”اللہ نے مشرک پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔“

اور صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ”تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ، حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔“ (تیسیر الرحمن)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے سب سے زیادہ خطرہ شرکِ اصغر کا ہے۔ شرک اصغر

کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ریا کاری ہے۔'' ❶

سیّدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلاَ اُخْبِرُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ؟)) قَالُوْا: بَلٰی یَارَسُولَ اللّٰهِ ، قَالَ:
((اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰهِ و عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ)) ❷

''کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے عرض کیا، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور والدین کی نافرمانی کرنا۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ ، قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا هُنَّ ؟قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ ، وَالسِّحْرُ......)) ❸

''سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو'' دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا......''

❶ مسند احمد ۵/۴۲۸، رقم: ۲۳۶۳۰۔ شیخ شعیب ارناؤط نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔
❷ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب من اتکاء بین یدی اصحابه، رقم: ۶۲۷۳.
❸ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۲۶۲.

باب نمبر 74

مشرک کے اعمال برباد ہوجاتے ہیں

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ قُلْ اَ فَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ﴾ (الزمر: ٦٤ تا ٦٥)

''اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے، نادانو! کیا تم مجھے غیر اللہ کی عبادت کا حکم دیتے ہو، اور آپ کو اور ان رسولوں کو جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر آپ نے اللہ کا کسی کو شریک بنایا تو آپ کا عمل ضائع ہوجائے گا، اور آپ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''کفارِ مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ بتوں کی پرستش تمہارے آباء واجداد کا دین ہے، اس لیے تم اپنے رب کی عبادت کرو اور بتوں کی بھی عبادت کرو، اور ہم بھی تمہاری خاطر تمہارے رب کی عبادت کریں گے، تو اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ وہ مشرکین کی اس رائے کی پوری صراحت کے ساتھ تردید کردیں، اور کہہ دیں کہ اے نادانو! کیا تم غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے ہو، ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔

آیت (٦٥) میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کو اور آپ سے پہلے تمام انبیاء کو بذریعہ وحی یہ بات بتلا دی گئی تھی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے سارے اعمال ضائع ہوجائیں گے، اور ان لوگوں میں سے ہوجاؤ گے

جو قیامت کے دن حقیقی گھاٹا اٹھانے والے ہوں گے۔

شوکانی لکھتے ہیں کہ یہ آیت (شرک پر موت) کے ساتھ مقید ہے جیسا کہ سورۃ بقرۃ آیت (۲۱۷) میں آیا ہے۔

﴿وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ﴾

''اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں، اور اسی کفر کی حالت میں مریں ان کے اعمال دنیوی اور اُخروی سب غارت ہو جائیں گے۔''

(تیسیر الرحمن)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث قدسی میں ہے کہ:

((مَنْ عَمِلَ عَمْلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِي غَيْرِيْ تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ)) [1]

''جس نے کوئی عمل کیا، اور اس میں میرے ساتھ میرے غیر کو شریک کر دیا، تو میں اس عمل اور اس کے شریک کو چھوڑ دیتا ہوں (یعنی وہ عمل شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہوں، اسے قبول نہیں کرتا۔''

اللہ تعالیٰ شرک کی مذمت میں ایک اور جگہ فرماتا ہے:

﴿ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۸۸﴾ (الأنعام: ۸۸)

''یہی اللہ کی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے مرحمت فرماتا ہے، اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو ان کے اعمال ضائع ہو جاتے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''ان انبیاء کرام کو نبی اور رسول ہونے کا جو شرف حاصل ہوا وہ محض اللہ کے فضل و کرم سے حاصل ہوا، اور اسی ذات باری تعالیٰ نے انہیں دینِ خالص کی ہدایت

[1] صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، رقم: ۲۹۸۵.

دی اور اگر وہ ان عظمتوں کے باوجود شرک کا ارتکاب کر بیٹھتے تو ان کے سارے اعمال ضائع ہو جاتے تو اگر دوسرے لوگ شرک کا ارتکاب کریں گے تو ان کا کیا حال ہوگا۔'' (تیسیر الرحمن)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ''اس آیت کریمہ میں شرک کی ہیبت ناکی اور اس کی خطرناکی کو بیان کیا گیا ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر، تحت هذه الآية)

باب نمبر 75

کیا مسلمان شرک کرسکتا ہے؟

جیسے نماز نہ پڑھنے والا بے نمازی کہلائے گا اسی طرح شرک کرنے والا مشرک کہلائے گا، چاہے وہ مومن ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ قرآن حکیم میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ۝١٠٦﴾

(یوسف: ١٠٦)

''اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن وہ مشرک ہوتے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اکثر و بیشتر انسانوں کا حال یہ بھی ہے کہ وہ اپنی زبان سے تو اللہ کے وجود اور اس کے خالق و مالک ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن عمل کی زندگی میں مشرک ہوتے ہیں، اللہ کے بجائے غیروں کی پرستش کرتے ہیں، انسانوں کو اللہ کے بیٹے اور فرشتوں کو اس کی بیٹیاں کہتے ہیں جو شرکِ اکبر ہے، اور جس کا شرک ہونا واضح اور جلی ہے۔

شرک کی ایک دوسری قسم شرک خفی ہے جس میں اکثر لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں، اور انہیں اس کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔ حسن بصری اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ منافق ہے جو لوگوں کے دکھلاوے کے لیے نیک کام کرتا ہے، وہ مشرک ہے اس لیے کہ اس نے عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک بنایا، وہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعتقاد رکھتا ہے لیکن اللہ

کے لیے اپنی عبودیت میں مخلص نہیں ہوتا ہے، بلکہ حصول دنیا یا جاہ ومنزلت کی خاطر نیک عمل کرتا ہے۔ یہی وہ شرک ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس امت میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی طور پر پایا جائے گا (صحیح ابن حبان) معوم ہوا کہ جو نیک کام بھی لوگون کے دکھلاوے کے کیا جائے گا وہ شرک ہوگا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ شرک کی ایک قسم'' شرک خفی'' ہے جس کا مرتکب عام طور پر اس کا احساس نہیں کر پاتا ہے۔ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے عروہ نے روایت کی ہے کہ وہ ایک مریض کے پاس گئے تو اس کے بازو پر ایک دھاگا بندھا ہوا دیکھا، انہوں نے اسے کاٹ دیا، اور یہ (مذکورہ) آیت پڑھی۔

ابوداؤد اور ترمذی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جس نے غیر اللہ کے نام کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔ امام احمد وغیرہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:'' جھاڑ پھونک، گنڈا تعویذ اور دھاگے باندھنا شرک ہے۔ امام احمد نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' جو بدشگونی کی وجہ سے کسی کام سے رک گیا اس نے شرک کیا۔''

معلوم ہوا کہ بعض مسلمانوں میں ایمان حقیقی اور شرک خفی اصغر کا احتمال ہوسکتا ہے، جس طرح زمانہ جاہلیت کے لوگوں میں ایمان باللہ اور شرکِ اکبر دونوں بیک وقت پائے گئے۔ اور شرک خفی اصغر ایمانِ حقیقی کے منافی نہیں ہے، اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ آدمی اللہ کے ذریعہ شرک سے پناہ مانگے۔''

(تیسیر الرحمن)

باب نمبر 76

ہر چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَوَ لَمْ یَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ الشَّمَآىِٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ﴾ (النحل: ٤٨ تا ٥٠)

”کیا انہوں نے ان چیزوں کو نہیں دیکھا ہے جنہیں اللہ نے پیدا کیا ہے، جس کے سائے نہایت انکساری کے ساتھ سجدہ کرتے ہو دائیں اور بائیں جھکے رہتے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین میں جتنے چوپائے ہیں اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے بھی درانحالیکہ وہ تکبر نہیں کرتے ہیں۔ اپنے رب سے اپنے اوپر کی طرف سے ڈرتے ہیں اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ ان آیات کے تحت اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں لکھتے ہیں:

”اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت وجلال اور کبریائی بیان کی ہے کہ یہ بات تم سے وہ اللہ کہہ رہا ہے جس کی بارگاہ میں جن وانس، حیوانات و جمادات اور فرشتے سبھی سجدہ ریز ہیں حتیٰ کہ ہر چیز کا سایہ بھی صبح وشام نہایت عجز وانکساری کے ساتھ اس کو سجدہ کرتا ہے، اور اس کی مرضی سے سر مو انحراف نہیں کرتا ہے۔

آیات (۴۹۔۵۰) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آسمان میں رہنے والے تمام فرشتے اور زمین پر چلنے والے تمام جو پائے، سب اس کے سامنے سر تسلیم خم کئے

ہوئے ہیں، سبھی اس کے منشا اور ارادہ کے پابند ہیں۔ حیات وموت اور صحت و بیماری ہر شے میں اس کے فیصلے کے پابند ہیں۔ بالخصوص فرشتے اس کی عبادت اور اس کے سامنے سجدہ کرنے سے کبھی بھی انکار نہیں کرتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں جو ہر عظمت وکبریائی والا ہے، اور تمام مخلوق اسکے نیچے ہے اور اللہ کی جانب سے جو احکام واوامران کے لیے صادر ہوتے ہیں انہیں پورے جذبۂ بندگی کے ساتھ بجالاتے ہیں۔'' (تیسیر الرحمن)

سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ غروبِ آفتاب کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا:

((اَتَدْرِیْ اَیْنَ تَذْھَبُ؟))

''کیا تمہیں علم ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے؟'' میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَاِنَّھَا تَذْھَبُ حَتّٰی تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتُسْتَاْذِنُ فَیُوْذَنَ لَھَا ، وَ یُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ فَلَا یُقْبَلُ مِنْھَا ، وَ تَسْتَاْذِنُ فَلَا یُؤْذَنُ لَھَا ، فَیُقَالُ لَھَا اِرْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ ، فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِھَا . فَذَالِكَ قَوْلَهٗ تَعَالٰی ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ﴾ (یٰس : ۳۸)

''وہ عرش کے نیچے جا کر سجدہ ریز ہوتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے پھر اسے اجازت دی جاتی ہے۔ قریب ہی وہ وقت ہے کہ وہ سجدہ کرے گا لیکن اس سے قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ اجازت مانگے گا لیکن اسے اجازت نہیں دی جائے گی، اسے کہا جائے گا کہ اس سمت میں واپس لوٹ جاؤ جہاں سے آئے ہو، تو وہ مغرب کی جانب سے طلوع ہو جائے گا (اور پھر قیامت آجائے گی) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''اور سورج کے لیے جو مقررہ راہ ہے وہ اسی پر چلتا ہے یہ غالب

اور علم والے اللہ کا مقرر کردہ ہے۔'' میں اسی طرف اشارہ ہے۔'' [1]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ⑥﴾ (الرحمن: ٦)

''اور بیل بوٹے اور درخت اپنے رب کو سجدہ کرتے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''زمین پر اگنے والے پودے اور درخت تمام ہی اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے کے کلی طور پر تابع ہیں، اور جس طرح مومن آدمی اپنے رب کے حضور سجدہ کرتا ہے اسی طرح ان پودوں اور درختوں کا اپنے خالق کی مشیت وارادے کا تابع فرمان رہنا گویا ہر دم اس کے حضور سر بسجود رہنا ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ آفتاب و ماہتاب اجرام سماویہ میں سے ہیں، اور پودے اور درخت زمین میں ہوتے ہیں اس لیے آفتاب وماہتاب کے بعد پودوں اور درختوں کا ذکر بطور تقابل مناسب رہا کہ سبھی اپنے خالق کی مشیت وارادے کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں۔

بعض لوگوں نے ''نجم'' سے مراد آسمان کے تارے لیے ہیں، اور ان کا اپنے رب کے حضور سجدہ ان کا طلوع ہونا ہے، اور درخت کا سجدہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی مرضی کے مطابق پھل دیتے ہیں جنہیں اس کے بندے استعمال کرتے ہیں۔''

(تیسیر الرحمن)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! رَاَیْتُنِی اللَّیْلَةَ وَاَنَا نَائِمٌ کَاَنِّیْ کُنْتُ اُصَلِّیْ خَلْفَ شَجَرَةٍ فَسَجَدْتُ فَسَجَدَتِ الشَّجَرَةُ لِسُجُوْدِیْ فَسَمِعْتُهَا وَ هِیَ تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اُکْتُبْ لِیْ بِهَا

[1] صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفه الشمس والقمر رقم: ۳۱۹۹.

عِنْدَكَ اَجْرًا، وَضَعْ عَنِّی بِهَا وِزْرًا، وَاجْعَلْهَا لِی عِنْدَكَ ذُخْرًا، وَتَقَبَّلْهَا مِنِّی كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاؤُدَ.

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَرَا النَّبِیُّ ﷺ سَجْدَةً ثُمَّ سَجَدَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُولُ مِثْلَ مَا اَخْبَرَهُ الرَّجُلُ عَنْ قَوْلِ الشَّجَرَةِ)) ❶

''ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ! میں نے رات خود کو خواب میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ میں نے سجدہ کیا تو میرے سجدے کے ساتھ درخت نے بھی سجدہ کیا، اور میں نے اسے سنا وہ کہہ رہا تھا'' اے اللہ! میرے لیے اس کے بدلے اپنے پاس اجر لکھ لے، اور اس کے ذریعے میرا بوجھ اتار دے، اور اسے میرے لیے اپنے پاس ذخیرہ بنا لے، اور اسے میری طرف سے اس طرح قبول فرما لے جیسے تو نے اپنے بندے داؤد سے قبول فرمایا تھا۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیتِ سجدہ تلاوت کی، پھر سجدہ کیا اور میں نے آپ کو سنا انہی دعائیہ کلمات کی مانند کلمات پڑھ رہے تھے، جن کی اس آدمی نے درخت کے قول کے حوالے سے آپ کو خبر دی تھی۔'' ❷

لہٰذا غیر اللہ کو سجدہ کرنا شرک ہے۔ قرآن وسنت میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

وصلی اللہ علی خیر خلقه محمد وآله وصحبه وسلم تسلیما كثیرا

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفه الشمس والقمر رقم: ٣١٩٩.

❷ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ٣٤٢٤۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''حسن'' کہا ہے۔